مومن کے ماہ و سال

شیخ عبدالحق

دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ ○ اردو بازار، کراچی ۱

مومن کے ماہ و سال

اردو ترجمہ مع عربی متن

مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِیْ اَیَّامِ السَّنَةِ

عربی تصنیف
عارف باللہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی

اردو ترجمہ
مولینا اقبال الدین احمد صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان کے لیے پورے سال کے اعمال و اشغال، نماز و روزہ، دعا و استغفار کا ایک مکمل دستور العمل ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے ہر ماہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق عمل کر کے اپنے دین و دنیا کو کامیاب بنائے

دار الاشاعت ❊ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

جدید عکسی ایڈیشن

ناشر ــــ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ ــــ کراچی نمبر ۱
ملنے کے پتے۔ ادارۃ المعارف، ڈاک خانہ دارالعلوم ــــ کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم، ڈاک خانہ دارالعلوم ــــ کراچی نمبر ۱۴
ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی ــــ لاہور

(ادارۃ القرآن پریس۔ کراچی ۵۔ فون: ۷۱۶۳۸۸)

مقدمہ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حق تعالیٰ جل شانہ نے سال کے بارہ مہینوں میں مختلف مہینوں اور اس کے مختلف دنوں اور راتوں میں خاص خاص برکات اور خاصیات رکھی ہیں۔ جو آدمی ان کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں پر ان راتوں اور دنوں میں کام کرے وہ دنیا و آخرت کے اپنے مقاصد میں بڑی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ان میں تھوڑی محنت اور معمولی کوشش سے وہ ثواب اور دینی و دنیوی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں جو دوسرے اوقات میں بڑی محنت اور طویل مشقت سے بھی حاصل ہونا دشوار ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل عموماً مسلمانوں کو شریعت اور سنت کے عمل سے غفلت و لاپرواہی کی بنا پر ان خاص اعمال و افعال اور ان کے آداب کا علم نہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اس لئے ان کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اور صرف اتنا ہی ہوتا تو زیادہ جرم نہ تھا۔ ہونے یہ لگا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی رسمیں گڑھ لیں جن میں بہت سی چیزیں خلاف شرع بھی ہیں، اس کے نتیجہ میں وہ ان مبارک راتوں اور دنوں میں عظیم ثواب حاصل کرنے کے بجائے اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مبارک راتوں اور دنوں میں جس طرح نیک عمل کا ثواب بڑا ہے اسی طرح ان میں اگر کوئی گناہ کرے تو وہ گناہ بھی بڑا ہے۔

اس لئے علماء امت نے ہر مہینہ کی خاص خاص راتوں اور دنوں سے متعلق جو قرآن و حدیث میں فضائل اور احکام وارد ہوتے ہیں ان کو مستقل کتابوں کی صورت میں لکھ دیا ہے۔ جو ہر زمانہ ہر خطہ اور ہر زبان میں شائع ہوتی

لکھی ہیں

انہیں کتابوں میں سے ایک بہت اہم کتاب ماثبت بالسنہ ہے۔ اس کے مصنف حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہی اس کتاب کے مستند معتبر اور بلند پایہ ہونے کی ضمانت ہے۔ اہل علم میں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کتاب میں اس معاملے کے متعلق وارد شدہ روایات حدیث کو جمع بھی کیا گیا ہے۔ اور ان کے مستند یا غیر مستند ہونے کی تحقیق بھی کی گئی ہے اور مزید ضروری اور مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی الحمدللہ، اب برخوردار عزیز مولوی محمد رضی سلمہ نے اس کا اصل متن عربی اور اس کے شروع میں اس کا اردو ترجمہ اپنے مکتبہ دارالاشاعت سے شائع کیا ہے[۱]۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائیں اور دین و دنیا میں سب کے لئے نافع و مفید بنادیں۔

بندہ محمد شفیع
دارالعلوم۔ کراچی
۲۶ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

---

[۱] پہلے یہ کتاب لکھنؤ میں کئی بار چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے خدا کا شکر ہے کہ اب ہم اس کا عکسی ایڈیشن پیش کر رہے ہیں۔
فقط ناشر محمد رضی عثمانی۔

فہرست مضامین "مومن کے ماہ و سال"

فہرست مضامین "مومن کے ماہ و سال"

فہرست مضامین ”مومن کے ماہ وسال“

فہرست مضامین "مومن کے ماہ و سال"

مختصر فہرست مضامین عربی متن

دیباچہ از مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے متبرک اوقات کو حسنات و برکات کا مقام دیا نیز پرہیزگاروں اور عابدوں کے لئے سبب فخر و عزت قرار دیا۔ تاکہ شب و روز کے اوقات میں اپنی تجارتوں سے استفادہ کریں دو گنے ملے پائیں اور چند در چند مرادیں حاصل کریں۔ نیز اچھے اعمال کے ذریعہ قبولیت دعا کے امیدوار بنیں، یاد رہے کہ جو کوئی مواقع تجارت سے استفادہ نہ کرے وہی نقصان اٹھانے والا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا ہی سب سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ بیش در بیش درود و سلام ہو رسولوں کے سردار متقیوں کے امام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر جن کی تعلیم و اتباع سے علم و عمل حاصل ہوتے اور آپ ہی کے احسان و شفاعت سے دنیا و آخرت میں آرزوئیں و امیدیں پوری ہوتی ہیں آپ ہی سب کے استاد، موجودات عالم کے امام و سربراہ علوم کی کان اور جود و سخا کے سرچشمہ ہیں۔

درود و سلام ہوں آپ پر آپ کے آل و اصحاب پر اور ان تمام فرمانبرداروں پہ جو راہ راست کے رہبر اور علوم دین کے حامل ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ، اللہ تعالےٰ کا بندہ فقیر عبدالحق ابن سیف الدین دہلوی بخاری عرض پرداز ہے کہ رسول اکرم کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ یقین کی دولت سے مالامال کرے اور راہ راست پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شب و روز کے اوراد و وظائف اور نماز روزہ کی تعداد میں حضرت محدثین اور صاحبان طریقت کے باہمی اختلافات رونما ہیں۔

اگرچہ محدثین نے اہل طریقت کے قول پہ عمل اور پیش کردہ دلائل پہ تفصیلی بحث کی اور نہایت شدت سے ان کے دلائل کا انکار کیا اور اہل طریقت جو احادیث و اخبار پیش کرتے ہیں ان کو باطل قرار دیا ہے۔

قبل ازیں ہم نے ایک فارسی زبان کے رسالہ میں ان دونوں فریقوں کے درمیان اتحاد باہمی پر بحث کی اور دونوں کے راستوں کے درمیان ایک محفوظ راستہ اختیار کیا ہے اور اجمالی و تفصیلی بیانات دیئے ہیں۔ در حقیقت اللہ تعالےٰ ہی راست و صحیح کہتا ہے اور وہی رہبر راہ ہے۔

لیکن اب پھر ہم نے اس کتاب میں عنوانات کی تفصیل میں احادیث صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع لکھی ہیں کیونکہ احادیث کی یہ اقسام اور ان کی جانچ پڑتال انہی حضرات کے ہاتھ ہے۔

ساتھ ہی اس کتاب میں بلحاظ ضرورت لطیف تحقیقات اور فوائد تحریر کئے ہیں۔ خاص طور پر ماہ ربیع الاول میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب میں ماہ محرم سے ابتدا کر کے ماہ ذی الحجہ پر اعمال کا اختتام کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی توفیق دیتا ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں تکمیل کار ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ۔ سال بھر کے اعمال) رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے کبھی ونگھ یا نیند نہیں آتی اسے مقبول فرمائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۹۶ھ

ماہِ محرم

ماہ محرم کے فضائل اور عاشورہ کے روزہ کی فضیلت

جامع الاصول کی احادیث :- ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا رواج تھا لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا عاشورہ کا روزہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے۔

ایک روایت حضرت صدیقہؓ سے منسوب کر کے یہ بیان کی جاتی ہے، کہ رسولؐ اکرم نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (الحدیث)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب ایک روایت یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے، لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ مگر رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا عاشورہ کا روزہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور رسولؐ اکرم بھی قبل نبوت یہ روزہ رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپؐ نے دسویں محرم کو روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ وہ دن تھا جس میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا ترک کر دیا۔ اور دسویں محرم کا روزہ اختیاری ہے جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے۔ (مسلم و بخاری)

یہی حدیث امام مالک، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی لکھ کر آخر میں تحریر کیا ہے کہ جب رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو عاشورہ کا روزہ رکھنا یا نہ رکھنا فرض نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے رسول اللہؐ اور دوسرے مسلمانوں نے یہ روزہ قبل از فرضیت رمضان رکھا لیکن رمضان کے روزے فرض ہوتے کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کے دنوں میں سے ماہِ محرم کا دسواں دن بھی ہے، جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی یہ روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک دن دسویں محرم کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا روزِ عاشورا وہ ہے جس میں لوگ بزمانہ جاہلیت روزہ رکھتے تھے۔ اب جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے (بخاری ومسلم)

بخاری کی حدیث ہے کہ عاشورا کا روزہ خود رسول اللہؐ نے رکھا اور دوسروں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو آپؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا ترک فرما دیا اور عبداللہ ابن عمرؓ اتفاق پڑتے پر عاشورا کا روزہ رکھتے تھے[1]۔ مسلم میں اس حدیث سے متعلق لکھا ہے کہ جس کو پسند ہو عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو ناپسند کرے وہ نہ رکھے۔

حضرت ابوموسےٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ دسویں محرم کی یہودی بڑی تعظیم کرتے اور اسے عید کا دن مانتے تھے، اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا، اے مسلمانو! تم روزہ رکھو۔

ایک روایت ہے کہ خیبر[2] والے عاشورا کا روزہ رکھتے اس دن عید مناتے، اپنی خواتین کو زیور اور اچھے لباس پہناتے، ان حالات کے پیش نظر رسول اکرمؐ نے فرمایا اے مسلمانو! تم عاشورا کے دن روزہ رکھو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ تشریف لاکر یہودیوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے دریافت فرمایا "یہ کیا بات ہے؟"

۱؎ چونکہ آپؐ اکثر وبیشتر ایام میں روزہ دار رہتے تھے آپؐ کے روزوں کے دنوں میں اتفاقاً اگر عشرہ محرم کا دن آجاتا تو اسی دن بھی روزہ رکھ لیتے۔ از مترجم ۱۲

۲؎ یہ خیبر والے یہودی تھے۔ از مترجم ۱۲

ان یہودیوں نے جواباً کہا یہ وہ اچھا دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے چھٹکارا دلایا، اور اس یوم نجات کے شکریہ میں حضرت موسیٰ نے روزہ رکھا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا "تمہاری بہ نسبت، حضرت موسیٰ کی پیروی کے ہم زیادہ مستحق ہیں" پھر آپ صلعم نے عاشورا کا روزہ رکھ کر دوسرے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔

ایک روایت ہے کہ خیبر کے باشندے یہودیوں سے جو مدینہ میں تھے رسول اکرمؐ نے دریافت کیا عاشورا کے دن تم روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، یہ وہ بڑا دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی، اسے اور اس کے گروہ کو دریا میں غرق کر دیا، اس پر حضرت موسیٰ نے اللہ کی شکر گزاری کے طور پر روزہ رکھا، اور یہ ماہ محرم کا دسواں دن تھا، اس لئے اب ہم اس عظمت کے پیش نظر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

حضرت جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ خود عاشورا کا روزہ رکھتے ہم کو بھی اسی دن روزہ رکھنے کی رغبت دلاتے اور ہم سے قول و قرار لیتے تھے لیکن ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد آپ نے ہمیں عاشورا کا روزہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا اور ممانعت بھی نہیں فرمائی نیز ہم سے کوئی قول و قرار نہیں لیا۔ (مسلم)

حضرت علقمہؓ کا بیان ہے کہ اشعث بن قیس، حضرت عبداللہؓ کے پاس عاشورا کے دن آئے جو کھانا کھا رہے تھے، یہ دیکھ کر اشعث بن قیس نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن[1]! آج عاشورا کا دن ہے، اس پر حضرت عبداللہ نے جواباً کہا رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشورا کا روزہ رسول اللہ رکھا کرتے تھے، لیکن رمضان کے روزے فرض ہوتے کے بعد آپ نے عاشورا کا روزہ رکھنا ترک فرما دیا، اگر تم روزہ دار نہیں ہو تو کھانا کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک دن قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص سے فرمایا "جاؤ اعلان کر دو کہ جس نے سحری کھائی ہو یا نہ کھائی ہو وہ آج کے دن

---

[1] ان حضرت عبداللہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی ۱۲

روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ محرم ہے۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک آدمی سے فرمایا اپنی قوم میں اعلان کر دو یا لوگوں کو مطلع کر دو" ان الفاظ کے رد و بدل میں حضور راوی کو شک و شبہ ہے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

نیز عبدالرحمٰن بن سلمہ نے یہی روایت کی ہے جو ابو داؤد میں ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے ان دیہاتی انصاریوں کے پاس جو مدینہ کے اطراف رہا کرتے تھے عاشورا محرم کی صبح میں کہلا بھیجا آج جس نے روزہ رکھا ہو تو وہ پورا کرے اور جس نے نہ رکھا ہو وہ روزہ داروں کی مانند پورا دن گزارے" اس حکم کے بعد ہم سب خود روزہ رکھتی اور چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں، اور ہم عبادت وغیرہ کے لئے مسجد جاتی تھیں، اگر کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تو اسے بہلانے کے لئے وہ اون گڑیا جو ہم خود بناتی تھیں اس بچہ کو دے دیتی تھیں، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے۔

قیس بن سعد بن عبادہؓ کا بیان ہے کہ عاشورا کے دن ہم روزہ رکھتے اور روزہ نہ رکھنے کی صورت میں صدقہ فطر دیا کرتے، لیکن ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے اور زکوٰۃ کی ادائگی کا حکم الٰہی آنے کے بعد، رسول اللہ نے عاشورا کا روزہ رکھنے یا ممانعت کا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا، اور ہم لوگ عاشورا کا روزہ رکھتے رہے ہے۔ (نسائی)

محمد بن صیفیؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے عاشورا کے دن لوگوں سے دریافت کیا کیا تم میں سے کسی نے آج کچھ کھایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم میں سے بعض روزہ دار ہیں اور بعض بے روزہ اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا تم سب لوگ روزہ پورا کرو۔ اور گرد و نواح کے باشندوں کو مطلع کر دو کہ وہ باقی ماندہ دن یونہی پورا کریں۔

امام مالک نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حارث بن ہشام کو کہلا بھیجا کہ کل عاشورا کے دن تم روزہ رکھو اور اپنے متعلقین کو حکم دو کہ وہ بھی روزہ رکھیں۔ (موطا)

عبداللہ بن ابی یزید کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ

کی زبانی سنا ہے کہ ان سے لوگوں نے عاشورا کے روزہ کی بابت پوچھا انہوں نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور عاشورا کے دن کو دوسرے دنوں پر افضل و برتر قرار دیا ہے اور اسی طرح ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں سے اعلیٰ و افضل فرمایا ہے"

عبداللہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ رسول اکرم عاشورا کے روزہ کو دوسرے دنوں کے روزہ پر فضیلت دینے کی سعی فرماتے اور ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر برتر قرار دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ابی قتادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ رکھنے کو اللہ تعالےٰ سال گذشتہ کے سئیات (جرائم خفیف) کا کفارہ بنا دیگا۔ (ترمذی)

ابن عباسؓ نے رسول اکرم کا یہ ارشاد بھی بیان کیا کہ اگر میں سال آئندہ زندہ رہا تو نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھوں گا۔

نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے عاشورا کا روزہ رکھ کر دوسرے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کے لئے فرمایا جس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ وہ دن ہے جس کی یہودی مسیحی عزت کرتے اور اسے بڑا دن مانتے ہیں۔ اس پر ارشاد عالی ہوا آئندہ سال انشاء اللہ دسویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا مگر آئندہ سال کا ماہ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی۔ (ابوداؤد)

حکم بن اعرج کا بیان ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں اس وقت پہنچا جبکہ وہ چادر لپیٹے چاہ زمزم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، میں نے ان سے کہا عاشورا کے روزے کی نسبت معلومات بہم پہنچا دیجئے۔ جواب دیا محرم کا چاند دیکھ کر پہلی محرم کو کھاؤ پیو اور نویں محرم روزہ رکھو، میں نے پوچھا کہ سرور کائنات کیا اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ جواب دیا ہاں اسی طرح۔ (مسلم و ابوداؤد)

رزین نے عطا کی زبانی بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو فرماتے سنا ہے "یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھا کرو"۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ عاشورا، شوال کے دس دن اور ہر ماہ کے تین روزے اور نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں یہ چار اعمال رسول اکرمؐ نے کبھی

ترک نہیں فرمائے۔ (نسائی)

افضل نماز حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ماہِ رمضان کے افضل ترین روزوں کے بعد ماہ محرم میں عاشورا کا روزہ ہے اور پنج وقتہ افضل ترین نمازوں کے بعد صلوٰۃ اللیل (نماز تہجد) افضل ہے (ترمذی، نسائی)

افضل روزہ:- ایک روایت ہے کہ راوی نے رسول اکرمؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ ارشاد عالی ہوا تہجد کی نماز۔ پھر پوچھا رمضان کے روزوں کے بعد کونسا روزہ افضل ہے؟ ارشاد گرامی ہوا ماہ محرم کا روزہ۔ (مسلم وابوداؤد)

حضرت علیؓ کا بیان ہے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ ماہ رمضان کے بعد آپ کس ماہ میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ جواب دیا اس مسئلہ کو ایک شخص نے رسول اکرمؐ سے اس وقت دریافت کیا تھا جبکہ میں آپؐ کے پاس تھا۔ اس آدمی نے پوچھا تھا۔ یا رسول اللہؐ! ماہ رمضان کے روزوں کے بعد مجھے کس مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم ہے؟ ارشاد عالی ہوا تھا ماہ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہ محرم کے روزے رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور اسی دن ایک دوسری قوم کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔ (ترمذی)

احادیث مذکورۂ بالا صحاح ستہ میں موجود اور جامع الاصول میں مرقوم ہیں۔

جامع کبیر کی احادیث جامع کبیر وہ کتاب ہے جو ہمارے سردار و آقا عارف حق الشیخ علی متقیؒ کی تالیف ہے اور اس کی مندرجہ احادیث کو بابواب ترتیب دے کر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں تحریر کیا ہے اگرچہ مذکورہ احادیث دوسری اسناد کے ساتھ مروی ہیں جن کے اعادہ کی چنداں اس لئے ضرورت نہیں کیونکہ وہ صحاح ستہ کی اسناد سے بیان کی گئی ہیں اور بخدا اگر ان حدیث کے الفاظ کچھ اور ہوتے جو جامع الاصول میں نہ ہوتے تو ہم لازمی طور پر ان کے اسناد قلمبند کردیتے۔ جامع الاصول کی مندرجہ احادیث کے علاوہ دیگر احادیث یہ ہیں۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ سرورِ عالم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو کیونکہ محرم اللہ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور اسی دن اللہ تعالےٰ دوسری قوم کی توبہ قبول فرمائے گا۔ نیز سرورِ عالمؐ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ عاشورا کے دن گناہوں سے رکے رہنے کے عہد کی تجدید کریں اور قبولِ توبہ کے خواہاں رہیں" اس کے علاوہ عاشورا کے دن جو کوئی اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا طلب گار ہوگا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اسی دن پہلے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے کچھ لوگوں کی توبہ قبول کی اور یہی وہ دن ہے جس میں آیندہ لوگوں کی توبہ کو درجہ قبولیت دے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ نے سرورِ عالم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ یہودیوں کے خلاف تم نویں دسویں گیارھویں محرم کا روزہ رکھو۔ (امام احمد بن حنبل)

حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ سرورِ عالمؐ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دوں گا۔ (شعب الایمان از امام بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا زمانۂ ماضی کے باشندے عاشورا کے دن عید مناتے تھے اس لئے اے مسلمانو! تم اس دن روزہ رکھو۔ (بزار و دیلمی)

موضوع روایات

حضرت انسؓ کا بیان ہے جس نے ماہ محرم میں جمعرات جمعہ اور ہفتہ ان تینوں دن کا روزہ رکھا اس کے نام دو سال کی عبادت لکھی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسولؐ اکرم کا ارشاد بیان کیا ہے۔ آیندہ سال ہم نویں محرم کا روزہ رکھیں گے۔

ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اگر ہم زندہ رہے تو یہودیوں کے عمل کے خلاف نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سرورِ عالمؐ کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جس نے یوم زینت یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھا گویا اس نے سال بھر کے فوت شدہ روزے حاصل کر لئے۔

ابو شیخ نے اپنی کتاب "الثواب" میں رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ عاشورا کے دن حضرت نوحؑ کوہ جودی پر اپنی کشتی سے اترے اور اس دن روزہ رکھا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز عاشورا کے دن ہی اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور حضرت یونس علیہ السلام کے شہر والوں کی بھی اسی دن توبہ قبول فرمائی۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لئے سمندر کو چیر دیا گیا۔ اسی دن حضرت ابراہیمؑ اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا عاشورا کے دن جس نے اپنے اہل و عیال پر روزی وسیع رکھی تو انشاء اللہ تمام سال اس کے لئے فراخی رہے گی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ تمام انسانوں کے سردار حضرت آدمؑ ہیں اور رسول اکرمؐ سید العرب ہیں۔ اور مشہور صحابی حضرت صہیبؓ روم کے سردار ہیں سرزمین فارس کے سردار حضرت سلیمانؓ فارسی اور ارض حبش کے سردار حضرت بلالؓ ہیں۔ پہاڑوں کا سردار طور سینا اور درختوں کا سردار، درخت سدرۃ المنتہی ہے۔ مہینوں کا سردار ماہ محرم اور ایام (دنوں) کا سردار جمعہ ہے۔ اسی طرح کلام کا سردار قرآن کریم، اور قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ بقرہ اور سورۂ بقرہ کا مغز آیۃ الکرسی ہے۔ واضح رہے کہ آیۃ الکرسی میں پانچ خصوصی کلمہ ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں۔ (مسند فردوس از دیلمی) اور حضرت سے یہ منسوب روایت، ضعیف ہے۔

افضلیت و برتری

بندۂ ضعیفؒ کا بیان ہے کہ افضلیت و برتری سے متعلق اکثر احادیث میں ہے کہ افضل ترین مہینہ ماہ رمضان ہے

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی یہ روایت لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میں تم سب کو مطلع کرتا ہوں کہ فرشتوں میں افضل حضرت جبرئیل ہیں۔ دنوں میں برتر جمعہ کا دن ہے، مہینوں میں افضلیت ماہ رمضان کو حاصل ہے، برتر شب

لہ مؤلف کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۱۲

لیلۃ القدر ہے۔ اور خواتین میں حضرت مریم برتر ہیں۔

اے اللہ تو جانتا ہے کہ اس برتری افضلیت اور سرداری میں کافی فرق ہے لوگو! اسے سمجھو اور غور و فکر کرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دیتا ہے۔

شیخ الفقہاء و محدثین شیخ شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مصری مفتی مکہ معظمہ نے اپنی تالیف "صواعق محرقہ" میں یوم عاشورا کے ضمن میں لکھا ہے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ عاشورا کے دن حضرت حسینؓ مصائب سے دوچار ہوئے اور آپ کی شہادت اللہ تعا کے نزدیک آپ کے مراتب و درجات کی رفعت کا ثبوت ہے۔ اس شہادت کے ذریعہ اہل بیت اطہار کے درجات بلند کرنا بھی اللہ کے پیش نظر تھا۔ اس لئے عاشورا کے دن جو شخص مصائب کا تذکرہ کرے تو اسے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے میں مشغول رہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا مستحق ہو سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اولئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون

(یہی وہ شخصیتیں ہیں جن پر منجانب پروردگار رحمت و کرم ہوتا ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں) عاشورا کے دن انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہنے یا بڑی سے بڑی نیکی روزہ رکھنے کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔

خبردار، روافض کی بدعتوں میں مشغول نہ رہو۔ گریہ وزاری، آہ و بکا سینہ کوبی ماتم غم والم کے ظاہری اظہار وغیرہ میں مصروف و مشغول نہ ہو۔ کیونکہ یہ مندرجہ بالا امور دراصل مسلمانوں کے اخلاق عالیہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔

ماتم و نوحہ اگر ماتم و نوحہ کی اجازت ہوتی تو رسول اکرمؐ کی رحلت کا دن نوحہ و ماتم کا زیادہ سزاوار اور مستحق آہ و بکا ہوتا۔ نیز خارجیوں کی بدعتوں سے احتراز کرو کیونکہ یہ اہل بیت سے تعصب کرتے ہیں۔ اور جاہلوں کی بدعتوں سے

بھی علیحدہ رہو کیونکہ یہ تباہی کا بربادی سے، بدعت کا اسلام میں نئی رسموں سے اور بدی کا برائیوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اس تقابل پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز دسویں محرم کو عید کا دن مانتے ہیں۔ اس دن زیب وزینت کرتے، خضاب وسرمہ لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، خوب خرچ کرتے، خلاف عادت متفرق کھانے اور کھچڑا وغیرہ پکواتے ہیں۔ اور یہ تمام کام ان کے اعتقاد کے مطابق قدیم دستور اور سنت ہوئے۔

حالانکہ ان تمام خرافات کو ترک کر دینا ہی سنت ہے اور مذکورہ بالا امور کی انجام دہی کے لئے قابل اعتماد روایت یا ثبوت نہیں پایا جاتا۔

بعض محدثین اور علماء سے عاشوراء کے دن سرمہ لگاتے، نہلاتے، مہندی لگاتے کھچڑا پکاتے نئے کپڑے زیب تن کرتے اور خوشی ومسرت کا اظہار کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا ان امور کی انجام دہی کے لئے رسول اکرم کی کوئی حدیث نہیں۔ نیز کسی صحابیؓ سے کوئی روایت مروی نہیں۔ مسلمانوں کے کسی امام یا ائمہ اربعہ یا کسی اور دوسرے امام نے ان امور کو مستحب اور پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ اور حدیث کی کسی قابل اعتماد کتاب میں ان امور کی انجام دہی کے لئے کوئی صحیح یا ضعیف حدیث نہیں ہے۔

موضوع احادیث

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عاشوراء کے دن سرمہ لگاتے سے سال بھر آنکھیں نہیں آتیں، عاشوراء کے دن نہانے سے سال بھر بیماری نہیں آتی"۔ اور عاشوراء کے دن اپنے بال بچوں پر فراخی کرنے والے کو اللہ سال بھر وسعت وفراخی دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور باتیں کہ اس دن کی نماز افضل و برتر ہے یا اس دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی اسی دن کوہ جودی پر ٹھہری، اسی دن حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے نجات ملی اسی دن حضرت اسمٰعیل کے ذبح کے وقت آسمان سے دنبہ آکر فدیہ بنا، یا اسی دن حضرت یعقوب کے پاس حضرت یوسفؑ لوٹ کر آئے۔ یہ تمام تر احادیث موضوع اور خود ساختہ ہیں۔

رہی بال بچوں پر دل کھول کر خرچ کرنے سے سال بھر تک فراخی کی حدیث

جس کے بعض راوی ثقہ نہیں ہیں۔

خارجی جاہلوں نے عاشورا کے دن کو سرور و انبساط کا دن اس لئے بنالیا کیونکہ رافضیوں نے اسے ماتم کا دن مقرر کر لیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں خطاکار و خاطی ہیں اور سنت نبوی کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ وہ عبارت ہے جسے حافظین حدیث نے بیان کیا ہے۔

حاکم نے صراحت کی ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ لگانا بدعت ہے اور لکھا ہے کہ "عاشورا کے دن پتھر کا سرمہ لگانے سے مدت العمر کبھی آنکھیں نہیں آتیں" یہ قول و روایت سراسر غلط اور تعجب خیز ہے۔

نیز امام ابن جوزی نے بھی اپنی کتاب موضوعات میں اس قسم کی روایات کو حاکم کی مستدرک کے فیصلہ کے موافق غلط و بے معنی ہی تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر محدثین نے کئی طریقوں سے ان مہمل اقوال کو بے سروپا بیان کیا ہے۔

علامہ مجدالدین مؤلف القاموس نے حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ روزہ کے سوائے دیگر اعمال مثلاً یوم عاشورا کی فضیلت، اس دن دل کھول کر خرچ کرنا خضاب، تیل اور سرمہ لگانا اور کھچڑا پکانا وغیرہ یہ سب موضوع و خود ساختہ روایات ہیں اور افتراپردازی ہے۔

نیز امام ابن قیم نے صراحت سے تحریر کیا ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ، تیل اور خوشبو لگانے کی روایات دراصل جھوٹوں کی وضع کردہ ہیں اور خاص کر عاشورا کے دن سرمہ لگانے کی روایت ان کی اپنی من گھڑت ہے اور اس کی اساس و بنیاد اس روایت کو بناتے ہیں کہ عاشورا کے دن لوگوں کو کھلانے پلانے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے۔

حافظ الاسلام زین عراقی نے اپنی کتاب "امالی" میں امام بیہقی کی اسناد کے حوالہ سے رسول اکرم ؐ سے منسوب یہ حدیث لکھی ہے کہ عاشورا کے دن جو شخص اپنے بال بچوں وغیرہ کو خوب کھلائے پلائے تو اللہ سال بھر تک اس کی روزی میں

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب لسعادۃ کے آخری اوراق۔ مؤلفہ علامہ مجدالدین

وسعت وکشادگی کردیتا ہے۔

پھر اس حدیث کے خاتمہ پر تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد نرم وکمزور ہیں۔ تاہم ابن حبان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے اور حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے دوسری اسناد کے تحت اس حدیث کو صحیح گردانا ہے حالانکہ اس کی اسناد کی اکثریت تعدادی سراسر غلط ہے۔

امام بیہقی نے کشادگی رزق کی حدیث کو ابن حبان کی رائے کے علاوہ بھی حدیث حسن لکھا ہے کیونکہ صحابہؓ کی زبانی مرفوعاً مروی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ کشادگی رزق کی حدیث کے راوی اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اگر ان کو باہم یکجا کر لیا جائے تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے

کشادگی رزق کی روایت کے حدیث ہونے سے امام ابن تیمیہ نے انکار کیا ہے اور ان کا یہ انکار دراصل ان کا وہ وہم وشک ہے جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔ نیز امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح بالذات نہیں مانا ہے اور کسی چیز کو صحیح باللات نہ ماننے سے اس کے حُسن لغیرہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور یہ وہ اصول ہے جسے علم فن حدیث میں حجت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

شیخ محمد سخاوی نے اپنی کتاب "مقاصد حسنہ" میں یہ حدیث لکھی ہے کہ عاشورا کے دن جس نے پتھر کا سرمہ لگایا اس کی مدت العمر آنکھیں نہ آئیں گی، اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان کی تینتسویں فصل میں لکھا ہے نیز دیلمی نے حضرت جبیرؓ کی روایت کو ضحاک کے ذریعہ ابن عباسؓ کی زبانی مرفوعاً تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف موضوع وخود ساختہ ہی نہیں بلکہ منکر اور سراسر غلط ہے جیسا کہ اس کے موضوع ہونے کو ابن جوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں قلمبند کیا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے اسی کی روایت اس لئے ضعیف وکمزور ہے کہ اس کا ایک راوی احمد بن منصور شونیزی بھی ہے۔ جو احادیث میں اپنی طرف سے الفاظ داخل کرتا ہے "جس نے عاشورا کے دن اپنے بال بچوں وغیرہ کو خوب کھلایا پلایا اسے اللہ پورے سال بھر خوب وسعت وفراخی دے گا" رسول اکرمؐ کی اس حدیث کو طبرانی نے فضائل اوقات اور بیہقی نے شعب الایمان میں تحریر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ

حدیث ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعودؓ کے حوالہ سے کی ہے۔

نیز فضائل اوقات میں یہ حدیث ابوسعید سے مروی ہونا تحریر ہے اور شعب الایمان میں اس حدیث کو ابو سعیدؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہونا قلمبند کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جب ایک کو دوسری حدیث سے ملائیں تو قوت کا فائدہ ہویدا ہوتا ہے۔

حافظ الاسلام زین عراقی نے اپنی کتاب امالی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بعض راویوں کو حافظ ابن ناصر نے صحیح بتایا ہے۔

لیکن ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذکورۂ بالا حدیث کا ایک راوی سلیمان بن ابی عبیداللہ ہے جو مجہول ہے۔ اور اس سلیمان راوی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دے کر اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

نیز یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت جابرؓ کے واسطہ سے مسلمان ہونے کی شرط پر عبداللہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب استیعاب میں درج کی ہے اور جس کی روایت ابن ابی زبیر کی زبانی تحریر کی ہے۔ اور یہ سند بہت زیادہ صحیح ہے۔

علاوہ ازیں یہی دار قطنی میں جید سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے بطریقہ موقوف بیان کی گئی ہے۔ اور یہی حدیث بیہقی نے اپنے شعب الایمان میں محمد بن منتشر کی سند سے قلمبند کی ہے۔

اس نوبت پر میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تصدیق کے بارے میں ہمارے استاد و شیخ نے بکثرت مواخذہ کیا ہے جس کا میں تذکرہ نہیں کرنا چاہتا۔

ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں عقیلی کے قول کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہیصم بن شداخ راوی بالکل مجہول ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسے ضعیف و ثقہ تحریر کیا ہے۔

شیخ وقت و عالم مدینہ منورہ امام حافظ الشیخ علی بن محمد بن عراقی نے اپنی کتاب تنزیہہ الشریعت فی احادیث الموضوعۃ میں یہ حدیث لکھی ہے کہ جس نے یکم سے نویں محرم تک کا روزہ رکھا اس کے لئے اللہ نے فضا میں چار میل مربع ایک قبہ بنا دیا جس

کے چار دروازے ہیں" اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث ابو نعیم نے حضرت انس کی زبانی بیان کی ہے جس میں ایک راوی موسیٰ طویل بھی ہے اور موسیٰ طویل وہ آفت کا پرکالا ہے جو حدیث گھڑتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث کہ جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اس کے لئے اللہ نے ان ساٹھ سال کی عبادت لکھ دی جس میں نماز روزے بھی ہیں"

۲۔ جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اسے اللہ تعالےٰ نے دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب دیا۔

۳۔ جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اسے اللہ تعالےٰ نے ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا۔

۴۔ عاشورا کا روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالےٰ دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔

۵۔ عاشورا کا روزہ رکھنے والے کو اللہ سات آسمانوں کا ثواب عنایت کرتا ہے۔

۶۔ عشرہ محرم کے دن جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا تو گویا اس نے اُمتّ محمدیہ کے تمام فقیروں کو کھانا کھلاکر شکم سیر کیا۔

۷۔ جس نے عاشورا کے دن کسی یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو اس کے ہر بال کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کو جنت میں بلند مراتب دیئے جائیں گے۔

۸۔ عاشورا کے دن اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا۔

۹۔ اللہ نے عاشورا کے دن لوح و قلم پیدا کئے۔

۱۰۔ عاشورا کے دن اللہ نے جبرئیلؑ، فرشتوں، آدمؑ، اور حضرت ابراہیمؑ کو پیدا کیا۔

۱۱۔ عاشورا کے دن اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو نار نمرود سے نجات دی۔

۱۲۔ عاشورا کے دن ہی اللہ نے دنبہ کی صورت میں حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ دیا۔

۱۳۔ عاشورا کے دن فرعون کو اللہ نے دریائے نیل میں غرق کیا۔

۱۴۔ عاشورا کے روز اللہ تعالےٰ نے حضرت ادریسؑ کو رفیع الدرجات بنایا۔

۱۵۔ عاشورا کے دن اللہ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔

۱۶۔ عاشورا کے دن اللہ نے حضرت داؤد کی بھول چوک معاف کی۔
۱۷۔ عاشورا کے دن ہی اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا۔
۱۸۔ عاشورا کے دن ہی قیامت برپا ہوگی۔

یہ تمام مذکورہ بالا احادیث، موضوع اور خود ساختہ ہیں جنہیں ابن جوزی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی تحریر کیا ہے اور لکھا ہے ان احادیث کے راویوں میں ایک راوی حبیب ابن حبیب بھی جو آفت کا پرکالا ہے اور جھوٹی احادیث گھڑتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ احادیث کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر سال بھر میں عاشورا کا روزہ فرض کیا۔ اس لئے اے لوگو اس دسویں محرم کے دن روزہ رکھو اور اس روز اپنے بال بچوں و متعلقین کو خوب کھلاؤ پلاؤ۔ کیونکہ جس نے اپنے مال وزر وغیرہ کے ذریعہ عاشورا کے دن اپنے متعلقین پر کشادگی کی تو اس پر اللہ تعالےٰ سال بھر تک کشادگی کرتا ہے۔ عاشورا کے دن روزہ رکھو کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔

عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو بلند درجات عنایت کئے۔

اسی دن اللہ نے حضرت ابراہیم کو آتش نمرود سے نجات دی۔
اور یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت نوحؑ کی کشتی پر سے اتارا۔
عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر توراۃ نازل فرمائی۔
اسی روز اللہ نے حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے بجائے دنبہ فدیہ دیا۔
اسی دن اللہ نے حضرت یوسفؑ کو جیل سے چھٹکارا دلایا۔
اور اسی دن اللہ نے یعقوبؑ کو ان کی قوت بینائی واپس دی
اسی دن اللہ نے ایوبؑ سے بلائیں دور فرمائیں۔
یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔
اسی دن اللہ نے دریا کو چیر کر بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنایا۔
اسی دن اللہ نے حضرت محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کئے۔

اسی دن حضرت موسیٰؑ نے دریائے نیل عبور کیا۔
یہی وہ دن ہے جس میں حضرت یونسؑ کی قوم کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی۔
اور جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔
یا یہ احادیث کہ سب سے پہلا دن عاشورا کا دن ہے جس میں اللہ نے یوم عاشورا پیدا کیا۔
عاشورا کا دن ہی وہ پہلا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مینہ برسایا۔
جس نے عاشورا کا روزہ رکھا تو گویا اس نے پورے زمانہ روزہ رکھا۔
دسویں محرم ہی وہ دن ہے جس میں تمام انبیاء اور حضرت موسیٰؑ نے روزہ رکھا۔
جس دن دسویں محرم کی رات کو شب بیداری کی تو گویا اس نے ساتوں آسمانی مخلوق کے مماثل عبادت کی۔
جس نے عاشورا کے دن چار رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ الحمد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ تلاوت کی تو اللہ نے اس کے ماضی و مستقبل کے پچاس پچاس سالہ گناہ معاف کر دیئے اور ملاء اعلیٰ (بلند ترین مقام اقتدار) میں اس کے لئے ایک ہزار نوری منبر بنا دیئے۔
عاشورا کے دن جس نے ایک گھونٹ شربت پلایا تو گویا اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔
عاشورا کے دن جس نے اہل بیت کے مسکینوں کو پیٹ بھر کھلایا تو وہ پل صراط پر سے بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔
عاشورا کے دن جس نے کچھ بھی خیرات کی تو گویا سال بھر اس نے کسی سائل کو اپنے در سے واپس نہیں کیا۔
عاشورا کے دن جس نے غسل کیا تو وہ مرض موت کے سوائے کبھی بیمار نہ ہوگا۔
عاشورا کے دن جس نے سرمہ لگایا تو پورے سال اس کی آنکھیں نہیں آئیں گی۔
عاشورا کے دن جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا اس نے دنیا جہاں کے تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی۔

عاشورا کے دن جس نے کسی کی عیادت کی تو گویا اس نے تمام اولاد آدمؑ کے مریضوں کی عیادت کی۔

مذکورہ بالا احادیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے اور آخر میں تحریر کیا ہے کہ ان احادیث کے بیان کرنے والے راویوں کے نام درست ہیں اور یہ راوی بذات خود ثقہ ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ بعض متاخرین نے خود ساختہ احادیث مرتب کر کے ان ثقہ راویوں کی اسناد سے منسوب کر دی ہیں[1]۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا امام الشہداء، سعادت آثار سبط رسول اللہ امام وقت ابو عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ سے متعلق احادیث و اقوال۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے جبریل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حسین علیہ السلام دریائے فرات کے ساحل پر شہید کئے جائیں گے۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ، سرزمین "طف" میں شہید کیا جائے گا۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس اس کی تربت کی یہ مٹی لائے تھے جہاں انہیں دفن کیا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو ابن سعد اور علامہ طبرانی کی کبیر)

ام فضل بنت حارث نے رسول اکرم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میری امت کے لوگ عنقریب میرے اس بیٹے حسین علیہ السلام کو شہید کریں گے اور ان کی تربت کی سرخ مٹی جبریل علیہ السلام میرے پاس لائے۔ (ابوداؤد اور حاکم کی مستدرک)

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ سرزمین فرات میں شہید کیا جائے گا تو میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا جس سرزمین پر وہ قتل کیا جائے گا وہاں کی مٹی لاکر مجھے دکھاؤ۔ چنانچہ وہ مٹی لائے اور کہا ملاحظہ فرمایئے یہ ان کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔ (ابن سعد)

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ میرا بیٹا حسین، سرزمین عراق کے مقام کربلا میں شہید کیا جائے گا، لہٰذا اس وقت جو کوئی موجود ہو وہ ان حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کرے۔

(اس روایت کو علامہ بغوی، ابن سکن، ماوردی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے انس بن حارث بن منبہ راوی کے ذریعہ تحریر کیا ہے)

امام بغوی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صرف انس بن حارث رضی اللہ عنہ کی زبانی سنی گئی۔ اور ان کے سوائے کسی دوسرے نے یہ روایت بیان نہیں کی۔

ابن سکن کا بیان ہے کہ انس بن حارث رضی اللہ عنہ نے اسناد کے ساتھ صرف یہی روایت بیان کی ہے۔ اور اس روایت کے علاوہ انس بن حارث سے کوئی دوسری روایت مروی نہیں ہے۔

یہ روایت کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور اس کے مقتل کی یہ مٹی ہے، اس روایت کو علامہ حنبل نے بھی اپنی "ارشاد" میں تحریر کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہمزبان مروی ہے ایک دن ہمارے گھر میں جبریل علیہ السلام موجود تھے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ چاہتے ہیں؟ رسالت مآب نے فرمایا ہاں دنیا میں انہیں چاہتا ہوں۔ اس پر جبرئیل نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میدان کربلا میں انہیں عنقریب شہید کرے گی، پھر مقتل کی مٹی لائے اور ہم دونوں نے وہ مٹی دیکھی۔ (طبرانی کی کبیر)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے مجھے اطلاع دی کہ میرے ابن فرزند حسین رضی اللہ عنہ کو میرے بعض امتی شہید کریں گے اور قاتلین پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ (ابن عساکر)

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قتل گاہ حسین کی مٹی لاکر مجھے دکھائی۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہانے والے پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ اس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بے حد حزن و ملال ہے کہ میری امت میں کون ایسا ہوگا جو میرے بعد حسین کو شہید کرے گا۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے جبرئیل نے آکر مجھے بتایا کہ میری امت کے چند افراد میرے بیٹے حسین کو شہید کریں گے، اور میرے مطالبہ پر جبریل علیہ السلام نے ان کی تربت کی سرخ مٹی لاکر مجھے دکھائی (طبرانی کی کبیر)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے، اللہ نے بذریعہ وحی مجھے بتایا کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام کے قتل کے عوض ہم نے ستر ہزار لوگوں کو قتل کرایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کے قتل کے بدلے ستر ہزار ضرب ستر ہزار قتل

کراؤں گا۔ (حاکم کی مستدرک)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پہلے سے میرے پاس جبریلؑ کھڑے تھے، پھر کہا دریائے فرات کے ساحل پر حسینؓ قتل کئے جائیں گے، اگر آپ کہیں تو بس انکی تربت کی آپ کو مٹی سونگھاؤں؟ میں نے کہا سونگھایئے اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور مٹھی بھر مٹی لاکر میرے حوالہ کی اس نوبت پر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت علیؓ ابی امامہؓ، انس اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالہ سے مندرجہ بالا روایت احمد ابو العلی، ابن سعد اور طبرانی نے لکھی ہے۔

علاوہ ازیں ابن عساکر نے ام المومنین حضرت ام سلمہ، ام فضل بنت حارث زوجہ عباسؓ کے حوالہ سے اور ابن سعدؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے وسیلہ سے اور ابو العلی نے ام المومنین حضرت زینب کے ذریعہ یہ روایات قلمبند کی ہیں، اگر پائیں وہ چتکبرا کتا دیکھ رہا ہوں جو میرے اہلبیت کا خون پی رہا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اکرم نے فرمایا اے عائشہ رضہ! تعجب خیز خبر یہ ہے کہ میرے پاس ابھی ابھی وہ فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرے اس بیٹے کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر آپؐ فرمائیں تو میں ان کی تربت کی مٹی دکھادوں اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سرخ مٹی لاکر مجھے دکھائی۔ (طبرانی کی کبیر)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قاتل ملعون یزید کو اللہ برکت نہ دے۔ کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرایا حسینؑ کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کا قاتل کا بھی دکھایا گیا۔ اور جتایا گیا کہ جن کے روبرو حسینؓ قتل کئے جائیں گے وہ ان کی مدد نہ کریں گے۔ اور اسی سبب سے اللہ نے ان پر ایک عام عذاب مسلط کر دیا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت حسینؓ سنہ ۶۰ھ کی ابتدا میں قتل کئے جائیں گے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کبیر میں تحریر کیا اور خطیب وابن عساکر نے حضرت ام سلمہؓ سے مروی لکھا ہے جس کا ایک راوی سعد بن ظریف متروک ہے۔

ابن حبان نے لکھا ہے کہ سعد بن ظریف وہ شخص ہے جو خود ساختہ حدیثیں بیان کرتا ہے اس روایت کو ابن جوزی نے موضوعات میں تحریر کیا ہے۔

یہ روایت حضرت حسینؓ اس وقت مقتول ہوں گے جبکہ قنبران پر چھا جائے گا، طبرانی نے اپنی کبیر میں اور بیان کیا ہے کہ اس کا راوی سعد بن ظریف ہے جو باغی و باطل پرست ہے، حسینؓ کو قتل کیا جائے گا، ان کی تربت کی مٹی دکھائی گئی اور ان کے قاتل کا پتہ بتایا گیا اس روایت کو معاذ کے ذریعہ بھی لکھا ہے۔

جامع الاصول میں ترمذی کی حدیث ایک انصاری خاتون سلمٰی کی زبانی یہ لکھی ہے کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوئی اور وہ گریہ زاری کر رہی تھیں، میں نے کہا آپؓ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا میں نے ابھی خواب میں رسول اکرمؐ کو روتے دیکھا، آپؐ کی ڈاڑھی اور سر کے بال گرد آلود تھے یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ ارشاد عالی ہوا میں نے ابھی ابھی حسینؓ کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

اور یہی حدیث بخاری و ترمذی میں حضرت انسؓ کی زبانی یوں تحریر ہے کہ گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر لا کر ایک طشت میں رکھا گیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے سر حسینؓ کو ایک لکڑی سے چھیڑا اور ان کی کچھ تعریف کی تو میں (انسؓ) نے کہا۔ بخدا یہ رسول اکرمؐ سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت سر حسین وسمہ کے خضاب سے رنگین تھا۔

نیز ایک روایت حضرت انسؓ کی زبانی یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا جن کی ناک میں عبیداللہ بن زیاد ایک لکڑی کرنے لگا۔ اور کہنے لگا میں نے ایسا خوبرو کسی کو نہیں دیکھا۔ تو میں نے (انسؓ) نے کہا بخدا یہ رسول اللہؐ سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ (ترمذی)

عمارۃ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ اور اس کے ساتھیوں کا سر کاٹ کر مسجد میں لایا گیا[۱] جہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں (عمارۃ) بھی اس بھیڑ میں سے گھس کر

---

[۱] عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ کا سر کاٹ کر پہلے کوفہ کے قصر امارہ میں مختار بن عبید کے آگے رکھا گیا اور پھر اس ظالم مختار کے حکم سے مسجد بھیجا گیا تاکہ لوگ حاکم وقت مختار سے خوف زدہ رہیں۔ ۱۲

مسجد میں پہنچ گیا۔ اور اس ہجوم نے کہا وہ آیا وہ آیا یعنی ایک سانپ تھا جو مقتولوں کی سروں میں سے گھستا ہوا عبیداللہ کے سر کے پاس آیا اور اس کی ناک میں گھس کر تھوڑی دیر بیٹھا رہا اور پھر نکل کر آنکھوں میں غائب ہو گیا۔

اس کے بعد لوگوں نے پھر شور مچایا وہ آیا وہ آیا۔ اور اس سانپ نے دو یا تین مرتبہ پہلے کی طرح عمل کیا۔ (ترمذی)

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء اور امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل میں حضرت ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں (ابن عباسؓ) نے رسول اکرمؐ کو ٹھیک دوپہر کے وقت اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ کے بال پراگندہ و غبار آلود ہیں۔ اور آپؐ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ یہ دیکھ کر میں (ابن عباسؓ) نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسولؐ اللہ یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا یہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج اب تک جمع کرتا رہا ہوں۔ جب لوگوں نے اس خواب کے دن کا حساب لگایا تو وہ شہادت حسینؓ کا دن نکلا۔[1]

جنات کی نوحہ خوانی

ابو نعیم نے دلائل میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ حسینؓ پر جنات کو گریہ و زاری اور نوحہ کرتے میں نے خود سنا ہے۔

ثعلبی نے اپنی امالی میں ابن حبان کلبی کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے کربلا میں پہنچ کر ایک شریف عزت دار آدمی سے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ جنات کے نوحے سنتے ہیں؟ اس نے جواباً کہا آپ جس سے مل کر پوچھیں گے وہ یہی کہے گا کہ میں نے خود سنے ہیں۔ اس پر میں نے ان صاحب سے کہا اچھا بتایئے وہ کیا نوحہ پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں نے جنات کو یہ نوحہ پڑھتے سنا ہے۔

رسول اکرمؐ نے حسینؓ کی پیشانی پر دست مبارک پھیرا تو ان کے رخساروں سے روشنی چمکنے لگی۔

1۔ تاریخ الخلفاء ۱۳۲

حسین رضی اللہ عنہ کے والدین قریش کے بزرگ ترین تھے اور ان کے نانا بہترین صفات کے نانا تھے۔

یزید رخنہ انداز ابو یعلی نے ایک ضعیف روایت کے ساتھ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے معاملات ہمیشہ حق و انصاف کے ساتھ تصفیہ پذیر ہوں گے مگر خاندان بنو امیہ میں سے یزید ہی وہ پہلا شخص ہو گا جو معاملات امت میں رخنہ اندازی کرے گا۔

رویانی نے اپنی مسند میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اکرم کو ارشاد فرماتے خود سنا ہے کہ اموی خاندان کا یزید ہی وہ پہلا شخص ہو گا جو میری سنتوں میں ردو بدل کرے گا۔

نوفل بن فرات کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا تنے میں کسی نے یزید بن معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر المومنین یزید بن معاویہ کہا اس پر خلیفہ وقت عمر بن عبد العزیز رح نے کہا اے شخص تو نے یزید کو امیر المومنین کہا یہ تیرا جرم ہے۔ پھر اس شخص کو بیس کوڑے لگوائے۔

امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مصالحت

امام المسلمین حضرت حسنؓ ابن علیؓ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی مکر و فریب سے بالکل علیحدگی اور باہمی میل ملاپ۔

سنہ ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے خروج فرمایا۔ امام حسنؓ سامنے آئے۔ اور بحق امیر معاویہؓ حق خلافت سے دستبرداری اختیار کی۔ اسی وجہ سے اس سال کو عام الجماعۃ (سنہ اجماع) کہتے ہیں کیونکہ یہی وہ سال ہے جس میں تمام امت نے صرف ایک شخص کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا اسی سال یعنی ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے مروان بن حکم کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔

سنہ ۴۳ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے مملکت رے وغیرہ اور اور علاقہ بجستان کے بعض شہر نیز سوڈان کے اطراف کے خطے فتح کئے۔

اسی سال یعنی ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد بن امیہ کو اپنا نائب بنایا۔ اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعہ احکامات رسالت مآبؐ کی خلاف ورزی کی گئی۔ (ثعالبی وغیرہ)

قرارداد خلافت یزید

سنہ ۵۰ھ میں امیر معاویہؓ نے قنامیوں کو بلایا کہ ان کے بعد ان کے بیٹے یزید کی خلافت ماننے کے لئے اس کی ولی عہدی پر بیعت کریں۔

امیر معاویہ کا یہ پہلا عمل تھا جو انھوں نے اپنی صحت کی حالت میں اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اور یزید کو ولی عہد بنایا۔ اس کے بعد مروان بن حکم گورنر مدینہ کو فرمان بھیجا کہ باشندگان مدینہ سے بھی یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی جائے چنانچہ مروان نے مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا امیر المومنین امیر معاویہؓ کا منشا ہے کہ وہ اپنے فرزند یزید کو ولی عہد خلافت مقرر کریں جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد خلافت میں نامزدگی کا طریقہ رائج تھا یہ سنکر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے اور کہا ان بزرگوں کی نامزدگی

خلافت کا طریقہ نہ کہو بلکہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ کہو۔ بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک نے بھی اپنی اولاد کو ولی عہد خلافت مقرر نہیں فرمایا اور اپنے خاندان والے کو بھی ولی عہد یا نامزد خلافت نہیں فرمایا۔

امیر معاویہؓ کی مدینہ میں آمد

۵۱ھ میں امیر معاویہؓ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو بلوایا اور ان سے کہا ابن عمرؓ آپ ہم سے کہا کرتے تھے مجھے اس شب تار میں بھی سونا پسند نہیں جبکہ ہم پر کوئی امیر نہ ہو۔ اب مسلمانوں میں فساد انگیزی اور ان کی لاٹھی کے دو ٹکڑے کرنے سے میں تم کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کھڑے ہوئے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے اور ان کے بھی فرزند تھے اور تمہارا بیٹا ان کے فرزندوں سے بہتر نہیں۔ ان خلفائے راشدین نے اپنے بیٹوں کے لئے وہ امر نا پسند کیا جو تم اپنے بیٹے کے لئے کرنا چاہتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خلیفہ کا انتخاب عام مسلمانوں پر چھوڑا اور ہر دور کے مسلمانوں نے اپنے حق خود اختیاری کے پیش نظر اپنے لئے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اب بحالت موجودہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ میں مسلمانوں کی متحدہ قوت کے دو ٹکڑے نہ کردوں۔ بخدا میں مسلمانوں میں انتشار کرنے والا نہیں ہوں۔ میں امت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ جب پوری امت کسی پر اجماع کر لے گی تو میں بھی ان کو مان لوں گا۔ یہ سنکر امیر معاویہؓ نے کہا، اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ واپس چلے گئے۔

پھر امیر معاویہؓ نے عبدالرحمن ابن ابوبکرؓ کو بلوا کر پہلے کی طرح ان سے بھی کہا۔ دوران حکم میں حضرت عبدالرحمن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا آپ کو گمان ہو گیا ہے کہ آپ کے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے متعلق ہم لوگوں نے آپ کو اپنا وکیل و مختار عام بنالیا ہے۔ بخدا آپ کا یہ گمان بالکل باطل ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان مجلس عاشورٰی میں کسی بات پر متفق ہو جائیں ورنہ میں بتائے دیتا ہوں کہ تفرقہ اندازی کا بار آپ کے کندھوں پر رہے گا۔ اتنا کہہ کر حضرت عبدالرحمن جاتے کے لئے بیٹھ گئے تو امیر معاویہؓ نے کہا اے اللہ میری مدد کر اور یزید کی ولی عہدی د

خلافت کے نتائج سے میری ذات کو محفوظ رکھ۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اے حیا والے۔ یہاں سے شامیوں کے پاس اپنا تخیل نہ جانے دیجئے۔ مجھے خوف ہے کہ میرے اس معاملہ میں آپ سبقت کر بیٹھیں گے۔ مجھے صرف اتنی مہلت دیجئے کہ میں سب کو مطلع کر دوں کہ آپ نے بیعت کر لی ہے۔ پھر حسب دلخواہ جو چاہے کر لیجئے گا۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ نے عبداللہ ابن زبیرؓ کو بلوا کر کہا اے ابن زبیرؓ! تم اس تیز رو لومڑی کی مانند ہو جو ایک بل سے نکل کر دوسری میں گھس جاتی ہے۔ میرا ایقان ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے فرزندوں سے تم مل چکے ہو اور ان کے کان میں تم نے کچھ پھونک دیا ہے۔ اور ان دونوں کو ان کی ذاتی رائے کے خلاف کسی اور کے حق میں رائے دہی پر آمادہ کر دیا ہے۔ یہ سنکر عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا آپ اگر تخت شاہی سے بیزار ہو گئے ہیں تو بصد شوق استعفیٰ دیجئے اور اس کے بعد اپنے صاحبزادہ کو کھڑا کیجئے تاکہ ہم اس کی بیعت کر سکیں تو فرمایئے کہ ہم کس کی سنیں اور کس کا کہا مانیں کیونکہ دو خلیفہ موجود رہیں گے۔ اور واضح رہے کہ وقت واحد میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہہ کے عبداللہ ابن زبیرؓ چلے گئے اس کے بعد امیر معاویہؓ نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا میں نے کچھ اشخاص کی یہ باتیں سنی ہیں کہ ابن ابوبکرؓ ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کسی قیمت پر یزید کی خلافت کی بیعت نہیں کریں گے حالانکہ ان حضرات نے برضا و رغبت یزید کی بیعت کر لی ہے۔ یہ سنکر شامیوں نے کہا ہم اس وقت ہرگز ہرگز یہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ اس وقت مان لیں گے جب وہ ہم سب کی موجودگی میں بیعت یزید کا علی الاعلان اقرار کریں۔ بصورت دیگر ہم ان کے سر قلم کر دیں گے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا سبحان اللہ استغفر اللہ قریش کی شان میں اس قدر جلد بازی اور یہ شرارت۔ یاد رکھو آج کے بعد تم میں سے کسی کی زبان سے آئندہ ایسی گستاخ باتیں نہ سنوں۔ اس کے بعد منبر سے اتر گئے۔

لوگوں نے باہم کہنا شروع کیا کہ ابن ابوبکرؓ ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت کر لی حالانکہ یہ ہر سہ حضرات قسمیہ کہتے رہے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور کیفیت یہ کہ لوگ ہاں اور نہیں یعنی مثبت و منفی اقوال زبان پر لاتے

رہے۔ اور امیر معاویہؓ مدینہ سے روانہ ہو کر مملکت شام واپس چلے گئے۔

دیگر آراء حضرت حسنؒ بصری کا بیان ہے لوگوں میں فتنہ و فساد کی آگ سلگانے والے صرف دو آدمی ہیں جن میں سے ایک عمر بن عاص ہیں جنہوں نے امیر معاویہؓ کو نیزوں پر قرآن کریم اٹھانے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم نیزوں پر اٹھائے گئے ہیں اور ابن قراء کا قول ہے کہ خارجیوں کو انہوں نے ہی ثالث بنایا تھا اور یہ وہ ثالث تھے جن کا چرچا قیامت تک رہے گا۔

فسادیوں میں سے دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کوفہ میں امیر معاویہؓ کے گورنر تھے جن کے نام امیر معاویہؓ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس کے حکم نامہ کی وصولیابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو۔ لیکن مغیرہ نے تعمیل حکم میں تعویق کی اور یہ تعویق دربار میں پہنچنے پر امیر معاویہؓ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا ایک معاملہ پیش تھا جسے سلجھانے اور مفید طلب بنانے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا بتاؤ۔ مغیرہ نے جواب دیا آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا۔ دریافت کیا آیا تم نے یہ پورا کر لیا؟ جواب دیا۔ جی ہاں۔ یہ سنکر امیر معاویہؓ نے کہا اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسب سابق اپنے فرائض انجام دو۔ یہاں سے لوٹ کر مغیرہ جب اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا۔ بتاؤ کیسی رہی؟ مغیرہ نے کہا میں نے معاویہؓ کے پاؤں اس ناواقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک وہ گرفتار رہیں گے۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ عمر بن حزام نے بصورت قاصد و نمائندہ امیر معاویہؓ سے کہا۔ اللہ سے لو لگائے رہو۔ تم امت محمدیہ پر کیسے شخص کو خلیفہ بنا رہے ہو؟

امیر معاویہؓ نے جواب دیا۔ آپ کی نصیحت سر آنکھوں پر۔ البتہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ منصب خلافت کے لئے ان کے بیٹوں اور میرے بیٹے کے سوائے کوئی اور نظر نہیں آتا۔ اور میرا بیٹا زیادہ مستحق ہے۔

عطیہ بن قیس کا بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے دوران خطبہ میں کہا اے اللہ میں نے یزید کو اس کی قابلیت کے پیش نظر ولی عہد خلافت مقرر کیا ہے۔ تو میری یہ تدبیر پوری کر اور یزید کی امداد فرما۔ اور اگر وہ نااہل خلافت ہو اور میں نے محض محبت پدری کے تحت یہ کام کیا ہو تو، تخت ولایت خلافت پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اسے موت کی آغوش میں سلا دے۔

حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ حقیقت حال یہ ہے کہ بدبخت و سرکش یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ جسے ان کے والد نے لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ولی عہد خلافت مقرر کیا۔ امیر معاویہؓ نے ماہ رجب ۶۰ھ میں وفات پائی تو سب سے پہلے شامیوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر یزید نے اپنا ایک قاصد مدینہ روانہ کیا تاکہ باشندگان مدینہ سے بیعت لے۔ لیکن حضرت حسین و عبداللہ ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کیا اور راتوں رات مدینہ سے جانب مکہ روانہ ہو گئے۔

عبداللہ ابن زبیرؓ نے یزید کی نہ بیعت کی اور نہ خود ہی اپنے لئے کوئی خواہش کی البتہ حضرت حسین کی کیفیت یہ تھی کہ امیر معاویہؓ کے دور خلافت ہی میں کوفیوں نے آپ کو خطوط لکھے اور امیر معاویہؓ پر چڑھائی کے لئے بلایا تھا۔ جس پر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ لیکن اب جبکہ یزید کی بیعت خلافت ہونے لگی تو اس زمانہ میں آپ کبھی غم زدہ و متفکر ہونے لگا ہے اپنے قیام کا خیال کرتے اور لگا ہے کوفہ کی جانب روانگی کا ارادہ کرتے۔ اس عالم تذبذب میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے آپ کو کوفہ جانے کا مشورہ دیا۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا۔
عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا آپ مدینہ چھوڑ کر نہ جایئے۔ اللہ نے رسول اکرمؐ کو اختیار دیا تھا کہ دنیا و آخرت میں سے جسکو چاہیئے پسند فرمایئے لیکن رسالت مآب نے آخرت کو پسند فرمایا۔ چونکہ آپ بھی سرور عالمؐ کے جگر گوشہ ہیں اس لئے دنیا آپ کو بھی نہ ملے گی۔ اتنا کہہ کر حضرت حسینؓ سے عبداللہ ابن عمرؓ گلے مل کر رو دیئے اور انہیں الوداع کہا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اکثر کہا کرتے تھے مدینہ سے روانگی میں حضرت حسینؓ

نے بہت زیادہ عجلت سے کام لیا۔ اور میری جان کی قسم انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائیوں سے عبرت نہ لی۔

نیز حضرت جابر بن عبداللہ، ابو سعید خدری، اور ابو واقد لیثی وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکتے رہے مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور عراق کی جانب روانگی کا عزم مصمم کر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے تو یہاں تک کہا اے حسینؓ بخدا۔ میرا گمان ہے کہ اپنے بیٹوں بیٹیوں اور خواتین کی موجودگی میں آپ اسی طرح شہید کر دیئے جائیں گے جیسے حضرت عثمان ابن عفان شہید کر دیئے گئے۔ جب حضرت حسینؓ نے ابن عباسؓ کی بات نہ مانی تو انہوں نے روتے ہوئے کہا آپ نے عبداللہ ابن زبیر کا مشورہ قبول کر لیا۔ اور عبداللہ ابن زبیرؓ کو دیکھ کر کہا حسینؓ تمہارے مشورہ پر عمل کر رہے ہیں اور تم کو چھوڑ کر سرزمین حجاز تمہارے لئے چھوڑے جا رہے ہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

(ترجمہ) اے کلغی دار پرند! موجودہ سبزہ زار ہی نہیں بلکہ فضا بھی تیرے لئے خالی ہے اس میں تو شوق سے انڈے دے، بچے نکال اور جہاں سے چاہے غذا حاصل کر، خوش ہو جا کیونکہ آج تیرا شکاری تیرے ہی سامنے سرنگوں ہے۔

کوفہ کو کوچ

عراقیوں نے متعدد خطوط اور قاصد حضرت حسینؓ کے پاس بلانے کے بھیجے جس کے نتیجہ میں حضرت حسینؓ تاریخ ۸۔ ذی الحجہ ۶۰ھ مردوں، اور عورتوں کو ساتھ لئے عراق کی جانب روانہ ہوئے۔ دوسری جانب یزید نے عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ وہ آپ سے نبرد آزمائی کرے چنانچہ اس نے چار ہزار فوجیوں کا لشکر عمر بن سعد کی سرکردگی میں حضرت حسینؓ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نوبت پر عراقیوں کوفیوں نے اپنی قدیم عادت کے موافق حضرت حسین کو بے یار و مددگار چھوڑ کر آپ سے بے وفائی کی۔ اور اسی طرح دغا دی جیسی کہ آپ کے والد بزرگوار کو دھوکہ دیا تھا۔

شہادت حسینؓ

یزیدی ہتھیار بند فوج نے جب حضرت حسینؓ کو راستہ ہی میں گھیر لیا تو آپ نے صلح کی درخواست کی اور کہا یا تو مکہ واپس جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو تاکہ خود بذاتہ اس کے ہاتھ پر بیعت

کریں لیکن ان فوجیوں نے آپ کی بات نہ مانی اور کہا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کا حکم ہے تاکہ آپ کو ٹھنڈا کر دیں۔ غرضکہ میدان جنگ میں آپؓ کو شہید کر کے آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر عبید اللہ ابن زیاد گورنر عراق کے سامنے لایا گیا۔ آپ کے قاتل، ابن زیاد اور یزیدان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔

آپ کی شہادت میدان کربلا میں ہوئی اور یہ جان گسل سانحہ اتنا زیادہ طویل ہے جس کے تذکرہ کی دل کو سکت نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت حسینؓ کے اثرات

حضرت حسینؓ کے ساتھ اہل بیت کے سولہ۱۶ مرد شہید ہوئے شہادت حسینؓ کے ہنگامہ کے وقت دنیا میں سات دن تک اتنا اندھیرا رہا کہ دیواروں پر دھوپ کا رنگ ہلکا زرد معلوم دیتا۔ اور سات دن تک ستارے ٹوٹتے رہے آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ کے دن سورج کو گہن لگا۔ آپ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور پھر یہ سرخی افق رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔

افق آسمان پر جو سرخی اب موجود ہے یہ شہادت حسینؓ سے پہلے قطعاً نہ تھی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ شہادت حسینؓ کے دن شہر بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا۔

عراقی کوئی فوج میں جس قدر زرد رنگ رنگنے والی گھاس تھی وہ سب مٹی ہو گئی یعنی وہ رنگنے کے قابل نہ رہی۔

عراقی فوج جب کھانے کے لئے کوئی اونٹ ذبح کرتی تو اس کے گوشت میں آگ نظر آتی۔ اور جب اس گوشت کو پکاتے تو وہ کڑوا ہو جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حسینؓ کی شان میں کچھ سخت سست باتیں کہیں تو بحکم الہیٰ آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس سے اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

ثعلبی کی تحریر ہے کہ عبد الملک بن عمر لیثی کی زبانی مختلف راویوں نے روایتیں بیان کی ہیں عبد الملک کا بیان ہے کہ میں نے عبید اللہ بن زیاد کے روبرو سر حسینؓ ایک ڈھال پر رکھے دیکھا پھر اسی گورنر ہاؤس میں عبید اللہ بن زیاد کا سر ایک ڈھال پر مختار بن عبید کے آگے پڑا دیکھا۔ اور کوفہ کے اسی قصر الامارۃ میں مختار کا سر

مصعب بن عمیر کے دربار میں دیکھا۔ اور اسی گورنر ہاؤس میں مصعب بن عمیر کا سر عبدالملک کے روبرو پڑا دیکھ کر جب پورا واقعہ اپنے وقت کے گورنر عبدالملک سے بیان کیا تو اس نے اس قصر کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔

یزید کی مسرت و شرمندگی حضرت حسینؓ اور ان کے خاندان کے افراد جب شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے اور سروں کو دیکھ کر یزید پہلے تو ان کی شہادت سے خوش ہوا لیکن جب دوسرے مسلمان ان بزرگوں کے قتل پر ملامت کرنے لگے تو شرمندہ ہوا۔ لوگ عام طور پر یزید سے بغض و عداوت رکھتے تھے اور لوگوں کا یزید کو برا کہنا حق بجانب ہے۔

یزید کا مکہ مدینہ پر حملہ ۶۳ھ میں یزید کو اطلاع دی گئی کہ باشندگان مدینہ نے چڑھائی کا ارادہ کیا اور اس کی بیعت فسخ کر دی ہے تو یزید نے ایک زبردست فوج روانہ کر کے افسر فوج کو حکم دیا کہ مدینہ والوں سے نبرد آزمائی کی جائے۔ اور اسی کے ساتھ ایک فوج مکہ معظمہ بھیجی کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے معرکہ آرا ہو کے انہیں قتل کر دے۔ یزیدی فوج جو مدینہ منورہ آئی تھی اس نے باب طیبہ میں معرکہ حرّہ قائم کیا اور مدینہ والوں کو دردناک تکلیفیں پہنچائیں۔ لوگو! تمہیں کیا معلوم کہ معرکہ حرّہ کیا چیز ہے۔ سنو! معرکہ حرّہ دردناک تکلیف دینے والی جنگ وہ عظیم سانحہ ہے جس کے بیان کی دل میں قوت نہیں اور کوئی کان اس کے سننے کی طاقت بھی نہیں رکھتا معرکہ حرّہ اس سانحہ عظیم کو حضرت حسن بصریؒ نے اس طرح بیان کیا کہ بخدا یزیدی فوج کی اس دردناک تکالیف دینے والی جنگ میں اکثر صحابہ شہید کئے گئے اور ہزارہا کنواریوں کی عصمت دری کی گئی اور مدینہ کو لوٹا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یزید پر لعنت رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے جس نے مدینہ والوں کو خوف زدہ کیا اللہ اس کو خوف زدہ رکھے گا۔ ایسے شخص پر اللہ تعالےٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (مسلم)

باشندگان مدینہ نے یزید کی بیعت اس لئے فسخ کی کہ یزید کے گناہ وجرائم

حد سے تجاوز کر گئے تھے۔

علامہ واقدی نے کئی طریقوں سے عبداللہ بن حنظلہ غسیلؓ کی زبانی لکھا ہے قسم بخدا ہم یزید پر چڑھائی نہ کرتے لیکن اس کے حالات اور مختلف جرائم کے سبب ہم خوفزدہ تھے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش نہ ہو۔ یزید کے زمانے میں اس کے مقرب لوگ اپنی بیٹیوں بہنوں اور باپ کی بیویوں سے شادی کرنے لگے تھے یزید خود شراب نوشی کرتا اور تارک نماز تھا۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ یزید نے باشندگانِ مدینہ کے ساتھ جو سختیاں کیں وہ کیں لیکن اس کے باوجود وہ شراب خور اور ممنوعہ اعمال کا مرتکب تھا۔ اسی سبب سے لوگ اس سے ناراض ہوئے اور اس پر سب نے متفقہ طور پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اللہ یزید کو غارت کرے اس نے فوج حرّہ مکہ معظمہ میں صرف حضرت ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کی۔ اس لوبت پر مقررہ سردار فوج مرگیا تو یزید نے دوسرا سردار فوج مقرر کیا جس نے مکہ میں گھس کر حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور انکے قتل کے لئے منجنیق اور کربن کے ذریعہ خوب سنگباری کی اور اس طرح ماہ صفر ۶۴ھ میں آگ کے شعلوں سے خانہ کعبہ کا غلاف خاکستر کیا اور خانہ کعبہ کی چھت بھی جلا ڈالی اور مینڈھے کے وہ سینگ جو حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے فدیہ کے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے وہ بھی جلا ڈالے۔

ہلاکت یزید ۱۴-۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں اللہ نے یزید کو ہلاک کیا اور اس کے مرنے کی خبر دم کے دم میں عام ہو گئی۔

ماہ صفر

ماہ صفر میں نحوست اور بدفالی لینے کی متعدد احادیث اور جامع الاصول کی احادیث کا مفہوم

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے رسالت مآبؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ماہ سفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔ (مسلم)

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا بیماری، نحوست اور شیطان وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا یہ سن کر ایک دیہاتی نے کہا ریت کے میدان کا وہ اونٹ جو ہرن کی طرح تیز ہے یہ خارشتی اونٹ دوسرے اونٹوں میں گھس کر ان میں خارش پیدا کر دیتا ہے یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد عالی ہوا یہ تو بتاؤ کہ پہلے والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟ (بخاری، مسلم اور ابوداؤد)

بخاری میں تحریر ہے کہ ماہ صفر میں بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت اور نحوست کے اثرات کوئی چیز نہیں ہیں۔

مسلم میں لکھا ہے کہ بیماری، شیطانی گرفت، ستاروں کی گردش، اور نحوست کا ماہ صفر سے کوئی تعلق نہیں۔ اور مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ بھوت پریت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ابن عطیہ نے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد بیان کیا کہ بیماری، شیطانی گرفت اور نحوست دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اور یاد رہے کہ بیمار اونٹ کبھی تندرست اونٹوں میں نہ جانے پائے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ کیوں؟ ارشاد عالی ہوا کہ بیمار اونٹ دوسروں کی تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔ (موطا از امام مالکؒ)

جامع کبیر میں یہ حدیث درج ہے کہ بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت، نحوست کوئی چیز نہیں ہیں، جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ مسند از امام احمد و بخاری: ابوہریرہؓ کا بیان ہے ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی، ذرا بتاؤ کہ پہلے والے کو خارش کیسے ہوئی؟ بیماری کی چھوت اور بدشگونی کوئی چیز نہیں، اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس طرح کی زندگی، رزق اور مشکلات لکھ دی ہیں۔ (مسند از امام احمد و جامع از امام ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ بیماری، شگون، شیطانی گرفت

نحوست بھوت پریت کے اثرات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ (امام احمد و مسلم)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ بیماری، نحوست اور شیطانی گرفت اثر انداز نہیں ہوتے۔

امام احمد بیہقی اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ کی زبانی بھی یہی حدیث مروی ہے۔

امام احمد و مسلم نے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ شگون، نحوست کسی شخص پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اور کسی بیمار کی بیماری کسی تندرست کو بیماری کا نشانہ نہیں بناتی۔ یہ حدیث قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے بھی اپنی کتاب "جزء من الحدیث" میں اپنے شیوخ کے توسط سے لکھی ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ شگون تکلیف و ایذا بھوت کسی پر اثر انداز نہیں ہوتے، نیز کوئی مہینہ کبھی ساٹھ دن کا نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ کی ذمہ داری کے قبول کرنے سے عہد شکنی کرے تو جنت کی خوشبو اسے ہرگز میسر نہ ہوگی۔ (معجم کبیر از طبرانی) اور بروایت ابن عساکر نے عبدالرحمن بن ابی عمیر مزنی کی زبانی بھی بیان کی ہے۔

طبرانی نے ابوامامہؓ کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ بیماری، شگون تکلیف و ایذاء ہی کسی انسان کے قابو میں نہیں۔ اور دو مہینے کبھی تیس دن کے نہیں ہوتے۔ اور جس نے اللہ کی ذمہ داری قبول کرنے سے عہد شکنی کی تو اسے جنت کی خوشبو میسر نہ ہوگی بھوت بھوت پریت، شیطانی گرفت اور شگون کوئی حیثیت و قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی موت، مشکلات و دشواری خود تحریر کر دی ہے۔ (امام احمد و خطیب)

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ بھوت، بدفالی، شیطانی گرفت اور شگون کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور بتاؤ پہلے شخص کو کس کی بیماری لگی ہے؟ (امام احمد و ابن ماجہ)

طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ بھوت کی بیماری، بدفالی، شیطانی گرفت اور شگون کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بیمار اونٹ کبھی تندرست اونٹوں میں نہ جانے پائے اور تندرست اونٹ جہاں چاہے آمد و رفت کرے۔ اس پر لوگوں نے کہا بیمار اونٹ کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟ فرمایا اس لئے کہ اس سے تکلیف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

علامہ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ چھوت شیطانی گرفت اور شگون کوئی چیز نہیں، البتہ جذامی سے اسی طرح خوفزدہ رہو جیسے شیر ببر سے ڈرتے ہو، چھوت شیطانی گرفت، بھوت پریت اور شگون کوئی اثر انداز چیز نہیں یہ روایت ابن جریرؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی تحریر کی ہے۔

ثعلبہ بن یزید حمانی نے حضرت علیؓ کی زبانی بیان کیا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے خود سنا ہے کہ شگون و شیطانی گرفت کوئی چیز نہیں اور کسی تندرست کو کسی بیمار کی بیماری نہیں لگتی۔ یہ سنکر میں (ثعلبہ) نے کہا اے علی کیا یہ آپ نے رسول اللہؐ سے اپنے کانوں سنا ہے، جواب دیا ہاں میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے (ابن جریر نے اس روایت کو بیان کر کے اس کی صحت تسلیم کی ہے)

صفر کے معانی

احادیث مذکرہ بالا میں لفظ "صفر" کا استعمال کیا گیا جس کے تشریحی معنی اور مفہوم درج ذیل ہیں۔

ابن کثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک "صفر" کے معنی پیٹ کے اندر کے سانپ کے ہیں جو انسان کو بھوک کی حالت میں ڈستا اور ستاتا ہے اور مرض متعدی کہلاتا ہے، حالانکہ اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

کرمانی نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ لفظ صفر جس میں ص اور ف دونوں پر زبر ہے اس کے معنی پیٹ میں کے سانپ کے ہیں اور لوگوں کا گمان ہے کہ یہ خارش سے بھی زیادہ متعدی مرض ہے۔

طیبی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے "لوگوں کا گمان ہے کہ صَفَر وہ سانپ ہے جو انسان کو بھوک لگنے پر کاٹتا ہے، اور بھوک کے وقت بھوک کی جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس کے ڈسنے سے پیدا ہوتی ہے"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان میں آتا ہے اور ان لوگوں کا گمان ہے کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں و آفتیں نازل ہوتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ماہ صفر میں شریعت اسلامیہ نے نزول آفات کا انکار کیا ہے۔

نہایہ میں ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صفر سے مراد "نسیئ" ہے یعنی ماہ محرم کے ایام کو بڑھا کر صفر کا مہینہ اس میں شامل کر لینا اور ماہ صفر کو ماہ محرم ٹھہرا کر اسے ایک معزز

مہینہ بنا لینا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ صفر کے معنی پیٹ کے ان کیڑوں کے ہیں جو دواب (کدو دانے) وغیرہ کی طرح بھوک کے وقت اچھلنے کودنے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ کیڑے موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ دواب جس میں بغیر نقطہ والی دال اور آخر میں ایک نقطہ والی ب ہے یہی صحیح ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ لفظ ذوات ہے جس میں پہلا حرف ایک نقطہ والی ذال اور آخری حرف دو نقطہ والی ت ہے۔ لیکن لفظ دواب ہی چند وجوہ سے صحیح ہے[۱]۔

نہایہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوکے رہنے کے سبب زرد رنگ ہو جانا سرخ اونٹوں کے حاصل ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ نیز صفر ان کیڑوں کو بھی کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جن سے انسان کا رنگ بالکل پیلا پڑ جاتا ہے اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے[۲]۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں لکھا ہے کہ صَفَرَ سے مراد مشہور مہینہ ہے جسے لوگ ایام جاہلیت میں اتنا بڑھاتے اور طول دیتے کہ ماہ محرم کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور محرم کی مانند اس کی عظمت کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے تحریر کیا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صفر سے مراد پیٹ کے وہ کیڑے ہیں جو سانپ کی طرح ہوتے ہیں[۳] اور بھوک کے وقت انسان کے پیٹ میں کاٹتے رہتے اور حد سے تجاوز کرتے رہتے ہیں۔ اور حد سے تجاوز کرنے کو اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔

ابوداؤد نے اپنی جامع الاصول میں بقیہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے محمد بن راشد سے ھامۃ کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ

---

[۱] اسی لفظ دواب ترجمہ من مترجم اقبال الدین احمد نے کدو دانے کیا ہے ۱۲

[۲] اس مرض کو طبی اصطلاح میں یرقان کہتے ہیں۔ از مترجم ۱۲

[۳] سانپ کی مانند پیٹ میں کیڑوں کو طبی اصطلاح میں کیچوے کہتے ہیں۔ از مترجم ۱۲

مردے کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس میں سے ھامۃ نکلتا ہے[1] اور زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس تصور کرتے اور اس سے بُرا شگون لیتے تھے اور رسول اکرمؐ نے فرمایا ماہ صفر سے بُرا شگون نہ لو۔ نیز میں نے ایک شخص کو کہتے سنا ہے کہ صفر کے معنی اس درد شکم کے ہیں جو بعض کے نزدیک مرض متعدی ہے۔

امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہراتے تھے۔ اس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا لا صفر (بدشگونی نہ لو) تفصیل کے لئے دیکھئے شرح غریب الطاء در بیان حدیث و تفسیر۔

علاوہ ازیں جاہل عربوں کا گمان ہے کہ صفر پیٹ میں کے اس سانپ کا نام ہے جو بھوک کے وقت کاٹتا رہتا ہے اور حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور در حقیقت اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

بندۂ کمزور (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کے حالات اللہ تعالےٰ درست کرے اور اگر اتباعیوں کو دور کرے عرض کرتا ہے کہ صفر کا مفہوم واضح کرنے کے لئے مختلف اقوال ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل تین مطالب پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ صفر سے مراد مشہور ماہ صفر ہے دوم یہ کہ اس سے مفہوم پیٹ کے کیڑے ہیں اور تیسرے یہ کہ اس سے مراد نسیئی ہے یعنی اشہر حُرم میں سے کسی مہینہ کی عظمت کو طول دے کر اس میں دوسرا ماہ شریک کر لیا جائے[2]

اور بدشگونی لینے کے تحت اس کو بد فالی قرار دیا گیا ہے جو پہلے مرادی معنی کی تائید کرتا ہے۔ سوم یہ کہ متعدی امراض کے ساتھ اس لفظ صفر کے مرادی معنی درد شکم ہوتے ہیں اور حقیقتاً اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ صفر کے مرادی معنی رسول اکرمؐ کے نزدیک کیا تھے۔

اب جبکہ صفر کے مرادی معنی ہم نے بیان کر دیئے تو ضروری ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو الفاظ آئے ہیں ان کی بھی تشریح کر دیں۔

عَدْوٰی **چھوت** جب کسی بیمار کے ہم نشین اور پاس والے یا اس کے ساتھ خورد و نوش کرنے والے کو بیماری لگ جائے تو ایسے بیمار ہونے والے بیمار کو عدوٰی مرض متعدی اور چھوت کی بیماری کہتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کو اسلام نے باطل قرار دیا ہے اور جامع الاصول میں بھی یہی تحریر ہے۔

طِیَرَۃ **شگون** جامع الاصول کی شرح میں خود مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ ناکارہ فاعل اور فال کے ذریعہ بدشگونی لینے کو طیرہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ طیرہ سے مشتق ہے اور عرب زمانہ جاہلیت میں کوے، شکرے اور دوسرے پرندوں سے فال لیا کرتے تھے۔ اور انہیں منحوس جان کر سمجھتے تھے کہ یہ بھلے اور خیر کی ضد ہیں۔ چنانچہ اسلام نے اس بدشگونی کی ممانعت کرتے ہوئے لَا طِیَرَۃَ کہا ہے تَطَیُّرٌ اور تخیر کی مانند یہ لفظ طیرہ بھی مصدر سے ہے۔ اور اس وزن پر مذکورہ بالا دو ہی مصدر آتے ہیں۔

اَلْفَأْل **فال** یہ کبھی الف لام کے ساتھ اور کبھی بغیر الف لام کے صرف فال لکھا جاتا ہے فال مثال کے طور پر اس طرح لی جاتی ہے کہ کوئی بیمار جب کسی دوسرے کو کہتا سنے کہ او تندرست یا کوئی متلاشی اپنے متعلق کسی کو کہتے سنے کہ اے پانے والے۔ تو اس سننے والے کو گمان ہو جاتا ہے کہ بیماری سے شفاء ہو جائے گی اور یہ گم شدہ چیز مجھے حاصل ہو جائے گی۔ اس قسم کی فال درست ہے جس کی آئندہ صفحات میں تحقیق و تفصیل کی گئی ہے

بعض کہتے ہیں کہ عدوٰی دراصل اعداء کا اسم مشتق ہے جیسے بقوٰی جو ابقاء کا اسم مشتق ہے۔

اعل اعدالل اعر کے معنی ہیں کہ اس کو وہی مرض لگ گیا جو اس کے ہمنشین کو تھا۔ جیسے خارشی اونٹ کو دوسرے اونٹوں سے ملنے جلنے نہیں دیتے تاکہ دوسروں کو بھی خارش نہ ہو جائے اسے اسلام نے باطل قرار دیا اور رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ اللہ ہی بیماری میں مبتلا کرتا بلا نازل کرتا ہے اور دوا بناتا ہے۔

اسی لئے تو رسول اکرم ؐ نے فرمایا کہ پہلے کو بیماری کہاں سے لگی؟ یعنی پہلے اونٹ کو خارش میں کس نے مبتلا کیا؟

توربشتی نے اپنی شرح مصابیح میں لکھا ہے کہ العدوی کے معنی اس عادت علالت کے ہیں جو دوسروں کو لگ جاتی ہے۔ اور اس چھوت کی بیماری کے اطباء نے حسب ذیل سات امراض بیان کئے ہیں۔

کوڑھ۔ خارش۔ چیچک۔ حصبہ یعنی گندہ خسرا۔ گندہ دہنی اور پائیریا۔ آشوب چشم، اور وبائی امراض۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں لکھا ہے العدوی کے معنی ہیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ اعتقاد کہ ایک مریض کا مرض اس کے ہمنشین یا کسی صحت مند کو لگ جاتا ہے، اور شریعت اسلامیہ نے اس کی نفی کی ہے اور رسالتمآب کا لا عدوی فرمانا اس امر کا ثبوت ہے کہ کوئی مسلمان، چھوت کی بیماریوں کا اعتقاد نہ رکھے یا پھر لا عدوی کے حکم رسالت مآب کا منشا یہ ہے کہ چھوت کا اعتقاد رکھنا درحقیقت کوئی حقیقت وحیثیت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی چیز دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور رسالتمآب کا یہ ارشاد کہ پہلے کو بیماری کہاں سے لگی؟ یہ ارشاد بھی چھوت کے وجود کی نفی کرتا ہے۔

غرضکہ مندرجہ بالا دونوں مفہوم کہ چھوت کا اعتقاد نہ رکھو اور چھوت حقیقتاً کوئی چیز نہیں یہ شریعت اسلامیہ کے لحاظ سے بالکل درست ہیں یعنی اسلام میں چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔

الہام بدشگونی لفظ ہام جمع ہے ھامۃ کی قدیم عربوں کے نزدیک ہامتہ وہ پرندہ ہے جس کے ذریعہ مردہ کی ہڈیاں ہوا ہو جاتی ہیں۔

دور جہالت میں عربوں کا مقولہ تھا کہ مقتول کی روح ہامتہ کے سر سے نکلتی ہے اور یہ ہامتہ پرندہ ہمیشہ مجھے پانی پلاؤ مجھے پانی پلاؤ کی رٹ لگائے رہتا ہے تاآنکہ مقتول کو اس کا قاتل ختم کردے۔

نہایتہ میں لکھا ہے کہ ہامتہ کے معنی سر اور پرندہ کے ہیں اور حدیث میں پرندہ مراد ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جاہل عرب اس لفظ ہامتہ سے جو رات کا ایک پرندہ ہے۔ نحوست کی بدشگونی لیتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک یہ الّو ہے بعض عربوں کا گمان تھا مقتول جس کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی روح اڑتی پھرتی اور کہتی رہتی ہے مجھے پلاؤ

مجھے پلاؤ، مگر جب اس کے خون کا بدلہ لیا جاتا ہے تو پھر یہ پرندہ بہت دور اُڑ جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہامتہ کے معنی مردہ کی ہڈیاں یا پرندہ نما روح ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے اور اسی کو صدیٰ بھی کہتے ہیں۔

ان تمام لغویات کی اسلام نے نفی کی ہے اور مسلمانوں کو اس قسم کے اعتقاد رکھنے کی ممانعت کی ہے۔

طیبی نے لکھا ہے کہ ہامتہ ایک منحوس کام ہے۔ نیز جاہل عرب گمان کرتے تھے کہ مردے کی ہڈیاں جب پوشیدہ ہوجاتی ہیں تو وہ ھامتہ بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور ادھر اُدھر گھومتی گھامتی اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی پھرتی ہیں۔ اس اعتقاد کو بھی رسول اکرم ﷺ نے باطل قرار دیا ہے

بعض کا اعتقاد ہے کہ ھامتہ وہ اُلّو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا ہے اپنے دیکھنے والے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی کی موت پر یہ روتا ہے، اور یہ عقیدہ بھی از روئے اسلام بالکل باطل ہے۔

ھامتہ کو بعض لوگ مشدد پڑھتے ہیں اور عام طور پر اس کی میم پر صرف زبر مشہور ہے۔

قاضی عیاض کا بیان ہے کہ ھامتہ وہ پرندہ ہے جو مردوں اور قبروں سے الفت کرتا ہے اس کا نام صدیٰ بھی ہے جو رات کو اڑتا ہے اور یہ اُلّو نہیں بلکہ اس جیسا ایک پرندہ ہے[۲] جاہل عربوں کا گمان تھا کہ مقتول کا جب تک بدلہ نہ لیا جائے اس کے سر کے اوپری حصہ سے ایک پرندہ نکلتا ہے اور قاتل کے قتل ہونے تک وہ برابر پکارتا رہتا ہے مجھے پانی پلاؤ مجھے پانی پلاؤ۔ میں پیاسا ہوں، اس گمان و خیال کے مدنظر زمانہ جاہلیت کے عربوں کے بے شمار اشعار موجود ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ مقتول کے سر سے ایک کیڑا نکلتا ہے جو پرندہ کی صورت بن کر خون بہا

---

[۱] دور جہالت کے عربوں کے گمان کے مطابق وہ جانور ہے جو مقتول کے سر سے نکلتا ہے۔ از مترجم ۱۲۔ [۲] یوپی اور خاص کر روہیلکھنڈ کی زبان میں اسے گھگُّو کہتے ہیں ۱۲

لینے کی صدائیں لگاتا پھرتا ہے۔

رسول اکرمؐ نے ھامۃ کے اعتقاد کو باطل قرار دے کر ایسے اعتقاد رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے اور اکثر علماء کی بھی یہی رائے کہ ھامۃ یعنی بدشگونی و شیطانی گرفت کا اعتقاد بالکل باطل پرستی ہے۔ یہی رائے یحیٰی حربی اور ابو عبید کی بھی ہے۔

امام مالکؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ ھامۃ سے میں پرندہی مراد لیتا ہوں۔

قاضی عیاض نے یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ ھامۃ سے بدشگونی کے معنی بھی لئے جا سکتے ہیں کیونکہ دورِ جاہلیت کے عرب ھامۃ پرندسے بدشگونی مراد لیتے تھے اور بعض لوگ اس سے شگون نکالتے تھے۔ جیسے شمر بن حمدویہ جو ھامۃ سے نیک فال اور شگون لینے والوں کے زمرہ کے مردِ میدان تھے۔

ابن اعرابی نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ دورِ جاہلیت کے عربوں کا گمان تھا کہ مُردوں کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ھامۃ کی صورت ہوا ہو جاتی ہیں اور اس کو صدیٰ کہتے ہیں۔

غول شیطانی گرفت شرح جامع الاصول میں غول کے معنی لکھتے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جس کی بابتہ جاہل عربوں کا گمان تھا کہ وہ بعض اوقات مختلف طریقوں سے لوگوں کے سامنے آتا اور اچانک آکر دبا لیتا ہے اور یہ غول از قسم شیاطین ہے اور رسول اکرمؐ کا ارشاد "لا غول" نفس شیطان کے وجود کا انکار نہیں بلکہ عربوں کے اس گمان کی نفی ہے کہ وہ مختلف صورتیں اختیار کرتا اور اپنی شیطانی گرفت کا حامل ہے یعنی رسول اکرمؐ کا منشاء و حکم یہ ہے کہ "شیطانی گرفت" کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور شیطانی گرفت کا کوئی مسلمان اعتقاد نہ رکھے۔

نہایتہ میں درج ہے کہ غول کی جمع غیلان ہے اور غول دراصل شیطان و

جنات کی ایک قسم ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ "غول" لوگوں کو جنگل میں دکھائی دیتا اور مختلف صورتیں اختیار کر کے لوگوں کو ان کے راستہ سے بھٹکاتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اس گمان اور خیال باطل کی رسول اکرمؐ نے نفی فرمائی اور اسے باطل قرار دیا ہے۔ اور رسول اکرمؐ کا ارشاد "لا غول" سے نفس غول جنات و شیاطین کے وجود کا انکار نہیں بلکہ اس کے مختلف صورتیں اختیار کرنے اور بے الادہ کرنے کے غلط خیال کی نفی کرتے ہوئے آپؐ نے صاف فرمایا ہے کہ "غول" کسی کو بے ارادہ نہیں کر سکتے۔ جس کے ثبوت میں آپؐ کا ارشاد "لا غول" ہمارے اس بیان کی تائید کرتا ہے البتہ سعالی (جنات میں سے جادوگر جن) موجود ہیں جو تخیلات اور پوشیدہ مکروعیوب کا بھیس بدلتے ہیں۔ جیسی کہ یہ حدیث ہے کہ جب غول بیابانی پریشان کریں اور مختلف صورتیں ظاہر کریں تو ان کی شرارتوں کو دور کرنے کے لئے فوراً ہی اذان دینا شروع کر دو تاکہ وہ بھاگ جائیں یعنی ذکر الٰہی کے ذریعہ ان کے شر و فساد کو دور کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ "غول" موجود ہیں اور ان کو دور کرنے کا رسول اکرمؐ نے حکم صادر فرمایا ہے۔

علامہ بغوی کا بیان ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ شیطان و جنات کسی کو راہ سے بے راہ کرنے یا مار ڈالنے کا کوئی اختیار و اقتدار نہیں رکھتے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "غیلان" جنات میں سے وہ جادوگر ہیں جو لوگوں کو فتنہ و فساد میں مبتلا کرتے اور بے راہ بناتے ہیں۔

مفاتیح شرح مصابیح میں تحریر ہے کہ غول (غین کے زبر سے) مصدر ہے جس کے معنی ہلاکت میں ڈالنا اور غول (غین کے پیش سے) اسم ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ غول آدمیوں کو نظر آتے ہیں اسی لئے شریعت اسلامیہ نے ان کی نفی کر دی ہے۔

اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ رسول اکرمؐ کی تشریف آوری کے سبب سے "غول" بھوت پریت جنات و شیاطین وغیرہ کی قسم کی مخلوق اسی طرح دور ہو گئی جیسے آسمان سے شیاطین کا باتیں اچک لینا بند کر دیا گیا ہے۔

طیبی کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کی حدیث غول و شیاطین کے پنجہ میں آنے

سے ”اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں“ کا مفہوم یہ ہے کہ غول وہلاکت غیر سے جو محسوس نہیں، اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ان احادیث وبیانات کے پیش نظر میں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہوں کہ حدیث غول کی تائید اس روایت سے بھی ہے ”اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبل اس کے کہ غول کے پنجہ میں پیچھے کی جانب سے گرفتار ہوں“ یعنی غول کے پنجہ میں اس طرح پھنس جاؤں کہ مجھے معلوم تک نہ ہو۔ یعنی زمین میں دھنسا دیا جاؤں۔ اور یہی مفہوم نہایہ میں بھی مرقوم ہے۔

قاضی عیاض نے مشارق الانوار میں حدیث کے الفاظ لاغول (غین پر پیش) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غول وہ جادوگر جنات ہیں جو مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں اور عربوں کی کہاوت بھی یہی ہے کہ غیلان (جادوگر جنات) مختلف صورتیں بدلتے لوگوں کو راہ سے بے راہ کرتے اور ہلاک کرتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسالتمآب نے ان تمام حالات وکوائف کو باطل قرار دیا ہے۔

اَلنَّوْءُ
ستاروں کے اشارات

شرح جامع الاصول میں مرقوم ہے کہ نَوْء کی جمع اَنْوَاء ہے اور یہ ستاروں کی (۲۸) منزلیں ہیں جن میں سے تیرھویں رات کو طلوع فجر وصبح صادق کے وقت ان کی ایک منزل ختم ہوتی اور دوسری منزل کا سمت مقابل سے آغاز ہوتا ہے۔ اور ستاروں کی یہ اٹھائیس منزلیں ایک سال میں اپنی گردش پوری کرتی ہیں۔

جاہل عربوں کا گمان تھا کہ ستاروں کی ایک منزل کے ختم اور دوسری کے آغاز پر بارش ہوتی ہے۔ یعنے جاہل عرب، بارش کی منزل کی جانب منسوب کرتے اور کہتے تھے کہ فلاں منزل کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے اور اسی تخیل کی وجہ سے اس کو النوء کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ ستاروں کی ایک منزل جب مغرب میں غروب ہوتی ہے تو اسی لمحہ دوسری منزل مشرق سے طلوع ہوتی ہے۔ اسی زاویہ نگاہ کو عرب ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ طلوع وغروب کی منزل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نَوْء کے معنی غروب کے ہیں اور یہ لغات

اضداد میں سے ہے[1]۔

حضرت ابو عبیدہؒ کا بیان ہے کہ نوء کے معنی غروب کے صرف سیارگاں کی گردش کے بارے ہی میں سنے گئے ہیں۔ اور رسول اکرمؐ نے اس ناکارہ جاہلی تخیل کی اس لئے شدّت سے تردید فرمائی کہ جاہل عرب بارش کو سیاروں کی گردش سے منسوب کرتے تھے۔

اندریں حالات جس کا یہ عقیدہ ہو کہ بارش صرف اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور لفظ نوء سے وقت مراد لے اور کہے کہ یہ فلاں وقت کی بارش ہے تو ایسا خیال کرنا جائز و درست ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز استسقاء پڑھنا چاہی اور حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب کو بلوا کر دریافت کیا ثریّا ستارہ کے نوء میں کتنی مدت باقی ہے؟ انہوں نے فرمایا موسمی اوقات جاننے والے ماہروں کا گمان ہے کہ ثریّا اپنے نزول کے بعد ساتویں منزل میں ہے اس کے بعد یہ سال ختم نہ ہوا تھا کہ بارش ہوئی۔ حضرت عمرؓ فاروق کا یہ استفسار کہ ثریا کے نوء میں کتنی مدت باقی ہے اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ حسب رواج قدیم بارش ہونے کے وقت میں کتنی مدت باقی ہے؟ جس میں اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔

نہایۃ میں مرقوم ہے کہ امور جاہلیت میں سے ایک نوء بھی ہے اور یہ نوء نام ہے چاند کی اٹھائیس منزلوں کا۔ اور ماہتاب ہر شب ایک منزل طے کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (ہم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کر دی ہیں) اس کے بعد نہایۃ میں شرح جامع الاصول کی مانند باقی تحریر ہے البتہ حضرت ابو عبیدہ کا بیان تحریر نہیں کیا گیا ہے۔

کرمانی نے شرح بخاری میں لفظ نوء کے تحت لکھا ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ سیارگاں کے طلوع و غروب کے سبب سے بارش ہوتی ہے۔ البتہ جو لوگ نوء کے

---

[1] لغات اضداد ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے معنی باہم مختلف ہوں جیسے مشابہ اور غیر مشابہ۔ مانند اور جُدا وغیرہ۔ از مترجم ۱۲

معنی وقت کے لیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہر ایک وقت لوگوں کے کسی نہ کسی فوائد کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بعد جامع الاصول کی مانند حضرت عمر فاروقؓ کا قصہ نماز استسقا تحریر کیا ہے۔

قاضی ابن عربی کا بیان ہے کہ جو کوئی سیارگان کی گردش کے اثر سے بارش ہونے کا اس طرح یقین کرے کہ ستاروں کی گردش ہی پانی برساتی ہے یا پانی برسانے میں اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک کرے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ ہر کام کی تخلیق صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور جو کوئی نوء کے معنی سے رواج و دستور مراد لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

علامہ نووی کا بیان ہے کہ بارش ہونے کو رواج و دستور قرار دینے کا عقیدہ رکھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ بھی کفر کی علامت ہے اور اس سے کفر پیدا ہو سکتا ہے۔

طیبی کا بیان ہے کہ بارش ہونے کو رواج قرار دینے کا عقیدہ دراصل مکروہ تنزیہی ہے۔

قاضی عیاض کا بیان ہے کہ گردش سیارگان سے بارش ہونے کی گفتگو دراصل غیر مسلموں کا طرہ ہے

سیارگان کی اٹھائیس منازل کے منجملہ کسی ایک منزل میں ستاروں کے غروب کو جاہل نوء کہتے ہیں۔ اور اس کی صورت ان کے نزدیک یہ ہے کہ جس وقت مغربی ستارہ غروب ہوتا ہے اسی وقت مشرقی ستارہ طلوع ہوتا ہے اور اسی وقت بارش ہوتی ہے یا سخت آندھی آتی ہے بارش و آندھی کو بعض لوگ طلوع ہونے والے سیارے اور بعض لوگ غروب ہونے والے سیارہ کا اثر بتاتے ہیں۔

جس کو رسول اکرمؐ نے نفی فرمائی اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ غلط و باطل عقیدہ نہ رکھیں۔

قاضی ابن عربی نے سیارگان کے گردشی اثرات سے بارش ہونے کے معتقد کو کافر کہا ہے لیکن اس میں علماء کا یہ اختلاف ہے کہ جو لوگ سیارگان کو فاعل کہتے ہیں وہ تو کافر ہیں اور جو لوگ گردش سیارگان سے رواج و عادت مراد لے کر بارش ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ تمام لوگ علماء کے نزدیک مکروہ عقیدہ رکھتے ہیں، اس

کی بھی رسول اکرم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔
بعض علماء کا بیان ہے کہ کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے جس کو ہم نے اپنی ایک دوسری کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔
شگون اور چھوت لوگوں کی زبان زد ہے، لوگ عملی و اعتقادی حیثیت سے اس میں مبتلا ہیں اور احادیث بھی اس بارے میں وارد ہیں اس لئے ان دونوں کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

۱ شگون

طیبی کا بیان ہے کہ لفظ طیرۃ حرف طاء کے زیر اور حرف یا کے زبر یا سکون کے ساتھ مستعمل ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو منحوس سمجھنا۔
حیرۃ اور تخیر کی مانند طیرہ وتطیر مصدر ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ کوئی اور لفظ اس وزن پر مصدر کی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شکاری کے ہاتھ میں شکار آجانے کے لئے پرندوں اور ہرن وغیرہ کے ذریعہ شگون لیتے ہیں اور اپنے اعتقاد کے موافق اپنے کام سے رک جاتے ہیں اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس کی نفی کرتے ہوئے شگون لینے کو امر باطل قرار دیا ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نفع یا نقصان دینے کی شگون میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔

فال لفظ فال اچھے اور برے دونوں کے نتیجوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شگون صرف بدشگونی کے لئے مستعمل ہے۔ گاہے اچھے شگون کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہ تمام لغوی معنی ہیں۔ رہا شریعت کے مدنظر لفظ فال کا استعمال مطلق طور پر اچھائی کے لئے اور شگون کا برے کام کے لئے ہوتا ہے۔ اور مقید طور پر فال ہمیشہ برے کام کے لئے زبان پر لایا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ بری فال، مکروہ فال وغیرہ۔
طیبی نے لکھا ہے کہ فال اور شگون میں فرق اس روایت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت انس رضؓ نے رسالتمآب کا یہ ارشاد بیان کیا ہے " چھوت

اور شگون کوئی چیز نہیں البتہ فال پسندیدہ نظر ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ فال کسے کہتے ہیں؟ فرمایا وہ اچھی بات ہے۔

کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے اصل بات یہ ہے کہ جاہل عرب اپنے دستور کے موافق پرندا اور ہرن آزاد کرتے تھے۔ جب یہ دائیں جانب جاتے تو اسے بابرکت تصور کرتے اور اگر بائیں جانب روانہ ہوتے تو اسے منحوس سمجھتے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ پرندوں وغیرہ کے ذریعہ نحوست و برکت کا اعتقاد دراصل شرک ہے۔ اور قاعدہ وضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے کوئی نقصان نہ ہو اور حسب عادت فائدہ بھی نہ ہو تو وہ کام عام وخاص دونوں حیثیت سے ممنوع ہے اور اسی کو شگون کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وہ چیز جو عام طور پر نقصان رساں ہو اور دوامی نہیں بلکہ کبھی کبھی واقع ہوتی ہو جیسے وبائیں وغیرہ تو احکام یہ ہیں کہ مقام وبا میں کوئی داخل نہ ہو اور مقام وبا سے کوئی باہر بھی نہ جائے۔

اور ہر وہ چیز جو عام نہ ہو بلکہ خاص طور پر نقصان رساں متصور ہو جیسے مکان گھوڑا اور عورت تو ان سے گریز کرنا مباح ہے۔

کہا یہ گیا ہے کہ لفظ فال اچھے اور برے دونوں نتیجوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شگون اکثر طور پر برائی کے لئے استعمال ہوتا ہے الا یہ کہ گاہے اچھائی کے لئے بھی شگون بولا جاتا ہے۔

بعض لوگ الفال کہنے کے بجائے صرف فال کہنے کے زیادہ شوقین ہو گئے ہیں علاوہ ازیں رسالتمآب نے فال کو اس لئے پسندیدہ نظر فرمایا کہ عوام جب اللہ تعالےٰ سے کسی فائدہ کی امید لگاتے ہیں عام اس سے کہ اس کے اسباب قوی ہوں یا ضعیف، اور اگرچہ وہ غلط امیدیں باندھیں۔ لیکن ایسے لوگ راہ راست پر ہیں کیونکہ یہ توقع رہنا ان کی ذات کے لئے بہتر ہے۔ اور جب لوگ اپنی ڈھارس اللہ تعالیٰ سے نہ رکھیں تو ان کا یہ فعل شرارت پسندی پر مبنی ہے۔

رہا شگون کا مسئلہ تو اس میں اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو کر آنے والی مصیبت کے وقوع کا یقین ہوتا ہے۔ اور ایسے تخیل وعمل کو عقلمند مذموم کہتے اور شریعت اسلامیہ ممنوع قرار دیتی ہے۔ اور تفاؤل فال لانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض یا کسی

گم شدہ چیز کا متلاشی" اے تندرست یا اے پا جانے والے" کے الفاظ سن کر یہ گمان کرے کہ میں اچھا ہو جاؤں گا یا میری چیز مل جائے گی۔

تو میرے (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نزدیک اس کا وہی منشاء ہے جو حدیث شریف کے الفاظ کلمۂ طیبہ (نیک گمان) کا مفہوم ہے۔

نہایہ میں تحریر ہے کہ لفظ طیرہ (شگون) عام ہے اور فال خاص ہے جیسا کہ مقولہ ہے کہ شگون کی بہ نسبت فال اچھی چیز ہے۔ اور اس کی بابت میری (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کی ذاتی رائے یہ ہے کہ شگون اور فال تقریباً ایک ہی قسم کی چیزیں ہیں۔ اور لغت میں لفظ طیرہ (شگون) بغیر کسی شک و شبہ کے" نہایت ہی مذموم" کے معنی میں آتا ہے اور فال کی عمومیت مسلم قرار دی گئی ہے۔ قاموس میں تحریر ہے کہ طیرہ (شگون) وہ بری فال ہے جسے عام طور پر منحوس قرار دیا گیا ہے۔

اب جبکہ شگون اور فال کے معانی و مفہوم سمجھ لئے گئے ہیں تو ان کے تعلق سے جو احادیث وارد ہیں انہیں ہم بیان کریں گے۔

شگون اور فال کی احادیث

جاننا چاہیئے کہ جس حدیث میں شگون اور فال دونوں کا تذکرہ ہے اسے صرف ایک مرتبہ بیان کریں گے جیسا کہ ماہ صفر کے عنوان کے تحت ہم نے لکھا ہے البتہ بشرط ضرورتِ شدید اثنائے بیان میں دو مرتبہ بھی مرقوم ہوں گے۔

احادیث جامع الاصول

بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کسی چیز سے بد شگونی نہیں لیتے تھے۔ اور کسی عامل (گورنر) کو روانہ کرتے وقت اس کا نام دریافت فرماتے۔ اگر اس کا نام اچھا ہوتا تو آپؐ کے چہرۂ اقدس پر مسرت ظاہر ہوتی۔ اور اگر اس کے نام کے الفاظ اچھے نہ ہوتے تو چہرۂ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ (ابوداؤد)

انسؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ جب کسی ضرورت سے باہر نکلتے اور کسی کو اے نیکوکار یا اے کامیاب کہتے سنتے تو اظہار مسرت فرماتے۔ (ترمذی)

عروہ بن عامر قرشی کا بیان ہے کہ دربار رسالتمآبؐ میں شگون کا تذکرہ کیا گیا، ارشاد عالی ہوا اس سے فال بہتر ہے، اور کوئی مسلمان کسی شگون کے چکر میں نہ پھنسے

اور فال نکالنے کے بھی درپے نہ ہو۔ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی کسی پسندیدہ بات کو دیکھے تو دعا کرے۔ اے اللہ خیر و خوبی اور بھلائی تیرے ہی حکم سے ملتی ہے اور ہر قسم کی برائی کو تو ہی دور کرتا ہے۔ اور اے اللہ ہر قسم کی قوت و طاقت صرف تیری ہی ذات میں ہے۔ (ابوداؤد)

شگون ابن مسعودؓ نے رسالت مآبؐ کا یہ ارشاد بیان کیا شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے اگرچہ اکثر لوگ شگون لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت کے سبب شگون و بدشگون کے متخیلہ اثرات دور کر دیتا ہے۔

ترمذی نے لکھا ہے میں نے محمد بن اسمٰعیل کی زبانی خود سُنا ہے کہ انہوں نے سلیمان بن حرب کو بیان کرتے سُنا کہ شگون و بدشگونی کے اثرات کو اللہ تعالےٰ اپنی برکتوں سے دور کر دیتا ہے یہ حدیث دراصل میرے نزدیک عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

فال انسؓ کا بیان ہے رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا مرض متعدی اور شگون کوئی حقیقت نہیں رکھتے البتہ ان کی بہ نسبت فال پسندیدہ نظر ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ فال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ کلمہ خیر ہے (بخاری و مسلم)

نیز بخاری میں اس طرح مرقوم ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے نیک فال پسند ہے جو اچھی بات ہو۔

مسلم میں بھی یہی تحریر ہے کہ فال، ایک کلمہ خیر ہے۔ اور ابوداؤد نے بخاری کی طرح یہ روایت لکھی ہے۔

ترمذی میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا مرض متعدی و بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ البتہ گھوڑا، عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی ہے۔

ایک روایت ہے کہ صحابہؓ نے دربارِ رسالتمآبؐ میں نحوست کا تذکرہ کیا تو ارشاد عالی ہوا اگر نحوست ہو سکتی تو گھوڑے عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی۔ (بخاری)

مسلم میں تحریر ہے کہ عورت، گھوڑا اور مقام سکونت میں نحوست ممکن ہو سکتی ہے۔ موطا، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں پہلی روایت مذکور ہے ا: مرض متعدی

و شگون کا تذکرہ نہیں ہے۔

سہل بن سعدؓ نے رسالتمآبﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ نحوست اگر کسی چیز میں ممکن ہو سکتی تو گھوڑے، عورت اور مقام سکونت میں ممکن تھی۔ (بخاری۔ مسلم و موطاء)

گھوڑے خادم اور اقامت گاہ میں نحوست ہو سکتی ہے۔ (مسلم و نسائیؒ)

نحوست حکیم بن معاویہ کا بیان ہے کہ رسالتمآبﷺ کو فرماتے میں نے سنا ہے نحوست کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ البتہ گھر، عورت اور گھوڑے سے برکت ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسولؐ اکرم کو فرماتے میں نے سنا ہے شگون کوئی چیز نہیں البتہ اس کی بہ نسبت فال اچھی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ فال کیا ہے؟ ارشاد عالی ہوا وہ کلمہ خیر ہے جسے تم سنتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

سعد بن مالک نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ کو فرماتے میں نے سنا ہے کہ عیافہ (پرندے سے فال لینا) شگون اور طرق (پتھر سے فال لینا) یہ سب بت پرستی ہے۔ (ابوداؤد)

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ طرق کے معنی ٹھوکنا اور عیافہ کے معنی خط کھینچنا ہے پھر اپنی شرح میں لکھا ہے کہ عیافہ کے معنی ہیں پرندہ آزاد کرنا اور ان سے عربوں کی طرح فال لینا۔ اور طرق کے معنی ہیں کنکریاں مارنا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ طرق کے معنی ریتلی زمین پر لکیریں کھینچنا جیسا کہ لوگوں کی دل کی باتیں بتانے کے لئے نجومی کھینچتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بت پرستی کہتے ہیں اس کام کو جو اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کی جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ بت پرستی نام ہے پیشگوئی اور شیطانی کام کا۔

طیبی نے لکھا ہے کہ عیافہ کے معنی ہیں پرندکو اڑانا اور ان کے نام، بولی اور آمد و رفت کے راستہ سے شگون لینا۔ اور جاہل عرب دوران سفر میں اپنے یہ رسوم انجام دیتے اور اٹکل پچو گمان لگانے کے لئے پرند چھوڑتے تھے۔ اور طرق کے معنی ہیں کنکریاں مارنا جس طرح عورتیں کنکریاں مارتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں طرق کے معنی ہیں

ریتلی جگہ میں خطوط کھینچنا۔ اور بت پرستی کہتے ہیں جادو و پیشگوئی کو۔ بعض کہتے ہیں کہ بت پرستی نام ہے اس کام کا جو اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کی جائے۔ بعض کہتے ہیں جِبْت (بت پرستی) نام ہے جادوگری کا۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ جِبت عربی کا لفظ نہیں ہے بلکہ سعید بن جبیر کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

قطرب کا بیان ہے کہ جِبْت کے معنی ہیں وہ چیز جس میں کسی قسم کی خیر و خوبی نہ ہو۔
انسؓ کا بیان ہے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ پہلے ایک گھر میں رہتے تھے جہاں ہماری تعداد زیادہ تھی اور وافر دولت تھی لیکن پھر ہم ایک دوسرے گھر میں چلے گئے جہاں ہماری تعداد گھٹ گئی اور مال و دولت میں کمی ہو گئی فرمایئے یہ کیا بات ہے؟ ارشاد عالی ہوا اس کو ترک کر دو یہ نازیبا ہے۔ (ابوداؤد)
یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک عورت نے آکر رسول اکرمؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ پہلے ہم لوگ جس گھر میں رہتے تھے وہاں ہماری اکثریت تھی اور کافی دولت تھی لیکن جب وہ گھر بدل کر دوسرے گھر میں آئے تو ہماری تعداد گھٹ گئی اور مال و دولت صاف ہو گیا۔ یہ سُنکر ارشاد فرمایا چھوڑ دو، یہ بُرا ہے۔ (مؤطا)

احادیث جامع کبیر حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ شگون دراصل تقدیر سے پیوستہ ہے اور حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ شگون لینا شرک ہے۔ (ترمذی) احمد و بخاری و ابن ماجہ نے باب ادب میں اور حاکم نے مستدرک میں بھی یہی روایت لکھی ہے۔

ابن مسعودؓ کا بیان ہے زمانہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے کہ عورت، سواری اور گھر سے شگون لیتے تھے (مستدرک از حاکم اور شعب الایمان از بیہقی)

ترمذی و نسائی میں ابن عمرؓ کی زبانی روایت ہے کہ مکان، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہو سکتی ہے۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے اگر کسی چیز میں نحوست ہو سکتی ہے تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ممکن ہے۔

یہی عبارت بخاری نے سہل بن سعد کی زبانی بیہقی نے ابن عمرؓ کی زبانی تحریر کی ہے۔

نسائی نے جابرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ شگون، بدگمانی اور حسد ان تین عادات سے محفوظ رہنے کے لئے ترکیب یہ ہے کہ شگون لینے کو خیال میں نہ لائے، بدگمانی اس طرح دور کی جائے کہ تحقیق کو کام میں لانے کی فکر نہ کی جائے اور حسد سے بچنے کے لئے ہر قسم کا ظلم وستم کرنا ترک کر دیا جائے۔ اور یہی روایت شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی تحریر ہے۔

ابن صیصری نے امالی میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں لکھا ہے کہ مومن ومسلم کے تین خصائل ہیں اور باقی اوپر کی حدیث کی مانند لکھا ہے۔

شگون طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین کے حوالہ سے یہ حدیث لکھی ہے جو شخص شگون لے، پیشگوئی یا جادو کرے کرائے تو ایسا شخص امت محمدیہ کا فرد نہیں ہے۔

امام احمد نے لکھا ہے کہ شگون لینا شرک ہے۔

طبرانی نے ابن عمرؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شگون لینا شرک ہے! اور یہ الفاظ تین مرتبہ ادا کئے۔ پھر کہا سفر کو جانے والا کسی شگون کی وجہ لوٹ آئے تو اس نے رسالت مآبؐ پر نازل شدہ احکام الٰہی کا انکار کیا اور کسی چیز میں کوئی نحوست نہیں اگر ہو سکتی ہے تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ جو شخص کسی شگون کی رو سے اپنا کام نہ کر سکا تو یقیناً اس نے شرک کیا۔ اس کی بابت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کا کفارہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ یہ کہنا چاہیئے اے اللہ تجھ سے شگون لینے کے سوائے کوئی چیز نہیں۔ اور تیری خیر خواہی کے سوائے کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں۔ فال فرستادہ ہے، چھینک شاہد عادل ہے اور نحوست کوئی چیز ہی نہیں ہے اور دراصل مکان، عورت اور گھوڑے میں برکت ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ابن ماجہ نے حکیم بن معاویہؓ کی زبانی لکھا ہے اے اللہ تو موجود ہے، ہم تجھ سے فال چاہتے ہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ نظر لگنا درست ہے اور اچھا شگون دراصل فال ہے۔ (احمد)

امام ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ شگون لینا کوئی چیز نہیں ہے

اور ان کی بہ نسبت فال مجھے پسند نظر ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (دار قطنی)

ابن ابی ملیکہ کی زبانی مروی ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ مجھے اپنی لونڈی کی بابت کچھ کھٹک سی ہو گئی ہے اور کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ اگر نحوست ہے تو اقامت گاہ، گھوڑے اور عورت میں ہے۔ یہ سنکر حضرت ابن عباسؓ نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ یہ بات کسی نے بھی رسول اکرمؐ کی زبانی نہیں سنی ہے۔ اور آپؐ پر تہمت لگانا سب سے بڑا گناہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نہایت شدت سے کہا کہ رسول اکرمؐ نے کبھی بھی نحوست کا وجود مکان، عورت اور گھوڑے میں نہیں بنایا۔ اور میں ابن عباسؓ کہتا ہوں کہ اگر تمہارے دل میں کسی چیز کی نحوست کا شک پیدا ہو جائے تو اس چیز کو الگ کر دو، فروخت کر دو یا آزاد کر دو۔ (ابن جریر)

قتادہؓ نے ابو حسان کے ذریعہ بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں دو آدمیوں نے حاضری دے کر عرض کیا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست ہوتی ہے۔ یہ سُنکر آپؓ بے حد غضب ناک ہوئیں اور کہا رسالت مآبؐ نے یہ فرمایا ہے کہ ان چیزوں کو زمانہ جاہلیت کے لوگ منحوس سمجھتے تھے۔ (ابن جریر)

ابن جریر نے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ دربار رسالت مآب میں ایک عورت نے آکر کہا یا رسول اللہؐ ہم اپنے گھر میں نہایت وافر مال و دولت کے ساتھ رہتے تھے اب غربت و احتیاج نے ہم پر قابو پا لیا ہے۔ اور ہمارے دلوں میں باہمی رنجش پیدا ہو کر سب گھر والے الگ الگ ہو گئے ہیں بتایئے کیا کریں؟ ارشاد عالی ہوا اس گھر کو فروخت کر دو یا چھوڑ دو اگر تم اسے برا جھتی ہو۔

واضح ہو کہ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے تحریر کی ہیں یہی بہت کافی ہیں جن سے شگون کے اثرات کی بالکل نفی اور شگون پر اعتقاد رکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ اور بعض اثرات کے موثر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، جیسے عورت، مکان اور سواری کے موثر ہونے کی روایات، لیکن رہی تاثیر تو یہ اثر اندازی یا تو زمانہ جاہلیت کی پیداوار ہے یا زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ واضح رہے ان اشیاء کی تاثیر کے انکا اور

ان کی ممانعت میں شرطیہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جیسے اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی۔ اور جملہ شرطیہ کے معنی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نحوست کسی چیز میں نہیں ہے۔ اور اگر کسی چیز میں نحوست مان لی جائے تو یہ نحوست صرف ظنی اور گمان و خیال کی حد تک محدود رہتی ہے۔ نیز مناسب یہ ہے کہ اس مقام پر رسول اکرم کی وہ حدیث بیان کر دی جائے جس میں فرمایا ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جا سکتی ہے تو نظر لگنا سبقت لے جا سکتا ہے۔ اور اسی حدیث کے پیش نظر قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ اگر نحوست ہوتی میں لفظ اگر ایک شرط کو بیان کر رہا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء میں بھی نحوست نہیں ہے۔

قاضی عیاض کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے صراحت سے نحوست کا انکار فرمایا ہے اور روایات سے نحوست کا وجود پایا جاتا ہے ان دونوں روایتوں کو اس طرح ایک دوسرے سے مطابقت دی جا سکتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی چیز میں خود بذاتہ اثر کرنے کی قوت کی ممانعت فرمائی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مؤثر ہے۔ اور تمام مخلوق اسی کی ہے۔ اور بھی اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور جن چیزوں میں اثرات پائے جاتے ہیں یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ ان میں تاثیر دے دیتا ہے اور ان اسباب کو فطرتِ اشیاء یا خصلت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسے آگ جس کی خصلت و فطرت جلانے کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تاثیر کسی چیز میں ذاتی نہیں ہے اور بعض اشیاء کی خصلت ان کی خلقی اور اصلی ہے۔

اور جن اشیاء کا رسول اکرم نے حوالہ دیا ہے ان کی خصلت و تاثیر واضح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو، شوہر کی نافرمان ہو، اور شوہر کی نظر میں ناپسند و بد صورت ہو۔

گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ اور چھوٹا ہو۔ اس میں کھلی آب و ہوا نہ آتی ہو اور اس کا پڑوس خراب ہو۔

گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور قیمتی ہو۔ اور مالک کی مصلحت

کے موافق نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

نحوست کو مجازی طور پر مانا جا رہا ہے اور نحوست کی وجہ دراصل وہ ناپسندیدگی ہے جو شریعت و طبیعت کی مخالفت پر محمول ہے یعنی جو چیز شریعت و انسانی طبیعت کے خلاف اثر انداز ہو وہ نحوست کہلاتی ہے جس کی تائید "شرح السنہ" میں بایں طور مرقوم ہے گویا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی مکان کے باشندے اپنے مکان کی رہائش پسند نہ کرتے ہوں یا کوئی شوہر اپنی بیوی سے صحبت ناپسند کرتا ہو۔ یا گھوڑا پسندیدہ نہ ہو تو ایسی صورت میں مکان چھوڑ دیا جائے بیوی کو طلاق دے دی جائے اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص نے رسالت مآب سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جس گھر میں رہتے بستے تھے وہاں ہماری تعداد زیادہ تھی جس کے جواب میں ارشاد عالی ہوا اس گھر کو چھوڑ دو۔ اور کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو جاؤ تاکہ دل میں جو ناپسندیدگی بس گئی ہے وہ دور ہو جائے۔

اس سے مزید ثابت ہوا کہ نحوست اور شگون کا رسالت مآب نے انکار فرمایا ہے۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

باب دوم

مرض متعدی

قبل ازیں ہم وہ احادیث لکھ چکے ہیں جو مرض متعدی اور چھوت کے وجود کا انکار کرتی اور اس قسم کے غلط اعتقاد رکھنے کی ممانعت کرتی ہیں۔

چھوت تاہم لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ چھوت کی نفی کے بعد رسول اکرمؐ کے یہ احکام موجود ہیں "کوڑھی جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں جانے نہ پائے۔

کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمدورفت نہ کرے۔

بیمار اونٹ کا مالک بھی بیمار اور تندرست اونٹ کا مالک بھی تندرست ہوتا ہے۔

نیز ان احکام کی موجودگی میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہؐ ایک وہ اونٹ جو ریت میں اس طرح چلتا ہے گویا جنگل میں کودتے والا ہرن ہو لیکن دوسرا خارشی اونٹ آکر اس کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس پر رسول اکرمؐ نے جواباً فرمایا بتاؤ! پہلے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا یارسول اللہؐ خارش اولاً اونٹ کے ہونٹ میں شروع ہوتی ہے یا پھر اس کی دم سے آغاز ہوتا ہے اور پھر یہ خارش دوسرے تمام اونٹوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس پر رسالت مآبؐ نے فرمایا پہلے والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی اور کس کے ذریعہ ہوئی؟۔ یاد رکھو مرض متعدی چھوت، شگون اور بدفالی کوئی چیز نہیں۔ اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی روزی اور مصیبت مقرر کر دی ہے۔

علاوہ ازیں رسول اکرمؐ کے حکم "چھوت کوئی چیز نہیں، اور کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمدورفت نہ کرے" کو ابوہریرہ پہلے تو علی الاعلان کہا کرتے تھے لیکن پھر

چھوت کوئی چیز نہیں" یہ حکم محبوب رب العالمین کا بیان کر نا ترک کر کے آخر عمر تک رسول اکرمؐ کی یہی حدیث بیان کرتے رہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمدورفت نہ کرے۔ اور جب اپنے پہلے قول سے انہوں نے انکار کیا تو لوگوں نے کہا آپ تو کہا کرتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" اس کے جواب میں ابو ہریرہؓ حبشہ کی باتیں کرنے لگے۔ اس معاملہ میں ابو سلمہؓ کا قول ہے کہ ابو ہریرہؓ کو "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث یاد نہیں رہی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے چچا زاد بھائی حارثؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے کہا اے ابو ہریرہؓ پہلے تو تم رسول اللہ کی یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں ہے" اب کیا ہو گیا ہے جو اس کے بیان کرنے سے تم نے سکوت اختیار کر لیا ہے؟ اس پر ابو ہریرہؓ نے جواباً کہا یہ تو مجھے یاد نہیں البتہ رسالت مآبؐ کا یہ ارشاد ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمدورفت نہ کرے۔ اس پر جب حارثؓ نے جرح کی تو حضرت ابو ہریرہؓ غضب ناک ہو گئے حبشہ سے متعلق عجیب و غریب باتیں کرنے لگے۔

ابو سلمہؓ کا بیان ہے۔ میری جان کی قسم۔ ابو ہریرہؓ ہمیں رسول اللہ کی یہ حدیث سناتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" اب معلوم نہیں کہ یہ حدیث انہیں بھلا دی گئی یا منسوخ کر دی گئی۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جبکہ ابو ہریرہؓ نے اس روایت سے انکار کر دیا تو چھوت کی حدیث ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) یہ دیتا ہوں کہ اس کی اصولی بحث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے اور راوی کے انکار سے چھوت کا بالکلیہ عدم ثبوت نہیں ہوتا۔ اور بفرض محال اگر مان بھی لیں تب بھی "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث دوسری متعدد احادیث کے ذریعہ محقق اور اپنی جگہ قائم ہے۔ بعض لوگ چھوت کوئی چیز نہیں کی حدیث اور جذامی سے فرار کا حکم یا بیماری کے احکام میں نہ ٹھہرنے اور کسی مریض کا تندرست کے پاس نہ جانے کے احکام کے درمیان تعارض سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب ہم وہی دیتے ہیں جو علماء عظام نے چھوت کوئی چیز نہیں اور جذامی سے فرار کی مطابقت میں دیا ہے

یعنی ان دونوں باتوں پر یکسانیت و مطابقت ہے اور کوئی تضاد نہیں ہے۔ اور اس طرح دوسری حدیث کی وجہ سے مطابقت بھی واضح ہو جائے گی۔ در حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے۔

چھوت کرمانی نے شرح بخاری میں "چھوت کوئی چیز نہیں" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بلحاظ طبیعت و خلقت کوئی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ دراصل اللہ کے حکم و منشاء سے ہوتا ہے۔ اور اسی لئے رسالت مآب نے بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا جذامی سے دور بھاگو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تندرست اونٹ کے پاس جانے کی ممانعت سے چھوت کا حکم مستثنیٰ ہے

تورپشتی کا بیان ہے چھوت کی تاویل میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث سے نفس چھوت کی نفی مراد ہے۔ اور چھوت کو رسول اکرم ﷺ نے باطل و ناکارہ قرار دیا ہے۔ جس کا ثبوت حدیث کے ظاہری الفاظ اور قرائن میں موجود ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث سے نفس چھوت کا بطلان و ناکارہ پن مراد نہیں ہے بلکہ جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو اور تندرست کے پاس بیمار آمد و رفت نہ کریں۔ ان دونوں حدیثوں سے رسول اکرم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کمزور طبائع جو اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ امراض ایک دوسرے کو لگنے یا لازمی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ باخبر ہو جائیں کہ ان کا وہم ان کے گمان کی حد تک ہے ورنہ اصلیت یہ ہے کہ اس قسم کے امراض بھی مشیت الٰہی کے تابع ہیں وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہیں چاہتا وہ معرض وجود میں نہیں آتا۔ اور اسی کی جانب رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کر رہا ہے کہ بتاؤ پہلے کو کس نے بیمار کیا؟

اور رسول اکرم ﷺ کا یہ حکم کہ جذامی سے بھاگو اور بیمار کسی تندرست کے پاس آمد و رفت نہ کریں گویا بالکل ویسا ہی ہے جیسے ٹیڑھی دیوار یا شکستہ کشتی سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اور ان میں دو احادیث کے ذریعہ اکثر علماء کی جماعت نے بعض دوسری جماعت والوں پر دلیل لاکر ان کے خیالات کی اس طرح تردید کی ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو ممانعت وارد ہے اس کا مطلب شفقت و رافت ہے کہ اگر یہ بیمار ہو جائے یا اونٹوں میں بیماری پھیل جائے تو لوگ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ چھوت کی بیماری لگتی ہے اور یہ حق ہے حالانکہ چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دونوں احادیث کی یہی تاویل مناسب ہے کیونکہ احادیث مردیہ سے اس کی مطابقت بھی ہوتی ہے کہ چھوت کوئی اثر انداز چیز نہیں ہے۔ اور اگر پہلا قول مانیں یعنی چھوت کو اثر انداز تصور کیا جائے تو اس سے فن طب کے اصول بھی معطل ہو جاتے ہیں، اور طبی اصول کو شریعت اسلامیہ معطل کرنے کی درپے نہیں بلکہ اسے بدین طور اور زیادہ ثبات و استحکام دیتی ہے اصول توحید کی مخالفت بھی نہ ہونے پائے۔

اور جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس پر تسلیم خم کرنے میں کسی مخالفت کا بھی اندیشہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اور بعض لوگوں کا یہ استدلال کہ سیاق کلام کا قرینہ ہی چھوت کا ثبوت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جن اشیاء کی ممانعت فرمائی یا جن چیزوں کو حرام مکروہ قرار دیا ہے انہیں باعتبار تنوع ایک وسطی درجہ میں یکجا بھی فرما دیا ہے اور ہمارے اس بیان کی تائید وصحت کے لئے رسالت مآب ﷺ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رکھا جائے جبکہ ایک جذامی سے جو بغرض بیعت حاضر ہوا تھا فرمایا تمہاری بیعت ہم نے قبول کر لی پس اب جاؤ۔ اور ایک دوسرے جذامی کا ہاتھ لے کر آپ نے ایک بڑے پیالہ میں رکھا اور فرمایا اللہ پر اعتماد و بھروسہ کر کے کھاؤ۔ ان دونوں احادیث کے درمیان مطابقت صاف ظاہر ہے کہ پہلی حدیث اتلاف اسباب سے پرہیز کرنے کا حکم ہے کہ ایسی صورت میں پرہیز کرنا چاہیئے اور دوسری حدیث مشارکت اسباب کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کا بیّن ثبوت ہے۔ اور یہی سنت نبوی ہے کہ تمام اسباب کی موجودگی میں اللہ اور صرف اللہ پر اعتماد کیا جائے۔

طیبی نے عمر بن شرید کی روایت سے لکھا ہے کہ بنو ثقیف کے وفد میں جو شخص

تھا اس کے ہاتھ رسول اکرمؐ نے کہلا بھیجا کہ ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی اور اے جذامی اب تم لوٹ جاؤ۔

مسلم نے یہ حدیث لکھ کر تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ کی اجازت وہی اس کے لئے ہے جو توکل کی منزل پہ نہ پہنچا ہو اور آپ کا منشا یہ ہے کہ اسباب کو بھی پیش نظر رکھو کیونکہ موجودات عالم کو اللہ تعالیٰ نے خواص و اثرات ودیعت فرمائے ہیں۔

علامہ بغوی کا بیان ہے کہ جذامی کے جسم میں سے ایک خاص قسم کی بدبو اور گیس نکلتی ہے اور جذامی کے پاس زیادہ نشست و برخاست کرنے والے اور ایک ساتھ کھانے اور سونے والے پر اثر انداز ہوتی ہے اور امر چھوت نہیں بلکہ فن طب کا ایک قاعدہ سا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ سڑی ہوئی چیز کھانے، بدبودار سونگھنے، بند یا سیل والے مکان میں رہنے سے نقصان ہوتا ہے۔ حالانکہ ہر کام صرف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی۔

امام وقت حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ کا یہ عمل کہ ایک جذامی کو دور سے رخصت کر دیا اور دوسرے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر ایک پیالہ میں کھایا یہ دونوں عمل درحقیقت ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ان میں مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ چھوت کی بیماری کوئی متعدی مرض نہیں ہے۔ تاہم بیمار سے تندرست کے اختلاط کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب بنا دیا ہے کہ کہیں اس کی بیماری تجاوز نہ کر جائے۔ اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ بعض اوقات کسی بیمار سے اختلاط کرنے کے باوجود تندرست بیمار دار کو اس کا مرض لاحق نہیں ہوتا۔

ابن صلاح نے بھی اسی طرح مطابقت احادیث بیان کی ہے۔ اور میرے (شیخ عبدالحقؒ) کے خیال میں ان دونوں احادیث کی مطابقت یوں ہے کہ رسول اکرمؐ نے چھوت کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ اپنی جگہ عمومی حیثیت سے برقرار ہے اور آپؐ کا یہ ارشاد کہ کوئی بیماری تجاوز کر کے دوسرے کو نہیں لگتی یہ اپنی جگہ مسلم اور بالکل درست ہے۔

اور رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد کہ جس طرح اللہ نے پہلے کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیمار کیا، یہ اس حقیقت کا انکشاف ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے اور جس کو

جس طرح چاہتا رکھتا ہے وہی بیمار ڈالتا اور شفا دیتا ہے۔

اور رسول اکرم کا یہ حکم کہ "جذامی سے بھاگو" یہ دراصل ذرائع و اسباب کا سدِ باب کرنا ہے کہ جو شخص کسی جذامی سے اختلاط کے باعث بیمار ہو جائے تو کہیں یہ اعتقاد نہ کرنے لگے کہ چھوت لگ گئی۔ بلکہ ہر مسلمان کو یہ پختہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی بیمار ڈالتا ہے اور وہی شفا دیتا ہے اور رسول اکرم نے یہ حکم قرار دیکر بد اعتقادی کی بیخ کنی فرمائی ہے تاکہ چھوت وغیرہ کو حق ماننے کا بالکل خاتمہ ہو جائے۔

اس کے علاوہ اس باب میں شرح نخبۃ الفکر کے حاشیہ پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم کا ایک جذامی کے ساتھ کھانا نوش فرمانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو پختہ یقین تھا کہ کوئی امر بغیر حکم الٰہی نافذ نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارا بھی ایقان کامل ہے کہ آپ کو اللہ کی قدرت کے بارے میں کوئی بدظنی نہ تھی اور آپ کا یہ عمل دراصل ان لوگوں کے لئے سبق تھا جن کے دل یقین کی دولت سے لبریز نہ تھے۔ اور توہم پرستوں کے لئے عملی نصیحت ہے کہ اگر کوئی بیماری آجائے تو دل میں اس بیمار ہی کے لگنے کا خیال تک نہ لایا جائے۔

نیز آپ کے اس ارشاد سے آپ کی رحمت کا بھی اظہار ہے تاکہ کوئی شخص دریائے شرک میں معمولی طور بھی گرنے نہ پائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس شانِ رحمت میں مسلمانوں کو اچھے عمل کی توفیق دے اور آپ کا وسیلہ رکھ کر فضیلت و برچم حمد عنایت فرمائے۔ اور لاکھوں درود و سلام ہوں سرورِ عالم پر جو پیکرِ شرف و کرم ہیں۔

چونکہ اس مضمون کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسول اکرم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ختم کیا ہے لہذا میں (شیخ عبدالحق) بھی درود و سلام پر ختم کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

ربیع الاوّل

بہتر و مناسب یہ ہے کہ اس عنوان کے تحت اولاً رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وصال اور متعلقہ احکام لکھے جائیں اور پھر اس ماہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں رویت و زیارت کا تذکرہ کیا جائے اسمیں دو باب لکھے ہیں

باب اوّل

ولادت باسعادت

سال فراخی و مسرت

سچے دوستو! اللہ تعالیٰ نور یقین سے تمہاری تائید کرے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے تمہارے دل منور کرے درود ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر اور سب پر واقعہ یہ ہے کہ بطن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو زمانۂ حمل میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پیش آئے جو سیرت کی کتابوں اور احادیث میں مذکور ہیں ان بحور ذخار میں سے ہم صرف وہی امور جو حقیقی حالات کی وضاحت کرتے ہیں اور وہ احادیث لکھیں گے جو صحیح کتب احادیث میں مشہور و معروف اسناد کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کام کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔

روایت ہے کہ حمل مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قریش سخت قحط اور تنگی ترشی کے عالم میں مبتلا تھے لیکن بطن آمنہ رضی اللہ عنہا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف ارزانی کے ساتھ ہی سرزمین مکہ سرسبز اور درخت بار آور ہو گئے اور قریش کو ہر سمت سے آمدنی ہونے لگی، اسی لئے قریش نے اس سال ۵۷۰ء کا نام جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطن مادر میں تشریف لائے تھے "سال فراخی و مسرت" رکھا۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں "جب محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم میرے

پیٹ میں آئے تو ایک دن میں نیند و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ ایک غیبی آواز آئی اے آمنہؓ! تمہارے پیٹ میں امّت کا سردار ہے۔ اور مجھے مطلق علم نہ تھا کہ میں حاملہ ہوں کیونکہ مجھے کسی قسم کی گرانی نہ تھی اور میری وہ حالت نہ تھی جو دوسری خواتین کی ہوتی ہے۔ البتہ ایام بند ہو جانے پر مجھے تعجب تھا۔

ایک حدیث سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا دوسری خواتین کی بہ نسبت میری والدہ ماجدہؓ کے پیٹ کے اندر میں بھاری محسوس ہوا تو انہوں نے اپنی سہیلیوں وغیرہ سے اس کی شکایت کی۔ پھر اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اس پیٹ میں جو ہیں وہ نور ہیں (آخر حدیث تک) اور اسی حدیث میں ہے کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ کو زمانہ حمل میں ثقل محسوس ہوا۔ اس حدیث کے سوائے باقی تمام دیگر احادیث میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو زمانہ حمل میں کوئی ثقل اور بوجھ محسوس نہیں ہوا۔

حافظ ابو نعیم نے مذکورہ بالا احادیث میں یوں مطابقت دی ہے کہ ابتدائی دنوں میں تو آپ کو ثقل محسوس ہوا لیکن حمل کے زیادہ سے زیادہ مہینوں میں آپ کو کوئی ثقل اور بوجھ معلوم نہیں ہوا۔ اور یہ دونوں حالتیں عام عادت کے بالکل خلاف وقوع پذیر ہوئیں۔

ابو ذکریا یحییٰ بن عائذ کا بیان ہے کہ رسالت مآب اپنی والدہ کے پیٹ میں پورے نو ۹ ماہ رہے اس زمانہ میں حضرت آمنہؓ کے پیٹ میں درد، مروڑ اور ریاح وغیرہ کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اور دوسری حاملہ خواتین کی مانند آپ کو کوئی عارضہ نہیں ہوا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں بخدا میں نے کسی کو بھی اپنے سے زیادہ ہلکا حمل نہیں دیکھا۔ اور یہ حمل بڑا ہی برکت والا ہے۔

انتقال حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب

رسول اکرمؐ کو بطن مادر میں آئے صرف دو ماہ ہوئے تھے کہ آپؐ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہؓ ابن عبدالمطلب نے وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے اس وقت وفات پائی جبکہ رسول اکرمؐ پالنے میں تھے۔ اور مشہور و ترجیح روایت پہلی ہی ہے کہ ولادت سرورِ عالمؐ سے قبل ہی حضرت عبداللہؓ

نے وفات پائی۔

واقعہ وفات یہ ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ واپس جاتے ہوئے راستہ میں حضرت عبداللہؓ ابن عبدالمطلبؓ نے وفات پائی اور مقام ابوا میں آپکو دفن کیا گیا۔[1]

ولادت رسالتمآب بحالت سجدہ

ابونعیم نے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے حضرت آمنہؓ فرماتی تھیں "جب حمل کو چھ ماہ ہو چکے تو کسی آنے والے نے خواب میں آکر مجھ سے کہا اے آمنہ! تمہارے پیٹ میں دو عالم کے بہترین سردار ہیں۔ وضع حمل پر آپ کا اسم گرامی محمدؐ رکھنا! اور اپنا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد حضرت آمنہؓ نے فرمایا دوسری خواتین کی مانند میرے وضع حمل کا زمانہ بھی قریب آگیا۔ پھر آپؓ نے جو عجیب و غریب امور دیکھے تھے بیان کئے مثلاً وہ پرندے دیکھے جن کی چونچ زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ اور کچھ مرد ہوا میں اس طرح پرواز کرتے دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے، نیز اللہ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے اور میں نے مشرق و مغرب کی زمینیں دیکھیں۔ اس کے علاوہ تین پرچم اس طرح دیکھے کہ ان میں سے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

پھر مجھے دردزہ ہوا اور رسول اکرمؐ کی ولادت اس طرح ہوئی کہ آپ سجدہ میں تھے اور جیسے کوئی عاجز گریہ وزاری کرتا ہے ویسے ہی آپ کی حالت تھی اور آپ انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اس کے بعد میں نے ایک سفید ابر دیکھا جس نے آسمان سے آکر آپؐ کو ڈھانپ لیا اور پھر آپ میرے پاس سے غائب ہو گئے۔ اسی دوران میں نے ایک آواز سنی "منادی بہ بانگ دہل کہہ رہا تھا" آپ کو سرزمین مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ" تاکہ وہ آپ کے متبرک نام سے متعارف ہو جائیں۔ آپ کی نعت وصفات اور صورت سے واقف ہو جائیں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ کا متبرک نام ماحی زظلم و شرک وغیرہ

کو مٹانے والا ہے۔ اب کسی قسم کی بت پرستی اور شرک کا وجود باقی نہ رہے گا اور آپؐ کے عہد خجستہ میں شرک و بت پرستی محو ہو جائے گی۔ اس علان کے بعد ہی وہ چھایا ہوا بادل آپؐ پر سے پھٹ گیا۔

محمد بن سعد نے جماعت محدثین حضرت عطاء و عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ کے ذریعہ حضرت آمنہ بنت وہبؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسالتمآبؐ کی ولادت کے وقت آپ کے ساتھ ایسا نور بھی نکلا جس سے مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن دکھائی دی۔ اور آپؐ کی ولادت اس طرح ہوئی کہ آپؐ اپنے ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے پھر آپؐ نے اپنی مٹھیاں زمین سے اٹھائیں اور سر مبارک آسمان کی جانب بلند فرمایا۔

طبرانی کی تحریر ہے کہ رسالت مآب جب پیدا ہوئے تو آپؐ کی مٹھیاں بند تھیں البتہ انگشت شہادت اس طرح اٹھائے ہوئے تھے گویا سبحان اللہ پڑھ رہے ہوں۔

خاتم النبیین

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور علامہ بیہقی نے عرباض بن ساریہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم اپنے خمیر میں تھے۔ اور عنقریب تمہیں تمام حالات سے باخبر کروں گا۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعوت و دعا، حضرت عیسےٰؑ کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہؓ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا۔ تمام انبیاء کی مائیں اپنے اپنے فرزند کی نبوت وغیرہ سے متعلق خواب دیکھتی رہی ہیں۔ اور سرور عالم کی والدہ ماجدہ نے بوقت وضع حمل وہ نور دیکھا جس سے مملکت شام کے تمام محل منور نظر آئے۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا حدیث ابن حبان اور حاکم کے نزدیک حدیث صحیح ہے اس کے علاوہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی مزید اسناد موجود ہیں۔

مملکت شام کے محلات صاف نظر آنے کی بابت حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض اے رسولؐ جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی

واضاءت بنورك الافق اور آپؐ کے نور سے آسمانی کنارے درخشاں
فنحن فی ذلك الضیاء والنور ہوگئے اور ہم اسی روشنی و نور میں رشد وہدایت
وسبیل الرشاد نخترق کی راہ چلتے ہیں۔

روایت مندرجہ بالا میں مملکت شام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ علاقہ شام آپؐ کا دارالملک ہے۔ اور اسی کو کعب نے بحوالہ جات کتب قدیم یوں تحریر کیا ہے کہ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ میں، ہجرت مدینہ میں اور آپؐ کا ملک شام ہے۔ اور اسی نسبت سے شب معراج میں آپؐ کو مملکت شام کی جانب بیت المقدس تک لے جایا گیا۔ نیز شام کی جانب آپؐ کی روانگی اس لئے بھی ہوئی کہ قبل ازیں حضرت ابراہیمؑ نے علاقہ شام کی سمت ہجرت فرمائی تھی۔ اور سرزمین شام ہی وہ خطہ زمین ہے جو حشر ونشر کا مقام متصور ہے۔

علاوہ ازیں صحیح حدیث ہے کہ زمین شام کو لازم پکڑو اس لئے کہ تمام روئے زمین کی بہ نسبت سرزمین شام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور اللہ کے برگزیدہ و منتخب بندے اسی سرزمین پر زیادہ سے زیادہ تشریف فرما رہے ہیں۔

عجائبات ولادت

رسول اکرمؐ کی ولادت باسعادت کے عجائبات کے منجملہ امام بیہقی و ابونعیم نے یہ روایت تحریر کی ہے کہ وہ یہودی جو بحیثیت تاجر مکہ معظمہ میں مقیم تھا اس نے اس رات جس میں رسالت مآبؐ اس دنیا میں تشریف فرما ہونے والے تھے کہا اے گروہ یہود! احمد مجتبےٰؐ کا ستارہ طلوع ہوا ہے اور آج کی شب وہ تولد ہوں گے۔

مہر نبوت

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ جس دن کو رسالت مآبؐ پیدا ہوئے اسی شب ایک یہودی مقیم مکہ معظمہ نے کہا۔

اے جماعت قریش! کیا تمہارے خاندان میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ پھر اس یہودی نے کہا اس رات وہ پیدا ہوں گے جو امت کے نبی ہیں اور ان کے نبی ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ یہ سن کر قریش پھیل گئے اور دریافت پر معلوم کیا کہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلبؓ کے فرزند تولد ہوئے ہیں چنانچہ وہ یہودی، چند قریش کے ساتھ آپؐ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور حضرت آمنہؓ نے اس یہودی کی خواہش پر آپؐ کا دیدار کرایا۔ آپؐ کو دیکھتے ہی وہ یہودی غش کھا کر گرا اور پھر کہا۔ اے جماعت قریش! سنو! بنی اسرائیل میں سے نبوت ختم ہو گئی۔ اور اب تم کو ان نبیؐ کے ذریعہ بے حد غلبہ و شوکت حاصل ہوگی اور آپ کی دعوت مشرق سے مغرب تک جاری رہے گی۔

یہ روایت یعقوب بن سفیان نے بھی حسن اسناد کے ذریعہ لکھی ہے اور یہی روایت فتح الباری میں بھی ہے۔

کرشمۂ ولادت رسالت مآب کی ولادت کے وقت شاہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔

بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔ فارس میں آتش پرستوں کی وہ آگ جو عرصہ سے مسلسل جاری تھی آپؐ کی ولادت کے ساتھ ہی ٹھنڈی ہو گئی یہ روایت اکثر لوگوں نے لکھی ہے۔

ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گرنے میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ فارس کے صرف چودہ بادشاہ ہوں گے چنانچہ چار سال کی مدت میں دس بادشاہ ہوئے اور بقیہ چار نے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک بادشاہت کی۔ (مواہب لدنیہ)

علاوہ ازیں آپؐ کی ولادت باسعادت کے سبب آسمانی خبروں کی حفاظت کے لئے شہاب ثاقب مقرر کئے گئے اور شیطان کی کمین گاہیں مسدود کر دی گئیں نیز شیطانوں کی چوری چھپے آسمانی باتیں سننے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرما دی۔

مختون و ناف بریدہ ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ (اوسط از طبرانی)

علاوہ ازیں ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت انسؓ کی زبانی رسالت مآب کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ میرے رب کی جانب سے میری بزرگی و کرامت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا۔ اور کسی نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی" اسے مختارہ نے بھی صحیح لکھا ہے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں تحریر کیا ہے کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اکرم مختون پیدا ہوئے۔

متواتر احادیث سے حاکم کی مراد یہ ہے کہ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ بکثرت درج ہے اور یہی مشہور بھی ہے، اور تواتر احادیث سے ان کا مقصد ائمہ محدثین کی اصطلاح "طریقہ اسناد" نہیں ہے اس روایت کی خصوصیت کو بعض محدثین نے ضعیف بھی لکھا ہے جس کی صراحت کرتے ہوئے ابن قیم نے تحریر کیا ہے کہ ختنہ شدہ پیدا ہونا صرف رسول اکرم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں۔

ابن درید نے وشاح میں ابن کلبی کی زبانی لکھا ہے ہمیں معلوم ہوا ہے آدمؑ کی تخلیق اس طرح ہوئی کہ آپ مختون تھے۔ اور آدمؑ کے بعد مزید بارہ نبی ایسے ہوئے جو مختون پیدا ہوئے جن کے آخر میں سرور عالم محمد رسول اللہ مختون پیدا ہوئے۔

ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ رسالت مآبؐ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے آپ کا ختنہ کرایا اور ضیافت کرکے آپ کا اسم مبارک محمد رکھا۔

ایک قول یہ ہے کہ جبرئیل نے بوقت انشراح صدر آپؐ کا قلب دھویا اور آپؐ کا ختنہ بھی کیا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول منکر ہے۔

مسئلہ ختنہ واضح باد کہ لڑکے کے آلۂ تناسل کے سرے پر جو زائد کھال حشفہ کے اوپر ہوتی ہے اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور لڑکی کی شرمگاہ کے اوپری حصہ جو زائد کھال ہوتی ہے وہ کاٹ دی جاتی ہے اور ان دونوں کا نام (اردو زبان میں) ختنہ ہے اور (عربی زبان میں) مرد کے ختنہ کرنے کو اعذار اور عورت کے ختنہ کرنے کو خفضہ کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور کچھ شافعیوں کا مسلک یہ ہے کہ ختنہ کرانا سنت ہے اور امام شافعی کا خود مذہب یہ ہے کہ ختنہ کرانا واجب ہے اور مذہب مالکی کے مشہور عالم سحنون بھی اسے واجب کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ امام شافعی نے مردوں کا ختنہ واجب اور لڑکیوں کا ختنہ سنت قرار دیا ہے۔

جو اشخاص ختنہ کرانے کو سنت کہتے ہیں وہ اس کی دلیل ابو ملیح بن اسامہ کے اس قول سے لاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے مردوں کے لئے ختنہ کرانا سنت اور لڑکیوں کے لئے مکرمہ (قابل پسندیدگی) ہے۔ (مسند از امام احمد و امام بیہقی)

جو لوگ ختنہ کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا احدیث میں لفظ سنت سے جو مراد ہے وہ واجب کے خلاف نہیں ہے بلکہ سنت سے مطلب یک خاص طریقہ ہے۔ اور ختنہ کرانا واجب ہے جس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔
ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (یکسو ہو کر دین ابراہیمی کے مطیع ہو جاؤ)
صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ کی حدیث اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے اپنی عمر کے (۸۰) سال میں بسولہ سے اپنا ختنہ کیا ابوداؤد نے بھی وجوب ختنہ کے لئے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد بطور دلیل پیش کیا ہے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اپنے اوپر سے کفر کے نشان دور کر دے اور ختنہ کرالے۔
علاوہ ازیں قفال مروزی شافعی بھی وجوب ختنہ کے قائل ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ حشفہ کے اوپر کی زائد کھال کو باقی رکھنے سے پیشاب وغیرہ کی نجاست اس کے اندر رکی رہتی ہے جس کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے اس زائد کھال کا کاٹنا واجب ہے۔

ختنہ کا زمانہ ختنہ کرانے کے زمانہ و وقت میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ ختنہ کرانا واجب ہے کے کہنے والے کہتے ہیں کہ بلوغ کے بعد ختنہ کرایا جائے کیونکہ بلوغ ہی محل وجوب ہے۔
بعض شافعی کہتے ہیں ولی پر واجب ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے ہی ختنہ کرادیں۔ ختنہ کرانا سنت ہے کے کہنے والوں کا بیان ہے صاف بات یہ ہے کہ ختنہ کا وقت و زمانہ بلوغ سے پہلے کا ہے کیونکہ شرمگاہ چھپانا واجب ہے اس لئے سنت کو کسی حال ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اور حقیقت اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تاریخ ولادت رسالتمآبؐ رسالتمآبؐ کے سال ولادت میں لوگوں کا اختلاف ہے اکثر اسی پر متفق ہیں کہ عام الفیل[۱] آپؐ کا

---

۱ عام الفیل وہ سال ہے جس میں ابرہا حرم مکہ پر ہاتھیوں کے ذریعہ حملہ آور ہوا تھا تاکہ مکہ کو ڈھادے یہ واقعہ ۵۷۰ھ کا ہے ۱۲۔

سنہ ولادت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کے خلاف جو قول ہے وہ ظن و تخمین اور وہم ہے۔

سہیلی اور ان کی جماعت کا بیان ہے کہ واقعہ الفیل کے پچاس دن بعد آپؐ کی ولادت ہوئی اور یہی مشہور ہے، لیکن میاطی نے اپنی آخرس میں تحریر کیا ہے کہ واقعہ الفیل کے پچپن دن بعد آپؐ کی ولادت ہوئی۔

اسی طرح آپؐ کی ولادت کے مہینہ میں بھی لوگ باہم مختلف ہیں۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپؐ جلوہ افروز ہوئے۔ اور ابن جوزی نے بھی اسی کو متفق علیہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح آپؐ کی ولادت کے دن میں لوگ مختلف الخیال ہیں بعض کہتے ہیں کہ کوئی دن تاریخ متعین نہیں ہو سکتی البتہ یہ ضرور ہے کہ ماہ ربیع الاول میں کسی پیر کے دن آپؐ رونق افروز ہوئے۔ اس کے برعکس جمہور علماء کا مذہب ایقان ہے کہ آپؐ کی ولادت کا دن مقررہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آٹھ تھی اور ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ ولادت ہی کو شیخ قطب الدین قسطلانی نے صحیح قرار دیا ہے اور اکثر محدثین کا یہی قول مختار ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ و جبیر بن مطعم کے نزدیک بھی یہی قول صحیح و درست ہے کیونکہ یہ حضرات واقف حالات ہیں۔ اور یہی مذہب حمیدی اور ان کے استاذ شیخ ابن حزم کا ہے۔

قضاعی نے عیون المعارف میں لکھا ہے کہ تمام سیرت نگاروں کے نزدیک آٹھویں تاریخ ولادت رسالت مآبؐ ہے اور زہری نے محمد بن جبیر کی زبانی بھی اسی کی تائید کی ہے۔ واضح رہے کہ محمد بن جبیر وہ شخص ہیں جو نسب ناموں و رحالات ایام عرب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دسویں ربیع الاول کو آپؐ کی ولادت ہوئی۔

بارھویں ربیع الاوّل

بارھویں ربیع الاول تاریخ ولادت رسالت مآبؐ مشہور ہے۔ اور اہل مکہ کا عمل یہی ہے کہ وہ اس تاریخ کو مقام ولادت

رسالتمآبؐ کی اب تک زیارت کرتے ہیں۔[1]

طیبی کا بیان ہے "تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رسالت مآبؐ ۱۲ ربیع الاول کو اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

میں (عبدالحق) کہتا ہوں کہ طیبی کے امر اتفاق پر ہمیں بھی مندرجہ بالا بیانات کی موجودگی میں کلام نہیں۔ نیز اس امر پر بھی سب متفق نہیں کہ آپؐ کس وقت پیدا ہوئے۔ البتہ مشہور یہی ہے کہ پیر کے دن صبح آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔

قتادہ انصاری کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد عالی ہوا یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ کو نبوت عطا فرمائی گئی۔ (مسلم)

اس ارشاد سے واضح ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت ہوئی۔

مسند میں حضرت ابن عباسؓ کی زبانی یہ تحریر ہے کہ رسول اکرمؐ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اور پیر ہی کے دن مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ پیر کے دن ہی حجر اسود اٹھا کر نصب فرمایا۔ نیز فتح مکہ اور سورۂ مائدہ کا نزول بھی پیر کے دن ہی ہوا ہے۔

وقت ولادت رسالتمآبؐ

بلاشک وشبہ یہ امر یقینی اور پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ سرور عالمؐ بوقت طلوع فجر اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

عبداللہ ابن عمر بن عاصؓ کا بیان ہے کہ ظہران میں ایک شامی راہب[2] رہتا تھا جو عیصا کے نام سے مشہور تھا اور وہ اکثر وبیشتر کہا کرتا تھا۔ اے مکہ والو! تم میں عنقریب وہ شخصیت پیدا ہوگی جس کا مذہب تمام عرب قبول کرلے گا اور وہ عجم کے بھی مالک ہوں گے اور ان کی پیدائش کا یہی زمانہ ہے۔

اندرون مکہ میں جو لڑکا پیدا ہوتا لوگ اس راہب سے جا کر پوچھتے تھے۔ لیکن ایک دن جس کی صبح میں رسول اکرمؐ رونق افروز عالم ہوئے تھے حضرت عبداللہؓ ازواج

---

[1] یہ تحریر ۱۰۵۲ھ سے پہلے کی ہے کیونکہ شیخ نے ۱۰۵۲ھ میں انتقال کیا ہے اور اب تو حالات ہی کچھ اور ہوگئے ہیں از مترجم ۱۲　[2] عیسائیوں کا پادری اور عبادت گزار ۱۲۔

کے موافق عیصا کے پاس گئے اور اسے آواز دی چنانچہ اس نے ملاقات کر کے کہا عالم کو منور کرنے والے کی ولایت آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے فرزند ہی وہ تو مولود ہیں جن کی پیر کے دن کی پیدائش کے بارے میں مَیں اعلان کرتا تھا۔ یہ پیر کے دن ہی تاج نبوت سے سرفراز ہوں گے اور پیر کے دن ہی وفات پائیں گے۔ پھر عیصا نے پوچھا ان نومولود کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت عبداللہ ؓ نے جواباً کہا محمدؐ۔ یہ سُنکر عیصا نے کہا۔ بخدا میری خواہش یہی تھی کہ یہ فرزند ارجمند تمہارے گھر پیدا ہو اور میرے علم کی حد تک ان میں تینوں باتیں میری خواہش کے موافق موجود ہوں اور یہ سب یک جا ہیں۔ ایک یہ کہ انکا ستارہ گذشتہ شب طلوع ہوا۔ دوسرے یہ کہ پیر کے دن پیدا ہوئے اور تیسرے یہ کہ ان کا نام نامی محمد صلعم ہے مذکورہ بالا روایت کو ایک ابوجعفر بن ابی شیبہ کی بیان کردہ ہے۔

اس کے علاوہ اسی روایت کو ایک ضعیف راوی کے حوالہ سے ابونعیم نے اپنی دلائل میں تحریر کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؐ کی ولادت غفر کے وقت ہوئی اور غفر وہ تین چھوٹے ستارے ہیں جن کی منزل چاند ہے۔ اور چاند کی یہ منزل وہ وقت ہے جس میں عام طور پر انبیاء کی ولادت ہوئی ہے۔

اور شمسی مہینوں کے مطابق ماہ نیساں کی بیسویں تاریخ آپؐ کی ولادت قرار پائی ہے۔ اور یہ برج حمل کا وقت تھا۔[1]

بعض لوگ آپؐ کی ولادت کا وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق رات کا بتاتے ہیں۔

شیخ بدرالدین زرکشی کا بیان ہے صحیح یہی ہے کہ رسالت مآبؐ کی ولالت باسعادت دن کے وقت ہوئی۔ اس کے علاوہ جو لوگ آپؐ کی ولادت کے وقت ستاروں کا

---

[1] نیساں موسم بہار کا وہ شمسی مہینہ جو عربوں میں رائج تھا جسے بعد میں ایران میں استعمال کیا جانے لگا۔ بلحاظ مطابقت یہ ماہ اپریل ہے اور تاریخ دول الیوب ہی میں آپ کی ولادت ۲۰- اپریل ۵۷۱ء درج ہے از مترجم ۱۲ -

ٹوٹنا بیان کرتے ہیں اسے ابن حجیہ نے ضعیف کہا ہے اور دلیل یہ لکھی ہے کہ ستارے
رات کے وقت گرتے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ کی ولادت صبح کے وقت ہوئی اس لئے
ستارے ٹوٹنے کی علت و سبب بنانا درست نہیں کیونکہ زمانہ نبوت میں خوارق عادت
ہوا ہی کرتے ہیں اس لئے خوارق کے مدنظر دن کے وقت ستارے ٹوٹنا جائز ہے۔

اور میں بندہ کمزور (عبدالحق) کہتا ہوں ممکن ہے کہ ستارے رات کو ٹوٹے
ہوں اور اسی کی صبح کے وقت آپؐ کی ولادت ہوئی۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ بوقت
ولادت ستارے گرے اس کا بھی یہی مطلب ہے[1]۔

افضلیت شب ولادت

سرور عالم کی شب ولادت بقیناً شب قدر
زیادہ افضل ہے کیونکہ شب ولادت آپؐ
پیدائش و جلوہ گری کی شب ہے اور شب قدر آپؐ کو عطا کی ہوئی شب ہے۔ اور
جو رات کہ ظہور ذات کے سبب سے مشرف کی گئی ہو وہ اس شب سے زیادہ مشرف
و سربلند ہے جو عطیہ و سرفرازی کی وجہ سے معزز بنائی گئی ہو۔

شب ولادت رسالتمآبؐ کی افضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شب قدر میں
صرف آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شب ولادت میں رسول اکرمؐ کی ذات
کا ظہور ہوا ہے جن کے پاس مقرب فرشتے آتے رہتے تھے۔

علاوہ ازیں شب ولادت کی برتری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شب قدر کی برتری
و خوبی صرف امت محمدیہ کے لئے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ذات رسالت مآب
کو اللہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے اور آپؐ ہی کی ذات والاصفات۔
سب سے آسمانی و زمینی تمام مخلوقات کو اللہ نے عام نعمتیں سرفرازکی ہیں۔

ابولہب کی باندیوں میں سے ثویبہ لونڈی نے ابولہب کو رسول اکرمؐ کی ولادت
کی خوشخبری دی جسے سنکر ابولہب نے اپنی اس باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ ابولہب

---

[1] رسالت مآبؐ کی ولادت پیر کے دن صبح تڑکے ہوئی اور صبح کے وقت بھی رات کے
ستارے ٹوٹا کرتے ہیں۔ اب بھی جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے۔ صبح کے وقت ستارو
کا ٹوٹنا باہم کوئی تضاد و تخالف نہیں۔ از مترجم ۱۲

مرنے کے بعد اس کے کسی ساتھی نے اسے خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا تو جواب دیا جہنم میں پڑا ہوں البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اپنی ان دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ان انگلیوں سے میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس لئے آزاد کیا تھا کہ اس نے رسول اکرم ؐ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔ اس صلہ میں ان دونوں انگلیوں سے کچھ پانی پی لیتا ہوں۔ اور ثویبہ میری وہ آزاد کردہ لونڈی تھی جس نے رسول اکرم کو دودھ بھی پلایا تھا۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابولہب کافر جسکی مذمت قرآن کریم میں وارد ہے جبکہ اس کو ولادت رسول اکرم ؐ کی خوشی منانے میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنے کا یہ بدلا ملا ہے کہ وہ دوزخ میں بھی ایک رات کے لئے فرحت و مسرت سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو ان مسلمانوں کے حال پر غور کیا جائے جو آپؐ کی ولادت باسعادت پر مسرتوں کا اظہار کرتے اور آپؐ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتے ہیں۔ میری جان کی قسم! شب ولادت رسالتمآبؐ میں اظہار مسرت کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے تمام فضل وکرم سے اظہار مسرت کرنے والوں کو جنت کے باغوں میں داخل کریگا۔ مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد النبیؐ منعقد کرتے آئے ہیں۔ محفل میلاد کے ساتھ ہی وہ نیں دینے کھانے وغیرہ پکوانے اور غریبوں کو طرح طرح کے تحفہ تحائف تقسیم کرتے۔ خوشی کا اظہار کرتے۔ اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ نیز ولادت باسعادت پر قرآن خوانی کرواتے اور اپنے مکانوں کو مزین کرتے ہیں۔ ان تمام افعال حسنہ کی برکت سے ان لوگوں پر اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے[1]۔

محفل میلاد النبیؐ منعقد کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ وامان میں رہتے اور حاجت روائی و مقصود برآری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں۔

---

[1] کھانا پکوا کر مستحقین و غربا کو کھلانا چاہیے لیکن جھنڈیاں اور بے سود روشنی کا کہیں جواز نہیں اور شیخ کی عبارت کا مطلب بھی یہی ہے کہ فضول خرچی و نمائش نہ کی جائے بلکہ خلوص کے ساتھ بھوکوں کو کھلاؤ، غریبوں کو پہناؤ، زیادہ سے زیادہ عبادت الٰہی کرو۔ اور کسی ناروا کام کے قریب تک نہ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو میلاد النبیؐ کی شب کو عید مناتے ہیں[1] اور جس کے دل میں عناد اور دشمنی کی بیماری ہے وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

ابن الحاج نے اپنی مدخل میں محفل میلاد النبیؐ میں لوگوں کی بدعتوں، ناجائز کاموں حرام سازوں سے گانوں، باجوں کی نہایت سختی سے تردید کی اور ان گانوں وغیرہ کو بالکل ناجائز قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک نیتی کا ثواب دے اور سنت کی راہ پر گامزن کرے۔

اور اللہ ہی ہمارے لئے کافی اور بہترین مددگار ہے۔

رضاعت رسالتمآبؐ کو دودھ پلانے کی سعادت حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوئی۔ طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم وغیرہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں بنو سعد کے قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ میں اس صورت سے داخل ہوئی کہ اس خشک سال کے زمانہ میں ہم سب کسی بچہ کو دودھ پلانے کی جستجو میں تھے۔ میری گود میں ایک بچہ تھا اور میں ایک گدھی پر سوار تھی اور ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔ کیفیت یہ تھی کہ میرے پستان میں اتنا دودھ نہ تھا کہ اپنے بچہ کو سیراب کر سکتی اور ساتھ والی اونٹنی بھی اتنا دودھ نہیں دیتی تھی کہ غذا کے کام آ سکے۔ ہمارے قافلہ کی ہر ایک عورت نے رسول اکرمؐ کو دودھ پلانے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ آپؐ یتیم ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو مکہ کا ایک ایک بچہ دودھ پلانے کے لئے مل گیا۔ ایک میں ہی تھی کہ میں نے بھی چاروناچار جبکہ مجھے کوئی اور بچہ نہ ملا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ اللہ کی قسم میں یہ امر پسند نہیں کرتی کہ میں اپنی ساتھ والیوں کے ساتھ اس حال میں واپس چلوں کہ میرے پاس کوئی دودھ پینے والا بچہ نہ ہو۔ اس لئے اس یتیم بچہ کے ہاں جاتی ہوں اور اسی کو لئے لیتی ہوں چنانچہ جب میں حضرت عبداللہؓ کے گھر میں گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ دُرِّ یتیم ایک صاف شفاف کپڑا اوڑھے ہیں ان کے جسم سے مشک کی خوشبو پھوٹ پڑ رہی ہے اور وہ سبز ریشمی بچھونے پر چت لیٹے سو رہے ہیں۔

---

[1] روز عید منانے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ عبادت کریں اور آج کل کے مروجہ میلاد کو اس سے کوئی واسطہ نہیں جو کہ حضرت مصنف کا مطلب ہے۔

آپؐ کا حسن و جمال دیکھ کر میں نے آپؐ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا تاہم آہستہ آہستہ آپؐ کے قریب پہنچی اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کے سینہ پر رکھے تو آپؐ نے تبسم فرمایا اور دونوں آنکھیں کھول کر میری طرف نظر فرمائی۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے وہ نور نکلا جس نے آسمانی فضا کو بھر دیا یہ دیکھ کر میں نے آپؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر آپؐ کو اپنا داہنا پستان پیش کیا تو آپؐ نے جتنا چاہا پیا۔ اور اب تک آپؐ کی یہی کیفیت ہے کہ صرف ایک پستان سے دودھ نوش فرماتے ہیں۔

علماء کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے رسالتمآبؐ کو یہ بتا دیا تھا کہ آپؐ کا دودھ شریک بھائی بھی ہے اس لئے آپؐ نے عدل و انصاف سے کام لیا۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کے دودھ شریک بھائی نے خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر میں آپؐ کو لے کر اپنی قیام گاہ میں آئی۔ اتنے میں میرے شوہر نے ہماری بوڑھی اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے دیکھے۔ اسے دوھ کر خود بھی پیا اور مجھے بھی شکم سیر کر کے پلایا۔ پھر ہم نے آرام سے رات بسر کی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ ہماری ساتھ والیاں جب بچے لے کر مکہ سے چلنے لگیں تو میں بھی رسول اکرم کی والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور آپؐ میرے ہاتھوں میں تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ میری گدھی نے کعبہ کی جانب تین مرتبہ سجدہ کیا اور پھر وہ سر اٹھا کر چلنے لگی اس کی تیز رفتاری کی یہ حالت تھی کہ جو سواریاں آگے نکل گئی تھیں میری گدھی ان سے بھی آگے نکل آئی یہ دیکھ کر میرے قافلہ کی ساتھی عورتوں نے تعجب آمیز الفاظ میں کہا۔ اُس کی بڑی شان ہے۔ اس کے بعد ہم سب قبیلہ بنو سعد والے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے سب کے ساتھ میں بھی جانتی تھی کہ ہمارے قبیلہ کی سرزمین ہی سب سے زیادہ قحط سالی کا شکار ہے۔ لیکن رسول اکرمؐ کو لانے کے بعد ہی صبح کو دیکھا کہ ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے پھٹے پڑے ہیں۔ چنانچہ ہم دوہتے اور خوب پیتے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ کوئی ان کا دودھ دودھ ہی نہ سکتا کیونکہ ان کے جانوروں کے تھنوں میں دودھ کا کوئی قطرہ ہی نہ ہوتا۔ ہمارے ہاں دودھ کی زیادتی دیکھ کر ہماری قوم والوں نے اپنے چرواہوں سے کہا جہاں بنت ابی ذویب

کی بکریاں چرتی ہیں تم بھی وہیں چرایا کرو۔ چنانچہ چرواہوں نے وہیں چرانا شروع کیا جہاں ہماری بکریاں چرتی تھیں اس کے باوجود بھی ان کی بکریاں صبح کو بھوکی نظر آتیں اور دودھ ایک بوند تک نہ دیتیں۔ اور میری بکریاں جب شام کو واپس ہوتیں تو شکم سیر اور تھنوں میں کثل تھلاتا دودھ بھرے لوٹتی تھیں۔ حلیمہ اسی طرح ہمیشہ خیر و سعادت حاصل کرتی رہیں اور آپ کی برکتوں سے بخوبی فیضیاب ہوتی رہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

قبیلہ ہاشمی میں پہنچ کر حلیمہ سعدیہ اس مرتبہ پر فائز ہوگئیں جو عزت و بزرگی کے کنگرے سے افضل و برتر ہے۔

ان کے مویشیوں میں اضافہ ہوا اور ان کا گھر سرسبز ہوگیا۔ اور حلیمہ سعدیہ قبیلہ بنو سعد کے ہر فرد سے اعلیٰ وافضل ہوگئیں۔

ابن جراح کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ محمد بن معلی ازدی کی کتاب الترقیص میں یہ شعر دیکھا ہے جس سے رسول اللہ کو وہ لوری دیتی تھیں۔

یارب اذا اعطیتہ فابقہ — اے اللہ جب تونے آپؐ کو دیا ہے تو آپ کو باقی رکھ

واعلہٗ الی العلی وارقہ — آپکو بلند درجے دے اور ترقیاں عنایت کر اور آپؐ کی

وادحض اباطیل العدی بحقہ — برکتوں سے باطل پرست دشمنوں کو ذلیل کردے۔

اور آپؐ کی دودھ شریک بہن شیما آپؐ کو گود میں لے کر یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔ (ترجمہ شعر)

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو میرے ماں جائے نہیں اور میرے والد وچچا کی نسل سے بھی نہیں۔ لیکن میں آپؐ پر اپنے بزرگ ماموں وچچا کو قربان کرتی ہوں۔ اور اے اللہ جیسی کہ تو نشو ونما کیا کرتا ہے اس سے زیادہ اچھی آپؐ کی نشو ونما کر۔

بیہقی، صابونی، خطیب اور ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابن عباس بن عبد المطلب کی زبانی لکھا ہے" ہیں" (عباسؓ) نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپؐ کی نبوت کی علامات نے مجھے آپؐ کے مذہب اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے کیونکہ میں نے آپؐ کو جھولے میں جھولتے وقت دیکھا کہ آپؐ چاند سے (مناغات) باتیں کرتے اور جدھر انگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی جانب چلتا تھا۔ اس پر جواباً کہا جی ہاں چاند مجھ سے

باتیں کرتا اور میں چاند سے باتیں کرتا وہ مجھے رونے سے بچانے کے لئے بہلایا کرتا۔ اور جب وہ عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے جھکنے کی آواز سنتا تھا۔

صابونی کا بیان ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں البتہ حدیث کا متن معجزات حسن میں سے ہے۔

ماں جب بچہ کو محبت و شفقت کی باتیں کر کے بہلائے تو اسے عربی زبان وادب میں مناغات و محادثہ کہتے ہیں۔

بیہقی و ابن عساکر نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے حلیمہ سعدیہ نے بتایا کہ رسول اکرم کا جب میں نے دودھ چھڑایا تو آپؐ نے سب سے پہلا کلمہ یہ ادا فرمایا۔

اللہ اکبر کبیرا — اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بڑا ہے۔

والحمد للہ کثیرا — اور تمام تعریفیں بیش و ربیش اللہ ہی کے لئے ہیں۔

وسبحان اللہ بکرۃً واصیلا — اور میں صبح و شام اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح و پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔

پھر جب آپؐ کی کچھ عمر ہوئی تو باہر جانے لگے لیکن جب دوسرے بچوں کو کھیلتے دیکھتے تو ان میں نہ کھیلتے بلکہ ان سے علیحدہ رہتے (تا ختم حدیث)

نیز حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جناب حلیمہ سعدیہ کبھی بھی رسول اکرمؐ کو اس لئے تنہا نہ چھوڑتی تھیں کہ کہیں آپؐ دور نہ چلے جائیں۔ ایک دن آپؐ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دوپہر کے وقت مویشیوں کی طرف چلے گئے اور حلیمہ سعدیہ آپؐ کو تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچیں جہاں بہن بھائی دونوں موجود تھے آتے ہی کہا اے نور درخشاں! آپؐ اتنی دھوپ میں باہر یہاں تشریف لائے! جس کے جواب میں شیما نے کہا اماں جان! میرے بھائی دھوپ میں نہیں آئے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ بادل کا ایک ٹکڑا آپؐ پر سایہ افگن تھا جب آپؐ چلتے تو وہ بادل بھی چلتا اور جب آپؐ ٹھہر جاتے تو وہ بادل بھی آپؐ کے سر پر ٹھہرا رہتا۔ تا آنکہ اس بادل کے سایہ میں ہم یہاں آگئے۔

اور رسول اکرمؐ اپنے بچپن میں اتنی زیادہ سرعت کے ساتھ بڑے ہو رہے تھے کہ دوسرے بچے اتنی جلدی ایسی نشو و نما نہیں رکھتے ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں نے جب آپؐ کا دودھ چھڑایا تو میں آپؐ کو آپؐ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی حالانکہ میں آپؐ کے فیوض و برکات کی وجہ آپؐ کو مزید اپنے پاس رکھنے کی متمنی تھی میں نے آپؐ کی والدہ ماجدہ سے عرض کیا اس نور درخشاں کو ہمارے پاس ذرا بڑے ہونے تک اور رہنے دیجیے ہمیں خوف ہے کہ کہیں مکہ کی وبائیں آپؐ پر اثر انداز نہ ہوں۔ اور یہ باتیں میں آپؐ کی والدہ ماجدہ سے مسلسل کہتی رہی۔ آخر کار انہوں نے آپؐ کو ہمارے ساتھ واپس کر دیا۔ اللہ کی قسم! آپؐ کی واپسی کے دو یا تین ماہ بعد ایک دن آپؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ پچھواڑے کی بکریوں میں تھے۔ کہ اچانک آپؐ کا رضاعی بھائی دوڑتا آیا اور کہا میرے ان قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آئے اور انہوں نے آپؐ کا سینہ چاک کیا۔ (تا ختم حدیث)

اس واقعہ شق صدر کے بعد اس خوف سے کہیں آپؐ کی والدہ ماجدہ کو اس کی اطلاع دوسروں سے نہ مل جائے آپؐ کو لے آپؐ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پورا ماجرا کہا جسے سنکر مادر مشفقہ نے فرمایا شاید تمہیں ان پر شیطان کے قابو پانے کا خوف ہے۔ اللہ کی قسم۔ آپؐ پر شیطان کا ہرگز ہرگز کوئی اثر نہیں کر سکتا اور میرے بیٹے کی تو شان ہی انوکھی ہے۔

شق صدر رسالتمآبؐ کے سینہ مبارک کے شق ہونے اور قلب اطہر کے دھونے کا واقعہ چار مرتبہ ہوا۔

۱۔ پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ آپؐ کا قبیلہ بنو سعد میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مکان کے پچھواڑے تھے۔ اور کم سن تھے۔

۲۔ دوسری مرتبہ اس وقت جبکہ آپؐ کی عمر دس سال تھی۔ اور آپؐ جنگل میں تھے سرور عالمؐ نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ احکام نبوت کی ابتدائی منزل تھی۔

۳۔ تیسری مرتبہ جبکہ آپؐ کی بعثت ہوئی اور آپؐ کو تاج نبوت پہنایا گیا یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے اور ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ نے ایک ساتھ ایک ماہ تک اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ اور خدا کا کرنا یہ کہ وہ مہینہ ماہ رمضان کا تھا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ تیسری مرتبہ آپؐ کا شق صدر غار حرا میں ہوا جس کے

بعد ایک رات جب آپؐ غارِ حرا سے باہر آئے تو کسی کو السلام علیکم کہتے سنا اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا مجھے گمان ہوا کہ کہنے والا شاید کوئی جن ہو۔ چنانچہ میں تیز رفتاری کے ساتھ گھر آیا اور بی بی خدیجہؓ نے مجھے دیکھ کر کہا خیر تو ہے کیا بات ہے؟ چنانچہ پورا ماجرا میں نے کہہ سنایا جس کے جواب میں بی بی خدیجہؓ نے کہا مژدہ ہو۔ سلام سننا تو اچھی بات ہے۔ پھر دوسری مرتبہ جب میں غار سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ جبرئیل سورج پر سوار ہیں ان کا ایک پیر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے (تا ختم حدیث)

۴۔ چوتھی مرتبہ آپؐ کا شق صدر شب معراج میں ہوا۔ اگرچہ پانچویں مرتبہ بھی رسول اکرمؐ کا شق صدر ہوا لیکن اس کا ثبوت دستیاب نہیں ہوا۔ جس کی تحقیق میں بندہ (عبدالحق) نے ایک علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

غسل قلبِ اطہر کئی احادیث میں مختلف اسناد کے ساتھ وارد ہے کہ رسول اکرمؐ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھ کر آب زمزم سے غسل دیا گیا۔

ان تمام احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جنت کے پانی کی بہ نسبت آب زمزم زیادہ افضل اور پاکیزہ ہے۔ ورنہ جنت کے پانی ہی سے غسل دیا جاتا۔

سوال کیا جاتا ہے کہ آپؐ کے قلب اطہر کو طشت میں غسل دیا گیا آیا یہ آپؐ کے ساتھ مخصوص ہے یا دیگر انبیاء کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا؟ جس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ تابوت وسکینہ کی حدیث میں وارد ہے کہ تابوت میں ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے گئے۔ (طبری)

عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں سدی کے حوالہ سے بروایت ابو مالک حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی زبانی بھی یہی روایت تحریر کی ہے۔ علاوہ ازیں مواہب لدنیہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

وفات والدہ ماجدہ رسالتمآبؐ کی عمر جب چار سال کی تھی، بعض کہتے ہیں پانچ سال، چھ سال اور نو سال کی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ سال ایک ماہ دس دن کی تھی کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے مقام ابواء میں وفات پائی[1]

---

[1] مکہ و مدینہ کے راستہ میں ابواء ہے جہاں ۲۸ھ میں رسالتمآبؐ کے والد بزرگوار (باقی بر صفحہ آیندہ)

بعض کہتے ہیں کہ مقام حجونؔ میں انتقال فرمایا۔
قاموس میں ہے کہ مکہ معظمہ کے مقام نابغہ میں حضور انورؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ مدفون ہیں۔
ابن سعدؒ نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کی عمر جب چھ سال کی تھی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ آپؐ کو لئے ہوئے قبیلہ بنو نجار میں اپنے ماموں وغیرہ سے ملنے کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لے گئیں اور وہاں سے جب مکہ معظمہ واپس ہو رہی تھیں تو مقام ابوار میں آپ نے رحلت فرمائی۔
روایت ہے کہ حضرت آمنہؓ وفات پانے کے بعد رسول اکرمؐ پر ایمان لائیں۔ طبرانی نے اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ حزن و ملال کے عالم میں بمقام حجون حسب مرضی الہٰی ٹھہرے رہے اور پھر وہاں سے شادماں مراجعت فرمائی۔ اور مجھ سے کہا کہ میں نے اپنے اللہ سے دعائیں مانگیں تو اس نے میری والدہ ماجدہ کو میرے لئے زندہ کر دیا اور وہ میری نبوت پر ایمان لائیں اس کے بعد پھر وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئیں یعنی وصال فرما گئیں۔
اس حدیث کو ابو حفص بن شاہین نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں بھی لکھا ہے۔
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ سرور عالمؐ کے والدین اسی دنیا میں زندہ کئے گئے اور وہ دونوں رسول اکرمؐ پر ایمان لائے۔
خطیب نے بھی یہ حدیث تحریر کی ہے۔ اور سہیلی نے یہ حدیث قلمبند کر کے آخر میں لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض راوی مجہول الحال ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بے حد منکر اور اس کے بعض راوی مجہول الکیفیت ہیں۔
بعض علماء کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کے والدین کو دوزخ سے کوئی واسطہ

(بقیہ صفحہ سابقہ) حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب مدفون ہو چکے تھے اور یہیں حضور انورؐ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ بعض آپؐ کا سنہ وصال ۵۷۷ء کہتے ہیں ۱۲ ؎ حجون پہلا حرف حائے حطی زبر کے ساتھ ہے اور یہ دوسرا مقرہ ہے جو مکہ کی پہاڑی میں ہے۔ از مترجم ۱۲

نہیں بلکہ دونوں کے دونوں جنّتی ہیں۔

سرکار دو عالم ؐ کے معزز والدین کے بارے میں سلسلہ کلام طویل ہے اور مقتضائے احتیاط یہی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب شعر کہا ہے۔ (ترجمہ شعر)

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ؐ کو فضیلت پر فضیلت پر مرحمت فرمائی کہ از روئے مہربانی آپؐ کی والدہ ماجدہ اور آپؐ کے والد بزرگوار کو اسی دنیا میں اس لئے زندہ کیا کہ وہ آپؐ پر ایمان لے آئیں اور تمام مسلمانوں کو اس امر واقعہ کا یقین کرنا چاہیئے کہ آپؐ کے معزز والدین اسی دنیا میں زندہ ہو کر آپؐ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات قدیم ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اگرچہ حدیث مذکورہ بالا کے بعض راوی ضعیف ہیں۔

بعض علماء نے آپؐ کے عزت مآب والدین کی ایمان آوری کے ثبوت میں طویل گفتگو کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان علماء کرام کو ان کی نیک نیتی کے عوض جنت میں جگہ دے۔

خبردار ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی آپؐ کے عزت مآب والدین کی برائی نہ کرو۔ اور ان کی شان میں کوئی گستاخ کلمہ نہ کہو۔ کیونکہ اس سے رسول اکرم ؐ کو تکلیف ہو گی۔ اور مشہور قاعدہ کلیہ بھی یہی ہے کہ جب کسی کے والدین کو بُرا کہا جائے یا ان میں کوئی برائی نکالی جائے تو اس گفتگو سے ان کے بیٹے کو ایذا ہوتی ہے اور رسول اکرم ؐ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ متعلقہ مردوں کو برا کہہ کے ان کے زندہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ان مطالب کے اثبات و افحات کے لئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے کئی رسالے تحریر کئے ہیں۔ بشرط ضرورت ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

دادا کا انتقال

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیؒ نے آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کفالت کا بار اپنے

کندھوں پر رکھا[1]۔ اور دو سال تک کفالت کرتے ہوئے بعمر ۱۲۰ یا ۱۴۰ سال ۵۷۸ء میں انتقال فرمایا[2]

چچا کی کفالت دادا مرحوم کے انتقال کے بعد آپؐ کی کفالت کی ذمہ داری حضرت ابو طالب نے جن کا نام عبد مناف تھا اپنے کندھوں پر لی۔ کیونکہ ایک طرف تو حضرت عبد المطلب نے اپنے ان بیٹے ابو طالب کو رسالتمآبؐ کی کفالت کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور دوسری طرف یہ وجہ تھی کہ ابو طالب کے بھائی سعید اللہ بن عبد المطلب آپؐ پر بے حد شفیق تھے۔

ابن عساکر نے حلیمہ کی وساطت سے عرفطہ کی زبانی لکھا ہے میں مکہ میں سخت قحط کے زمانہ میں آیا۔ اور قریش نے حضرت ابو طالب سے کہا سخت قحط کے آثار ظاہر ہیں اور ہم لوگ قحط میں گرفتار ہیں۔ چلئے بارش کی دعا کریں۔ چنانچہ ابو طالب اپنے ساتھ ایک بیٹے کو لئے ہوئے روانہ ہوئے۔ ان صاحبزادہ کی مثال اس آفتاب زیر ابر کی مانند تھی جس پر سے ابھی بادل ہٹا ہو۔ حضرت ابو طالب کے ساتھ اور بھی بعض لڑکے تھے۔ غرضکہ ابو طالب نے آفتاب تمثال فرزند کو گود میں اٹھا کر آپ کی پیٹھ کعبہ کو لگائی۔ اور آپ نے آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھائی۔ اگرچہ آسمان پر بادل کا کوئی اثر تک نہ تھا لیکن انگشت مبارک کا اشارہ پاتے ہی ہر چہار طرف سے بادل گھر آئے اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ نالے بہہ نکلے اس وقت ابو طالب نے یہ اشعار پڑھے تھے۔ (ترجمہ اشعار)

سرخ و سفید رنگ والے جن کے چہرہ سے بادل سیراب ہوتے ہیں یہ یتیموں کے ملجا اور فاقہ کشوں کو شکم کرتے ہیں۔ یہ مسکینوں کے ماویٰ و جائے پناہ ہیں۔ ملجا کو عربی زبان میں "ثمال (ث کے زیر سے) کہتے ہیں نیز ثمال کے معنی فریاد رس اور فاقہ کشوں کو شکم سیر کرنے والے کے بھی آتے ہیں۔

---

[1] حضرت عبد المطلب کا نام شیبہ اور ہاشم کا نام عمر عبد مناف کا نام مغیرہ اور قصیؔ کا نام زید بن کلاب بن مُرّہ تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء بیان نسب حضرت علی رضؓ ۱۲ [2] تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ ذہبی ۱۲ ۔

اور ارامل جس کا واحد ارملہ ہے اس کے معنی مسکینوں کے ہیں جو مرد و زن دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم لفظ ارمل صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص اور بکثرت مستعمل ہے۔

حضرت ابوطالب کا یہ شعر ان کے طویل قصیدہ میں موجود ہے جسے ابن اسحٰق نے کامل طور پر نقل کیا ہے۔

اس قصیدہ کے علاوہ حضرت ابوطالب نے رسول اکرمؐ کی نعت میں دیگر قصائد بھی کہے ہیں اور آپؐ نے رسول اکرم کی جس عمدگی سے کفالت کی وہ مشہور ہے۔

ابن التینؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالب کا یہ شعر اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرمؐ کی بعثت سے قبل ہی وہ آپؐ کی نبوت کے قائل تھے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بحیریٰ راہب وغیرہ نے بھی رسول اکرمؐ کی منزلت و شان سے مطلع کر دیا تھا۔

ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحٰق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالب کا یہ شعر رسول اکرمؐ کی بعثت کے بعد کا ہے اور اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآبؐ کی نبوت کے حضرت ابوطالب معترف تھے۔

مندرجہ بالا روایات سے بعض شیعہ حضرت ابوطالب کے مسلمان ہونے کا ثبوت لاتے اور کہتے ہیں کہ بحالت اسلام ان کی وفات ہوئی۔

فرقہ حشویہ کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب نے بحالت کفر انتقال کیا اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے ان سے حضرت ابوطالب کا کافر رہنا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور مواہب لدنیہ میں بھی یہی مفہوم تحریر ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اکرمؐ نے فرمایا اے چچا جان فرمایئے لا الٰہ الا اللہ تاکہ اس کلمہ کی بدولت روز محشر مجھ پر آپ کی شفاعت جائز ہو جائے۔ ابوطالب نے رسول اکرم کی اس خواہش پر جواب دیا۔ اے بھتیجہ! اگر مجھے قریش کے اس طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو بخدا میں کلمہ اسلام پڑھ لیتا۔ البتہ اب تمہاری خوشی کے لئے پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت ابوطالب کے وقت نزع میں لب ہلتے دیکھ کر حضرت عباسؓ نے اپنے کان ان کے منہ کے قریب کئے اور رسول اکرمؐ سے کہا اے بھتیجہ بخدا میں نے اپنے

بھائی ابو طالبؓ کو وہ کلمہ پڑھتے سنا جو آپؐ نے بنایا تھا۔ اس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا، میں نے نہیں سنا۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضرت ابو طالب بوقت مرگ اسلام لے آئے تھے۔ ان تمام روایات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی ملت پر ہی ابو طالب کی موت واقع ہوئی اور اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

اس بارے میں سلسلہ کلام بہت طول طویل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق کہلواتا اور وہی راہ راست دکھاتا ہے۔

سفر شام ۱۲ سال کی عمر میں رسول اکرمؐ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ مکہ سے سفر شام کیلئے روانہ ہوئے، اور جب بصرہ میں پہنچے تو آپؐ کی بحیری راہب نے جس کا نام جرجیس تھا دیکھ کر پہچان لیا، اور آپؐ کا دست مبارک پکڑ کر کہا۔ یہ سردار دو عالم ہیں۔ انہیں اللہ نے نبی بنا کر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔

پھر اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا تو اس نے جواباً کہا جب آپ لوگ جب عقبہ کی پہاڑی پر آئے تو ہر ایک شجر و حجر نے ان کو سجدہ کیا اور شجر و حجر صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور میں تو آپ کی مہر نبوت کو بھی پہچانتا ہوں جو آپ کی پشت مبارک پر آپؐ کے کندھے کی نرم ہڈی کے پاس ایک سیب کی مانند ہے اور یہ تمام علامات نبوت میں نے کتب قدیم میں پڑھی ہیں۔

شادی رسول اکرمؐ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جن کی عمر ۴۰ سال کی تھی عقد فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ کو زمانہ جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ رسول اکرمؐ نے حضرت خدیجہؓ کا مہر بیس سرخ اونٹ مقرر فرمایا۔ آپؐ کی محفل عقد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور قبیلہ مضر کے رئیس و سردار شریک تھے۔ اور حضرت ابو طالب نے یہ خطبہ پڑھا تھا۔ (ترجمہ خطبہ)

تمام تعریفیں اور خوبیاں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو ابراہیمؑ کی ذریت اسمٰعیلؑ کی اولاد، قبیلہ سعد کی نسل اور قبیلہ کے خاندان میں پیدا کیا۔ اس نے ہمیں کعبہ کا محافظ اور خدمت گار حرم بنایا۔ کعبہ وہ کعبہ جو حج

کا مقام اور امن وحرمت کا مسکن ہے اور سامنے ہی ہم کو حاکم بنایا ہے۔ بعد حمد واضح ہو کر میرے یہ بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بڑی شان وشوکت کے مالک ہیں۔ کوئی ان کا ہمسر نہیں اور یہ ہر ایک پر غالب آئیں گے اگرچہ مالی طور پر طاقت ور نہیں لیکن واضح رہے کہ مال و دولت ختم ہو جانے والا سایہ اور لوٹ مولود حیلہ جوئی ہے۔

نیز حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیزداری و قرابت سے تم لوگ بخوبی واقف ہو۔

حضرت ابوطالب ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے ام المومنین حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کو رسول اکرمؐ کا پیام دیا تھا اور مال و دولت میں سے آپ کے مہر موجل و مہر معجل کی ادائیگی کی تھی۔ ان تمام اعمال حسنہ کی بدولت۔ اللہ کی قسم آپ کے لئے زبردست خوشخبری اور نہایت بلند شان وشوکت مقدر ہے۔

تاریخ نبوت

رسول اکرمؐ کی عمر مبارک جس وقت چالیس سال کی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ چالیس سال وچالیس دن یا چالیس سال و دس دن، یا چالیس سال دو ماہ کی عمر ہوگئی تو پیر کے دن ۱۷ر یا ۲۴ر رمضان تو اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو رحمۃ للعالمین اور تمام جنات و انسانوں کی طرف رسول بنایا۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ پیر کے دن ۸ ر ربیع الاول ۴۱ھ عام فیل کو اللہ نے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا، آپؐ کی قدر و منزلت کو رفعت دی۔ اور تمام جہانوں میں آپؐ کے ذکر کو بلند و بالا کیا۔

نبوت کے بعد آپؐ ۱۳ سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے پھر بحکم الٰہی آپؐ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی، جہاں دس سال اقامت فرمائی، اور اس مدت میں فی سبیل اللہ جہاد کئے۔ مخلوق کو دعوت اسلام دی۔ اور دنیا کو نور ایمان ویقین کی درخشانی سے منور کیا۔

عمر شریف

اللہ تعالیٰ کی حکمت آپؐ کی بعثت میں یہ تھی کہ مخلوق ہدایت حاصل کرے، مسلمان کے اخلاق بلند پایہ ہو جائیں اور مذہب اسلام

کی بنیادیں مکمل ہو جائیں۔ جب یہ کام پورے ہو گئے اور یہ مقصد کامل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی طرف اعلیٰ علیین میں اٹھانے کے لیے۔ آپؐ کو ۶۳ سال کی عمر میں اپنے پاس بلا لیا۔

اے اللہ درود و سلام ہو حضرت خاتم النبیین پر آپؐ کے آل و اصحابؓ پر آپؐ کے متبعین و فرمانبرداروں پر اور تمام علماء و صلحاء پر۔ (آمین)

باب دوم

وصال سرورِ عالمؐ کے اوّل و آخر کے حالات

عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہمارے نبی کریم و محبوب رب العالمین نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل ہمیں اپنے وصال کی اطلاع دیدی تھی۔ میرے ماں باپ اور میری جان آپؐ پر قربان، جب آپؐ کی جدائی کا وقت قریب آیا تو ہم سب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دولتکدہ میں جمع ہوئے اور سرورِ عالمؐ نے بآواز بلند فرمایا تم زندہ و سلامت رہو۔ رحمت الٰہی تمہاری حفاظت کرے۔ تمہیں قوت و طاقت دے۔ تمہیں خوب رزق دے، اس نے تمہیں رفعت و بلندی دی اور منفعت بخش چیزیں مرحمت فرمائیں۔ وہی تمہارا ملجا و ماویٰ ہے۔ اسی نے تم کو ہدایت دی اور وہی تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ لوگو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور منجانب اللہ بھی تم کو یہی حکم دیتا ہے کہ صرف اسی سے خائف رہنا۔ اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اور واضح طور پر کہہ رہا ہوں کہ میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں اور بتا رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت میں سرکشی نہ کرنا اور اس کے شہروں میں گردن افرازی نہ کرنا اللہ نے میری وساطت سے تم سے کہا ہے کہ آخرت میں اچھائیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو زمین میں فتنہ و فساد نہیں کرتے اتراتے اور اکڑتے نہیں۔ اور آخرت کی بھلائیاں ان کے لئے ہیں جو

متقی و پرہیز گار ہیں۔ اور دوزخ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو مغرور و متکبر ہیں۔"
اس کے بعد ہم فرمانبرداروں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپؐ ہم کو چھوڑ دیں گے؟
ارشاد عالی ہوا جدائی کا وقت قریب ہے۔ اور میں عنقریب اللہ تعالےٰ کے حضور اس کی جنت الماوی میں، سدرۃ المنتہٰی کے پاس جانے والا ہوں وہی عمدہ رفیق و ساتھی ہے۔ حوض کوثر، چھلکتے جام اور پسندیدہ عیش میرا منتظر ہے۔"

اس کے بعد ہم لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ غسل کون دے؟

ارشاد فرمایا۔ میرے قریب ترین اہل۔

پھر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کس کپڑے کا کفن دیں؟

فرمایا میرے موجودہ کپڑوں کا یا مصری پارچہ جات کا یا یمنی چادروں کا۔

پھر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کون پڑھائے؟ اتنا کہہ کر ہم رونے لگے اور سرور عالمؐ کا چشم مبارک بھی ڈبڈبا آئیں اور فرمایا صبر کرو۔ اللہ تم پر رحم و کرم کرے اور تمہیں جزائے خیر دے۔ سنو جب تم مجھے غسل دے کر کفنا چکو تو میرے اسی مکان میں میری قبر کے پاس میرا پلنگ رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر میرے دوست جبرئیل پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت تمام دیگر فرشتوں کے ساتھ درود بھیجیں گے پھر تم جماعت در جماعت ہو کر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔ خبردار بھونڈی تعریف اور نوحہ و ماتم کر کے مجھے تکلیف نہ دینا سب سے پہلے میرے اہل بیت مرد، درود کی ابتدا کریں اور پھر خواتین اس کے بعد تم تمام لوگ اور پھر میرے وہ صحابہ جو اس وقت موجود نہیں ہیں مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔ اور واضح ہو کہ آج کے دن سے قیامت تک جو لوگ میرے لائے ہوئے مذہب اسلام پر باقی و برقرار رہیں وہ سب مجھ پر درود وسلام پڑھیں۔

پھر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قبر میں کون اتارے؟

ارشاد عالی ہوا میرے وہ اہل جن کے ساتھ بکثرت فرشتے ہوں گے وہ فرشتے تمہیں دیکھیں گے اور تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔

انوار تنزیل و مدارک میں ابن عباسؓ کی زبانی تحریر ہے کہ سب سے آخر

پس جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون
اس وقت سے ڈرو جبکہ تم اللہ کی طرف لوٹو گے پھر ہر ایک جاندار کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا اس آیت کو سورۂ بقر کی آیت نمبر (۲۸۰) سے ملا کر پڑھو۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اکرمؐ اکیس دن بعض کے نزدیک (۸۱) اور بعض کے تین گھنٹہ مزید ہم لوگوں میں رونق افروز رہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضؓ نے بچشم گریاں کہا مہبط وحی الٰہی کا اختتام وعید و خوف الٰہی پر ہوا۔

ابتداء علالت روایت ہے کہ بدھ کے دن ۲۸ صفر ۱۱ھ کو رسول اکرمؐ کے سر مبارک میں جبکہ حضرت میمونہ رضؓ کے دولتکدہ میں تشریف فرما تھے۔ درد کی ابتدا ہوئی۔

بعض کے نزدیک بتاریخ ۲۹ صفر تھی اور بعض کے نزدیک شروع ماہ ربیع الاول تھا کتاب الوفاء میں مرقوم ہے کہ ۲۰ صفر کو آپؐ علیل ہوئے اور ۱۲ ربیع الاول کو آپؐ نے پردہ فرمایا۔

رزین نے ابی حاتم کی زبانی آپؐ کی تاریخ وصال ماہ ربیع الاول ۱۱ھ لکھی ہے اور تحریر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ کے دولتکدہ میں آپؐ کو مرض کی ابتدا ہوئی اور بعض کے نزدیک آپؐ کا قیام ام المومنین زینب رضؓ بن جحش بعض کے نزدیک ام المومنین حضرت ریحانہ کے دولت سرا میں تھا۔

خطابی نے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ پیر کے دن بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن علیل ہوئے۔

حاکم نے لکھا ہے کہ آپؐ ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن مرض درد سر میں علیل ہوئے۔ اور یہی دونوں قول کتاب روضہ میں بھی تحریر ہیں۔ آپؐ کے زمانہ علالت کی مدت میں لوگ باہم مختلف الخیال ہیں بعض لوگ چودہ اور بعض بارہ دن مدت علالت بتاتے ہیں اور بارہ دن تک آپؐ کی علالت

اکثر لوگوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

سلیمان تیمی جیسے ثقہ نے آپؐ کی مدت علالت دس دن بتائی ہے اور کہا ہے کہ ہفتہ کے دن ۲۲ صفر ۱۱ھ کو آپؐ علیل ہوئے اور پیر کے دن بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۱ھ ملک الموت کو لبیک کہا۔

کتاب الاکتفاء میں مرقوم ہے کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر رسول اکرمؐ نے مابقی ایام ذوالحجہ اور ماہ محرم و صفر مدینہ منورہ میں بسر فرماتے ہوئے لوگوں کو احکام الٰہی سے باخبر فرمایا۔ اور اسی زمانہ میں اسامہ بن زید کو مملکت شام کی جانب جانے کا حکم دیا اور فرمایا سرزمین فلسطین سے بلقاء و روم کی سرحدیں دور کر دیں ساتھ ہی لوگوں کو سامانِ جنگ مرحمت فرمایا اور مہاجرین اولین کی فوج پر اسامہ بن زید کو سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا۔ اور یہ آخری جمعیت تھی جسے رسول اکرمؐ نے بنفس نفیس روانگی کا حکم دیا۔ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے تھے کہ سرور عالمؐ کو وہ مرض لاحق ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق رحم و کرم کرتے ہوئے ۲۸ صفر یا ابتدا ماہ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا۔

مرض لاحق ہونے کے دن سے پہلی والی رات کا واقعہ یہ ہے کہ آپؐ آدھی رات کو بقیع غرقد (مشہور قبرستان) تشریف لے گئے اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اور وہاں سے در دولت واپس ہوئے۔ اسی رات کی صبح کو آپؐ کو درد سر کا مرض لاحق ہوا۔

آپؐ کے غلام ابو موہبہؓ کا بیان ہے رات کے وقت سرور عالمؐ نے مجھے طلب کر کے فرمایا۔ اے ابو موہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ بقیع غرقد کے مدفون کے لئے دعائے مغفرت کروں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں آپؐ کے ساتھ چلا۔ آپؐ نے بقیع غرقد میں قدم رنجہ فرما کر کہا السلام علیکم اے اہل قبور! آنے والی صبح تمہارے لئے مبارک و مسعود ہو۔ اور تمہاری مثال ان لوگوں کی مانند نہ ہو جن کی صبح ہونے سے پہلے ہی اندھیری رات فتنہ و فساد میں مبتلا کر رہی ہے آگے جانے والو سنو! ہم پیچھے آرہے ہیں۔ اس کے بعد سرور عالمؐ نے میری (ابو موہبہ کی) طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو موہبہ! اللہ نے مجھے اختیار

دیا ہے کہ تمام دنیاوی خزانوں کی کنجیاں لے لوں اور ہمیشہ ہمیشہ اس دنیا میں رہوں اور چاہے جنت کو سدھاروں اور وصال رب حاصل کروں۔

اس پر میں (ابو مویہبہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان دنیا کے خزانوں کی کنجیاں لے کر ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہیئے اور پھر جنت بھی لے لیجیئے گا۔ یہ سن کر ارشاد عالی ہوا۔ نہیں اے ابو مویہبہ! اللہ کی قسم! میں نے تو وصال رب اور جنت کو پسند کر لیا ہے۔ اس کے بعد سرور دو عالمؐ نے بقیع غرقد والوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور وہاں سے واپس ہونے کے بعد آپؐ کو وہ مرض لاحق ہوا جس میں اللہ نے آپؐ کی روح قبض فرمائی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ جب بقیع غرقد سے واپس ہوئے تو میں نے کہا "اف درد سر" اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا تم کو نہیں بلکہ اے عائشہؓ میں کہتا ہوں "اف درد سر" اور ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ ہم باہم اس طرح خوش مزاجی کے ساتھ ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے اس کے بعد سرور عالمؐ نے فرمایا اے عائشہ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں تمہارا ذمہ دار ہوں، میں تمہیں کفن دوں گا۔ میں تمہاری نماز پڑھوں گا میں تمہیں سپرد خاک کروں گا۔ اس پر میں (عائشہ) نے کہا گویا میں آپؐ پر بار ہو گئی ہوں اور اللہ کی قسم میں یہ سب کروں گا۔

اس کے بعد میں اپنے گھر چلی گئی اور آپؐ دوسری بیویوں کے پاس اچھے بھلے تشریف لے گئے اور پھر اسی دن آپؐ کو درد سر کا مرض لاحق ہوا۔ اس دن آپؐ حضرت میمونہ کے مکان میں تھے کہ درد سر کی تکلیف زیادہ ہو گئی چنانچہ آپؐ نے تمام بی بیوں کو طلب فرما کر اجازت لی کہ میرے (عائشہؓ) کے گھر رہیں اور وہ آپؐ کی تیمارداری کریں چنانچہ سب کی اجازت پر آپؐ حضرت میمونہؓ کے مکان سے میرے گھر دو آدمیوں کے سہارے اس طرح چلتے ہوئے تشریف لائے کہ آپؐ کے قدموں سے زمین پر لکیریں کھنچ گئیں۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک فضل بن عباس اور دوسرے ایک اور تھے۔

فضیل بن عباسؓ کا بیان ہے کہ دوسرے شخص میرے ساتھ علی بن ابی طالبؓ

تھے اور حضرت عائشہؓ کے گھر آنے کے بعد رسول اکرمؐ کا مرض زور پکڑ گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ "اف درد سر" کہنے کے بعد رسول اکرمؐ باہر تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر بعد لوگ آپؐ کو چادر میں لپیٹے میرے (عائشہؓ) کے گھر اٹھا کر لائے۔ اس کے بعد آپؐ نے دیگر بی بیوں کو بلا کر فرمایا میں بیمار ہو گیا ہوں اور اب اتنی سکت نہیں کہ تم بی بیوں کے پاس آمد و رفت کر سکوں، اس لئے مناسب یہی ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس مقیم رہوں۔ اس کے بعد میں (عائشہؓ) نے رسول اکرمؐ کو وضو کرایا حالانکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو بھی وضو نہیں کرایا تھا۔

ایک روایت ہے کہ رسول اکرمؐ مرض کی شدت میں بار بار فرماتے تھے "میں کل کہاں رہوں گا"۔ اس سے آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ کی باری کا دن کب ہوگا تاکہ وہاں پہنچ جاؤں۔ یہ سنکر تمام ازواج مطہرات نے متفقہ طور پر اجازت دی کہ یا رسول اللہؐ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ تاآنکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درِ دولت میں آپؐ قیام فرما رہے اور وہیں اللہ کو پیارے ہوئے۔

ایک روایت ہے کہ درد سر کی حالت میں رسول اکرمؐ ایک چادر اوڑھے تمام ازواج مطہرات کے ہاں باری باری تشریف لے گئے اور جب حضرت میمونہؓ کے گھر پہنچے تو مرض شدید ہو گیا۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات نے جمع ہو کر متفقہ طور پر آپؐ کو زیادہ بیمار دیکھ کر آپؐ کو "لدود" استعمال کرایا۔ چنانچہ آپؐ کو نمونیا ہو جانے کا سب کو خوف دامن گیر ہو گیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسالتمآبؐ دوران علالت میں اپنی کوکھ پکڑ لیتے تھے، میں نے بھی ایک مرتبہ آپؐ کی کوکھ پکڑی، اور اس وقت آپؐ پر اتنی زیادہ غشی طاری تھی کہ ہم کو آپ کی رحلت کا خیال پیدا ہو گیا تھا چنانچہ سب نے آپؐ کو لدود استعمال کرایا۔ پھر رسالتمآبؐ کو خود بخود افاقہ ہو گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا ہمیں یہ دوا کس نے چٹائی؟ جس پر سب نے خوفزدہ ہو کر حضرت عباسؓ کی آڑلی اور

متفقہ طور پر گھر بھر کی سب عورتوں نے حضرت عباسؓ ہی کو دوا چٹانے کا سبب ٹھہرایا۔ حالانکہ حضرت عباسؓ کا اس میں کوئی عمل دخل تو کیا مشورہ تک نہ تھا۔ اور نہ کہا ہمیں خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ کہیں آپؐ کو نمونیا نہ ہو گیا ہو۔ اور ہم نے آپ کے چچا حضرت عباسؓ کے حکم پر آپؐ کو لدود دیا ہے اس پر ارشاد عالی ہوا۔ نمونیا تو شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی نے مجھ پر مسلط ہونے کی شیطان کو کسی قسم کی کوئی قوت نہیں دی ہے۔ اور وہ ہرگز مجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ البتہ یہ سب تم عورتوں کی کارستانی ہے اس لئے تم سب کو لدود پلایا جائے اور اس حکم سے میرے چچا حضرت عباسؓ مستثنٰے ہیں۔ غرضکہ تمام خواتین کو حتی کہ حضرت میمونہؓ روزہ دار کو بھی لدود چٹایا گیا۔ پھر رسول اکرمؐ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ام المومنین حضرت عائشہؓ کے دولتکدہ میں اس طرح تشریف لے گئے کہ حضرت فضیلؓ آپؐ کی پشت مبارک کو سہارا دیئے ہوئے تھے اور آپؐ کے قدوم میمنت لزوم سے زمین پر لکیریں کھنچ رہی تھیں۔ اور پھر آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دولت کدہ ہی میں رہے کیونکہ شدت مرض کے باعث کہیں اور جانے کی قوت نہ تھی پھر جب آپؐ کے مرض میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تو آپؐ اس قدر بیمار ہو گئے کہ چھونے پر کروٹیں بدلتے تھے۔ اس وقت میں نے عائشہؓ نے کہا اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو آپ پسند فرماتے، ارشاد فرمایا یقیناً مسلمانوں پر سختی ہوتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے کم و بیش تکلیف ہوتی ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو اسی کے موافق اللہ مسلمانوں کا درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا رسول اکرمؐ سے زیادہ کسی پر میں نے مرض کی شدت و تکلیف نہیں دیکھی۔

روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کو بے انتہا شدید بخار تھا اور بخار کی تیزی کی وجہ سے کسی کا ہاتھ جسم اطہر پر نہیں ٹھہر سکتا تھا اس نوبت پر رسالتمآبؐ نے فرمایا کسی نبی کو اتنی زیادہ تکلیف نہیں ہوتی جتنا مجھ پر تکالیف کا بار ہے اور اللہ نے اتنا ہی ہمارے لیے ثواب بھی زیادہ مقرر کر دیا ہے۔

عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

آپؐ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ کو شدید بخار ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے لئے دو گنا ثواب مقرر ہے؟ فرمایا ہاں یہی بات ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی امر حقیقی ہے کہ جب کسی کو کانٹا چبھے یا اس سے کم و بیش تکلیف پہنچے تو اسی قدر اللہ اس مسلمان کے گناہوں کا اس تکلیف کو کفارہ بنا دیتا ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔ (بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسالتمآبؐ کو جب زیادہ بخار ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا مجھ پر پانی بھری سات مشکیں بہاؤ شاید اسی سے کچھ آرام ہو اور لوگوں سے گفتگو کر سکوں۔ چنانچہ ہم سب نے آپؐ کو حضرت حفصہؓ کی مملوکہ تانبے کی لگن میں بٹھایا اور آپ پر پانی ڈالنا شروع کیا تا آنکہ آپؐ نے اشارہ سے فرمایا۔ بس ٹھیک ہے۔ ہم نے حکم کی تعمیل کر دی۔ اور اسی دن آپؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد شہدائے جنگ احد کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

شدت مرض کے حالات

آپؐ جملہ بارہ دن علیل رہے، بعض کہتے ہیں ۱۸ دن بیمار رہے۔ رسول اکرمؐ نے بزمانۂ علالت فرمایا۔ مسجد میں آمد و رفت کے تمام دروازے سوائے ابو بکرؓ کے دروازہ کے بند کر دو کیونکہ صحابہؓ کے منجملہ میرے نزدیک ابو بکرؓ ہی سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں

ایک روایت میں رسول اکرمؐ کے الفاظ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ ابو بکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ میری طرف مسجد میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو۔

عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آکر کہا یا رسول اللہؐ مجھے تیمارداری کرنے اور خدمت گرامی میں حاضر رہنے کی اجازت مرحمت فرمایئے اس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! اگر ازواج مطہرات صاحبزادیوں اور اہل بیت پر سے اپنی تیمارداری کا بوجھ ہٹا دوں تو ان پر میری وجہ سے عظیم تر مشکلات عائد ہو جائیں گی۔ اور اے ابو بکرؓ آپ کا اجر کار خیر تو اللہ کے ذمہ لازم ہو گیا ہے۔

آپؐ کے زمانہ مرض کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بحالت علالت آپؐ نے دوران خطبہ میں فرمایا اللہ نے بندہ کو اختیار دیا تھا کہ دنیا پسند کرے یا اللہ کے پاس چلا جائے اس پر بندہ نے اللہ کے پاس چلے جانا منظور کر لیا ہے۔ یہ سنکر ابوبکر صدیقؓ روئے۔ لوگوں نے آپؐ کے گریہ پر اظہار تعجب کیا کیونکہ رسول اکرمؐ نے تو یہی فرمایا تھا کہ اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی ذہانت سے رسول اکرمؐ کی رحلت اس جملہ سے معلوم کر لی۔

ایک روایت ہے کہ بزمانۂ علالت سرور عالمؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (۴۰) غلام آزاد کئے۔

ایک روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنی علالت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور عافیت وصحت کے لئے دستِ دعا بلند فرمائے۔ لیکن مرض الموت کے زمانہ میں شفاء کے لئے دعا نہیں کی بلکہ اپنی جان پر سختی برداشت کرتے اور فرماتے تھے اے نفس تیری عجیب کیفیت ہے تو ہر آن بیماری سے پناہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔

اسی علالت کے دوران آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے چپکے سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں پھر چپکے سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا تو کہا کہ میں رسول اکرمؐ کا راز افشاء کرنا نہیں چاہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ رسالتمآبؐ کی رحلت کے بعد میں نے جناب فاطمہؓ سے لوقتِ واحد گریہ وخنداں کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواباً کہا "رسول اکرم نے پہلی مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ جبرئیلؑ ہر سال تین مرتبہ مجھے قرآن سناتے تھے اور اس مرتبہ صرف دو قرآن سنائے ہیں اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ میرا وقت اب پورا ہو چکا ہے۔ اور میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے آملو گی۔ اور میں تمہارا بہترین پیشرو ہوں"۔ یہ سنکر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اس کے بعد سرور عالمؐ نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ تم میری امت کی خواتین کی سردار ہو" اس پر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

امامت ابتدائی علالت کے دوران آپؐ نماز پڑھاتے رہے البتہ آخری تین دن آپؐ نے امامت نہیں فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے

(۱۷) وقت کی نماز اپنی علالت کے آخری زمانہ میں نہیں پڑھائی۔ آپ نے اس نماز کے وقت جس میں امامت نہیں فرمائی جب اذان ہوئی تو فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور یہ نماز عشاء تھی۔

زہری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن زمعہ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا جاؤ کہہ دو کہ لوگ نماز پڑھ لیں۔ یہ حکم لے کر عبداللہ بن زمعہ جب باہر آئے تو حضرت عمرؓ مل گئے اور ان سے کہا لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز جہری پڑھائی۔ چونکہ حضرت عمرؓ بلند آواز تھے آپ کی آواز جب سالتمآب نے سنی تو فرمایا یہ عمرؓ کی آواز ہے لوگوں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اور مسلمان جیخ کر نماز پڑھنے کو مناسب نہیں سمجھتے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھیں اور وہ امامت کریں۔ (کتاب منتقی میں بھی یہی مذکور ہے)

شرح مواقف میں ہے کہ بلالؓ نے اذان دی جسے سنکر رسول اکرم نے عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا جاؤ ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عبداللہ بن زمعہ جب باہر آئے تو حضرت عمرؓ چند لوگوں کے ساتھ دروازہ پر تھے جن میں ابوبکر صدیق نہ تھے چنانچہ میں (عبداللہ بن زمعہ) نے کہا اے عمرؓ آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے حضرت عمرؓ نے نماز جہری پڑھائی اور آپ کی بلند آواز سن کر رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے مسلمانوں کو چیخ کر پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اور پھر تین مرتبہ فرمایا ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر عبداللہ بن زمعہ سے کہا تم نے بہت برا کیا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم کو رسول اکرمؐ نے میرے نام نماز پڑھانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جس کے جواب میں عبداللہ بن زمعہ نے کہا اللہ کی قسم۔ رسول اللہ صؐ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میں اپنی طرف سے کسی کو حکم دوں۔

ایک روایت ہے کہ بلالؓ اذان دینے کے بعد رسول اکرم کی قیام گاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ صؐ آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ جواب میں ارشاد عالی ہوا جاؤ ابوبکر صدیقؓ سے کہو وہ امامت کریں۔ چنانچہ بلالؓ وہاں سے اپنا سر پکڑے باہر آئے اور کہا ہائے فریاد اس

میری آرزوئیں پامال ہوگئیں میری کمر ٹوٹ گئی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور اگر پیدا ہوا تھا تو رسول اکرمؐ کی یہ حالتِ علالت نہ دیکھتا۔ اس کے بعد وہ مسجد میں آئے اور کہا اے ابوبکر صدیقؓ آپ کو رسول اکرمؐ نے حکم دیا ہے کہ آپ امامت کریں۔ ابوبکرؓ نے جب مسجد میں رسول اکرمؐ کو نہ دیکھا تو غش کھا کر گر پڑے کیونکہ وہ بڑے نرم دل تھے اور مسجد کو رسول اکرمؐ سے خالی دیکھنا برداشت نہ کر سکے۔ اس نوبت پر عام مسلمانوں نے آہ و فغاں کی۔ رسول اکرمؐ نے یہ شور سن کر حضرت فاطمہؓ سے پوچھا یہ غل کیسا ہے؟ جنہوں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ کی عدم موجودگی پر مسجد میں لوگ آہ و فغاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اکرمؐ نے حضرت علی و ابن عباسؓ کو طلب فرمایا اور ان کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف فرما ہو کر نماز پڑھائی۔ پھر ارشاد فرمایا اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و نگہبان ہے۔ بخدا میں تم پر ایک خلیفہ مقرر کرتا ہوں، اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت سے کسی صورت انحراف نہ کرنا۔ اور میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کا مرض جب شدت پذیر ہو گیا تو بلالؓ نماز کی اطلاع دینے آئے جس پر ارشاد فرمایا جاؤ ابوبکر صدیقؓ سے کہو وہ امامت کریں تو میں (عائشہؓ) نے کہا یا رسول اللہ میرے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ نہایت رقیق القلب ہیں۔ وہ آپؐ کی جگہ کھڑے ہو کر اپنی آواز مقتدیوں کے کانوں تک نہ پہنچا سکیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو امامت کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اس پر پھر ارشاد فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔ پھر میں (عائشہؓ) نے حضرت حفصہؓ سے کہا آپ کہئے۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے رسالتمآبؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر صدیقؓ نہایت نرم دل ہیں۔ وہ آپؐ کی قائم مقامی کی صورت میں اپنی آواز لوگوں تک نہ پہنچا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو حکم امامت صادر فرمائیں تو انسب ہے۔ اس پر سرورِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا تم یوسفؑ کی عورتوں کی مانند ہو۔ جاؤ ابوبکرؓ سے کہو وہ امامت کریں چنانچہ حسبِ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی تھی کہ رسول اکرمؐ کو کچھ افاقہ ہوا اور آپؐ دو آدمیوں کے سہارے بدیں طور کہ قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت

ابوبکر صدیقؓ آپؐ کی آہٹ پاکر پیچھے ہٹنے لگے تو آپؐ نے اشارہ فرمایا جہاں کھڑے ہو کھڑے رہو۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ اور رسول اکرمؐ نے اس طرح نماز پڑھائی کہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے آپؐ کے مقتدی تھے اور دوسرے تمام نمازی حضرت ابوبکر صدیق کی اقتدا کر رہے تھے۔

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ رسول اکرمؐ جب دولت سے مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں نے آپؐ کو آگے آنے کے لئے جگہ دی اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسالتمآبؐ کی تشریف آوری محسوس ہوئی اور آپ مصلّٰی سے پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اکرمؐ نے آپ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا لوگوں کی امامت کرتے رہو۔ اور سرور عالم تشریف لاکر ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اور صدیق اکبرؓ دائیں جانب کھڑے ہوئے نماز پڑھاتے رہے نماز کے بعد ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہ ہم آپؐ کی خواہش کے موافق آپؐ کو اللہ کی نعمت و فضل کے سبب صحت مند پا رہے ہیں آج بنت خارجہ کا دن ہے اجازت ہو تو وہاں چلا جاؤں ارشاد فرمایا ہاں۔ اسکے بعد سرور عالم اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق مقام سخ" میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلے گئے۔

غرضکہ تمام روایات اس امر کا ثبوت ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی امام تھے۔

ابن عباسؓ کی زبانی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم نے اپنی امت میں سے صرف ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ دوران سفر میں عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے بھی ایک رکعت پڑھی۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی والدہ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ وہ ایک جنگ میں حاضر تھے کہ دوران سفر میں سرور عالم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا اور لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت میں نماز شروع کردی۔ ایک رکعت کے بعد رسول اکرمؐ تشریف لائے اور عبدالرحمٰنؓ کی امامت میں آپؐ نے ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت خود مکمل فرمائی پھر بعد نماز ارشاد فرمایا کسی نبی نے اس وقت تک رحلت نہیں کی جب تک اپنی امت کے کسی صالح شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لی ہو (کتاب الصفوۃ

میں بھی یہی مرقوم ہے)

مغیرہ بن شعبہؓ کا بیان ہے میں رسول اللہ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھا۔ جہاں قبل فجر آپؐ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں آپؐ کے ساتھ پانی کا لوٹا لئے ہوئے تھا۔ رفع حاجت سے فراغت پاکر آپؐ واپس ہوئے تو میں نے آپؐ کے دست مبارک پہ لوٹے سے پانی ڈالا۔ آپؐ نے دست مبارک اور چہرہ اقدس دھویا۔ اس وقت آپؐ اونی جبّہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ پھر جبّہ کی آستینوں میں سے ہاتھ نکالنے لگے لیکن جبّہ کی آستینیں تنگ تھیں اس لئے آپؐ نے جبّہ کے نیچے سے دست مبارک نکالے اور جبّہ کو اپنے کندھوں پر ڈال کر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر پھر منہ دھوکر پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ پھر میں (مغیرہ بن شعبہ) جھک کر آپؐ کے موزے اتارنے لگا تو فرمایا رہنے دو۔ میں نے وضو کرکے موزے پہنے ہیں۔ پھر آپؐ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

مغیرہ بن شعبہ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ میں مغیرہ نے عرض کیا یارسول اللہ شاید آپؐ پاؤں دھونا فراموش فرما گئے۔ ارشاد عالی ہوا۔ نہیں بلکہ تم بھول گئے۔ اور اللہ نے مجھے یہی حکم دیا ہے (کہ وضو کرکے موزے پہننے کے بعد اگر دوبارہ وضو کیا جائے تو پہنے ہوئے موزوں پر مسح کیا جائے)

ابوداؤد و دارمی نے بھی یہ روایت اسی مضمون کے تحت لکھی ہے۔

مغیرہ کا بیان ہے کہ پھر رسول اکرمؐ اور میں سواری پر بیٹھ کر مسلمانوں کی جمعیت میں آئے جہاں نماز شروع ہو چکی تھی۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف امامت کر رہے تھے۔ آپؐ نے ان کے ساتھ دوسری رکعت کا رکوع کیا۔ اس دوران میں انہیں رسول اکرمؐ کی تشریف آوری کا احساس ہوا اور وہ پیچھے ہٹنے لگے تو سرور عالمؐ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو بلکہ نماز پوری کرو۔ غرضکہ عبدالرحمٰن کے سلام پھیرنے کے بعد رسول اکرمؐ کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا اور ہم نے دوسری رکعت پڑھ کر نماز پوری کی (مسلم و مشکوٰۃ)

رافع بن عمر بن عبید نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا ہے رسول اکرمؐ جب شدت

علالت کے باعث دولتکدہ سے باہر تشریف نہ لا سکے تو ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ وہ امامت کریں علاوہ ازیں اکثر یہ بھی ہوا کہ ابوبکر صدیقؓ جب نماز پڑھاتے ہوتے تو رسولؐ اکرم تشریف لاکر ان ہی کی امامت میں نماز ادا فرماتے اور حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے رسول اکرمؐ نے نماز نہیں پڑھی۔ البتہ یہ دوران سفر ایک رکعت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے پڑھی ہے۔

اسد الغابۃ میں حسن بصریؒ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ رسول اکرمؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو امامت تفویض فرمائی جنہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور یہ واقعہ میری موجودگی کا ہے مجھے کسی قسم کی بیماری وغیرہ نہ تھی بلکہ میں تندرست تھا۔ سرور عالمؐ اگر مجھے آگے بڑھاتے تو میں امامت کرتا لیکن اللہ اور رسالتمآبؐ ابوبکر صدیقؓ سے مذہبی امور کی انجام دہی میں خوش تھے اسی لئے ہم نے اپنے دنیاوی معاملات کی انجام دہی میں بھی ابوبکر صدیق پر اظہار رضامندی کیا۔

بزمانہ علالت جمعرات کو جب مزاج عالی زیادہ ناساز ہوا تو آپؐ نے ایک تحریر لکھوانے کا ارادہ کرکے عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے فرمایا شانہ کی ہڈی یا تختی لاؤ تاکہ وہ تحریر کردوں جس سے بحق ابوبکرؓ کوئی اختلاف نہ رہے اور جب عبدالرحمٰنؓ بہ تعمیل حکم عالی کوئی تختی وغیرہ لانے کے لئے جانے لگے تو فرمایا کسی مسلمان کو ابوبکرؓ صدیق سے اختلاف کرنے کی اللہ نے ممانعت کی ہے۔ (اسد الغابۃ)

ابن عباسؓ کا بیان ہے رسالتمآبؐ کے وصال کے وقت در دولت میں اکثر حضرات موجود تھے جن میں عمرؓ بن خطاب بھی تھے۔ سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا "کیا میں تمہیں ایک تحریر دے دوں جس سے میرے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو"۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا اس وقت رسول اللہؐ پر مرض کا سخت غلبہ ہے (آپ کو فرمان دہی کی تکلیف دینا مناسب نہیں) لوگو! تمہارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ جس میں ہر قسم کا علاج موجود ہے) اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب بہت کافی ہے۔ اس پر اہل بیت میں باہمی اختلاف رائے پیدا ہوا۔ بعض کہنے لگے کاغذ پیش کردو تاکہ رسول اکرمؐ وہ فرمان صادر فرمادیں جس پر آپؐ کے بعد سب متفق رہیں اور کوئی گمراہی میں نہ پڑے۔ اور بعض نے حضرت عمرؓ کی ہم نوائی کی۔ اس اختلاف آراء کے موقع پر لوگوں کی

جب آوازیں بلند ہوئیں تو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا "جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ"۔ اپنی روایت بیان کر کے حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ اختلاف رائے رکھنے والوں کے شور و غل کرنے کے باعث رسول اکرم ﷺ کے نوشتہ کی تحریر و عدم تحریر کی وجہ سے نئی نئی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ (بخاری)

ذاتی ملکیت

رسالت مآب کے پاس صرف سات دینار تھے جو آپ ﷺ کے وصال میں صرف ہو گئے۔ (بخاری)

سہل بن سعد کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس سات دینار تھے جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس رکھوائے تھے سخت بیماری کے دوران ایک دن فرمایا اے عائشہ وہ دینار لاؤ اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی، سرورِ عالم ﷺ نے تین مرتبہ دینار لانے کے لئے فرمایا اور تینوں مرتبہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ مشغول بکار تھیں تا آنکہ وہ ساتوں دینار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت علیؓ کے پاس خیرات کرنے کے لئے بھیج دیئے۔ اور پیر کی شام کو جب کہ رسول اکرم ﷺ ملک الموت کو لبیک کہنے والے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کسی زوجہ مطہرہ کے پاس اپنا چراغ بھیج کر کہلوایا اس میں ذرا سا تیل ڈال دیجئے (کیونکہ ہمارے گھر میں اندھیرا ہے) اور رسول اکرم ملک الموت کو لبیک کہنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تم نے ان اشرفیوں کا کیا کیا؟ (جو ہم نے تمہاری تحویل میں دی تھیں) جواب دیا وہ میری تحویل میں موجود ہیں، فرمایا وہ خرچ کر دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ آپ ﷺ کو افاقہ ہوا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے وہ اشرفیاں خرچ کر دیں؟ جواب دیا جی نہیں، تو آپ ﷺ نے طلب کر کے وہ اشرفیاں اپنی ہتھیلی پر رکھیں اور فرمایا جب تک یہ سونا میرے پاس ہے اس وقت تک وصال الٰہی نہ ہو، چنانچہ وہ سب اشرفیاں خرچ کر دیں اور اسی دن آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

اختیارِ قیام حضرت عائشہ کا بیان ہے میں سنا کرتی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جسے چاہے قبول کرے۔ اور میں نے رسول اللہؐ کو مرض کے آخری زمانہ میں فرماتے سنا ہے اُن لوگوں کے ساتھ (شامل کر) جن پر تو نے انعام کیا ہے جو نبی، صدیق، شہید اور صالح حضرات ہیں اور اے اللہ تو بہترین رفیق ہے" میرا (عائشہؓ کا) خیال ہے کہ جب آپؐ نے یہ دعا کی اسی وقت آپ کو اختیارِ قیام دنیا یا آخرت ملا تھا۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں (جن کا ترجمہ یہ ہے) کہ میں (اختیار کرتا ہوں) رفیق اعلیٰ کو جنت میں اور میرے ساتھ نبی، صدیق، شہید اور صالح حضرات ہوں گے اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہوں گے۔

شدتِ مرض کے زمانہ میں وصال سے قبل آپؐ نے مسواک کی۔

حالاتِ وصال حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ اللہ کی مجھ پر یہ نعمت ہوئی کہ میرے گھر میں میری باری کے دن میری گود میں میرے سینہ پر رسالتمآبؐ نے وصال فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ میری ٹھوڑی اور میری گردن پر آپؐ نے سہارا لے کر وصال فرمایا۔ اور اللہ نے میرا اور آپؐ کا لعاب دہن وصال الٰہی سے پہلے ایک جا کیا وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ اپنے ہاتھ میں مسواک لئے میرے گھر آئے۔ اور رسول اکرمؐ میری گود میں آرام فرمارہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بھائی عبدالرحمٰن کی مسواک کی طرف آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپؐ مسواک چاہتے ہیں چنانچہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ مسواک پیش کروں؟ تو سر کے اشارہ سے کہا ہاں۔ غرضکہ میں نے وہ مسواک پیش کی اور وہ آپؐ کو سخت معلوم ہوئی تو میں نے کہا اسے نرم کر دوں؟ آپؐ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں۔ چنانچہ میں نے ملائم کر دی جس سے آپؐ نے مسواک کی۔ نیز آپؐ کے پاس ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا جس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ اقدس پر پھیرتے اور لا الٰہ الا اللہ کہتے اور فرماتے موت کے وقت سکرات ہوتی ہے۔ پھر آپؐ ہاتھ اونچے کر کے فرمانے لگے رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ تا آنکہ روح پرواز ہوئی اور دست مبارک زمین

برآمد ہے۔

حاکم و سعد نے مختلف روایتوں کے ذریعہ لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کا سر مبارک بوقت وصال الٰہی حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حاکم کی روایات کے راوی مشتبہ ہیں۔ اس لیے ان روایات کی طرف التفات نہ کیا جائے

شدت مرض کے زمانہ میں پیر کے دن آپؐ نے مسجد میں کھلنے والے دروازہ کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھتے دیکھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کی علالت کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھاتے تھے۔ بروز وصال پیر کے دن جبکہ نماز ہو رہی تھی کہ رسول اکرمؐ نے کھڑے ہو کر مسجد میں کھلنے والے دروازہ کا پردہ اٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھا اس وقت چہرہ اقدس ہمیں کتاب الٰہی کا ایک ورق معلوم ہوا۔ آپؐ مسکرائے اور ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر ہم آپؐ کے دیدار سے آنکھوں کو پرنور اور دل کو ٹھنڈک دیں۔ اسی دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خیال سے کہ رسول اکرمؐ نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپؐ نے اشارہ فرمایا نماز پڑھاتے رہیے۔ پھر آپؐ نے پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن آپؐ نے رحلت فرمائی۔

شدت مرض کے زمانہ میں ایک دن ابن عباسؓ و علیؓ دونوں دولتکدہ رسالتمآب سے باہر آئے جہاں ایک شخص نے مل کر پوچھا اے ابوالحسن! رسول اللہؐ کا مزاج کیسا ہے؟ جواب دیا اچھے ہیں اس کے بعد ابن عباسؓ نے علیؓ سے کہا تین دن بعد تم بے سہارا ہونے والے ہو۔ پھر ذرا الگ ہو کر کہا میرا خیال ہے اور میں بخوبی واقف ہوں کہ بوقت وفات اولاد عبدالمطلب کے چہرے بشرے سے کیسے ہو جاتے ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ موجودہ علالت سے رسول اللہؐ جانبر نہ ہوں گے۔ اس لئے ہمارے ساتھ چلو تاکہ آپؐ سے پوچھ لیں کہ امامت کس کو دی جا رہی ہے اگر ہم لوگوں کو امیر نہ بنایا گیا ہو تو اپنے حق میں عمدہ قسم کی وصیت لکھوا لیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے جواباً کہا۔ رسول اللہؐ کے پاس چلنے پر بھی اگر ہمیں امیر نہ بنایا تو کیا سمجھتے ہیں کہ آپؐ کے بعد لوگ ہمیں تسلیم کریں گے؟ اور بخدا میں کبھی بھی آپؐ سے امارت کے بارے میں کوئی دریافت نہیں کروں گا۔

شدت مرض کے زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ رسالت مآب کے وصال سے تین دن پہلے تک جبرئیل روزانہ آتے اور مزاج پرسی کرتے تھے، یعنی ہفتہ اتوار اور پیر کے دن مسلسل آتے رہے اور اسی پیر کے دن ملک الموت بھی اجازت لے کر دولتکدہ کے اندر داخل ہوئے۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کے مرض الموت کے زمانہ میں جبریلؑ نے حاضری دے کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور مزاج پرسی کی ہے۔ آپؐ نے جواباً کہا اے اللہ کے امین! میں علیل ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے جبریلؑ میں خود کو گرفتار تکلیف پا رہا ہوں۔ پھر دوسرے دن جبرئیلؑ نے آکر کہا اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام کہا اور مزاج دریافت کیا ہے جواب دیا اے اللہ کے امین! میں خود کو علیل پاتا ہوں۔ پھر تیسرے دن جبریلؑ نے آکر عرض کیا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام کہا اور مزاج عالی دریافت کیا ہے! ارشاد فرمایا۔ اے اللہ کے امین۔ میں دردمند ہوں چونکہ جبریلؑ کے ساتھ ملک الموت بھی تھے جنہیں دیکھ کر رسول اللہ نے دریافت فرمایا یہ آپؐ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریلؑ نے کہا یہ ملک الموت ہیں اور دنیا میں یہ میری آخری آمد ہے۔ آپؐ کے بعد کسی آدمی کے پاس میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت رسول اللہ پر موت کی سختی ہوئی۔ آپؐ کے پاس پانی بھرا ایک برتن رکھا تھا جس میں سے تھوڑا سا پانی لے کر چہرہ اقدس پر مل لیتے اور فرماتے اے اللہ سکرات موت پر میری مدد کرنا۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ مرض الموت کے زمانہ میں رسول اکرمؐ فرماتے تھے خیبر کا زہریلا لقمہ ہمیشہ برے اثرات ظاہر کرتا رہا۔ اور اس وقت بھی رگِ گلو کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔

ابن اسحٰق نے اپنی شفا میں تمام مسلمانوں کا خیال لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ شہید ہوئے باوجودیکہ اللہ نے آپؐ کو شرف نبوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے رسول اللہ کلمات ذیل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے تھے۔

اذھب الباس رب الناس اے لوگوں کے رب تو موجودہ تکلیف دور

اشفہ وانت الشافی لاشفاء کرکے صحت دیدے۔ توہی شفا دینے والا ہے۔
الا شفائک شفاءً تیری شفا کے علاوہ کوئی اور صحت و شفاء نہیں
لا یغادر سقما ہے اور تو ایسی شفا دیدے کہ کوئی بیماری
باقی نہ رہے (حدیث متفق علیہ)

پھر جب رسول اللہ زیادہ بیمار ہو گئے جس میں آپ نے وصال الٰہی حاصل کیا تو میں (عائشہؓ) نے مذکورہ بالا دعا پڑھ کر آپؐ کے جسم اطہر پر ہاتھ پھیرا۔ اور آپ نے میرا ہاتھ ہٹا کر فرمایا اے اللہ مجھے اپنی رحمتوں میں لے لے اور (اے ملک الموت) مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ رسول اکرمؐ کے یہ آخری کلمات میں (عائشہؓ) نے اپنے کانوں سے خود سنے ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

سہیلی کا بیان ہے کہ میں نے واقدی کی کسی کتاب میں لکھا دیکھا ہے، کہ رسول اللہؐ نے سب سے پہلا کلمہ اللہ اکبر اس وقت کہا جبکہ آپؐ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس شیر خوار تھے۔ اور زندگی کی آخری گھڑی میں آپؐ نے الرفیق الاعلیٰ فرمایا۔

حاکم نے انسؓ کی یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ نے سب سے آخر میں یہ کلمہ فرمایا "میرے رب کا جلال برتر ہے" مواہب لدنیہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ کا آخری فرمان یہ تھا کہ جزیرہ عرب میں دو مذہب باقی نہ رکھے جائیں۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے زمانہ علالت میں عام طور پر یہ وصیت فرمائی کہ نماز کی حفاظت کرو اور غلاموں کے حقوق تلف نہ کرو۔ اور بوقت وصال بھی یہی فرمایا۔ تا آنکہ سانس اُکھڑی اور آپؐ نے زبان مبارک سے مزید کچھ نہ فرمایا۔ (اکتفاء)

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے بوقت وصال الٰہی یہ وصیت فرمائی کہ نماز پڑھتے رہو اور غلاموں کے حقوق ملحوظ رکھو تا آنکہ آپؐ کو غرغرہ لگا اور پھر زبان نے کچھ نہ فرمایا۔

روایت ہے کہ ملک الموت اجازت لے کر دولتکدہ میں آئے اور سامنے آکر کہا یا احمد مجتبیٰ رسول اللہؐ، اللہ نے مجھے آپؐ کے پاس روانہ کر کے حکم دیا ہے کہ

میں آپؐ کے حکم کی تعمیل کروں۔ اگر اجازت دیں تو روح قبض کروں اور اگر منع فرمائیں تو روح کو رہنے دوں۔ ارشاد عالی ہوا اے ملک الموت کیا تم ایسا ہی کرو گے؟ ملک الموت نے عرض کیا مجھے آپؐ کے حکم کا بندہ بنایا گیا ہے آپؐ جو فرمائیں گے وہی کروں گا۔ (اس موقع پر جبریلؑ بھی موجود تھے) جبرئیل نے کہا اللہ آپؐ کا مشتاق ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اے ملک الموت تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ اس پر جبریلؑ نے کہا یا رسول اللہؐ دنیا میں یہ میری آخری آمد تھی کیونکہ دنیا میں مجھے صرف آپؐ ہی سے ضرورت پڑتی تھی۔ اب میں دنیا میں کسی آدمی کے پاس نہیں آؤں گا۔ اور پھر رسول اکرمؐ نے جام بقا نوش فرمایا۔

اکتفا میں حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ بیان مرقوم ہے کہ رسول اللہؐ نے میرے سینہ پر میری گود میں رحلت فرمائی۔ اور اس مرحلہ پر کسی نے مجھ پر ظلم نہیں کیا۔ یہ میرے بھولے پن اور کم سنی کا زمانہ تھا جبکہ رسول اللہؐ میرے گھر میں اللہ کو پیارے ہوئے پھر میں نے آپؐ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور دوسری خواتین کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف ہو کر سینہ پیٹنے لگی۔ اور رسول اللہؐ کے وصال پر ایسے تعزیت کرنے والے آئے جن کی صورت نظر نہ آتی بلکہ ان کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ ان میں سے کسی نے یہ بھی کہا اے اہل بیت! آپؐ پر اللہ کی سلامتی، برکت اور رحمت ہو۔ اور ہر ایک جاندار کو موت کا مزہ چکھنا لازمی ہے اور روز محشر تم کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ منجانب اللہ ہر مصیبت پر تعزیت کی جاتی ہے، یاد رہے کہ ہر مرنے والے اور فوت ہونے والے کو بدلہ اور اجر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اسی پر امید کی نظریں لگاؤ اور در حقیقت مصیبت زدہ وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس پر علیؓ نے کہا آپ خواتین جانتی ہیں یہ کون تھے؟ یہ خضرؑ تھے۔ (مشکوٰۃ۔ دلائل نبوت)

انسؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کی رحلت پر صحابہ اجتماعی طور پر آپؐ کے ارد گرد نوحہ کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص جس کے لمبے بال کندھوں تک تھے، تہبند باندھے چادر اوڑھے صحابہؓ کے مجمع کو چیرتا اندر آیا اور رو دولتکدہ عالی کی چوکھٹ پکڑ کر رسول اکرمؐ پر گریہ و زاری کرنے لگا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا ہر مصیبت کی منجانب اللہ ہی تعزیت دی جاتی ہے اور ہر ایک رحلت کرنے والے کو اجر دیا جاتا ہے۔ (تا ختم حدیث) اس کے بعد وہ شخص واپس ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اس آنے والے شخص کو ہمارے پاس لاؤ۔ لوگوں نے اسے دائیں بائیں ہر طرف تلاش کیا لیکن وہ کسی کو نہ ملا تو صدیق اکبرؓ نے کہا یہ خضرؑ تھے جو بہر تعزیت تشریف لائے تھے۔

اس روایت کو ابن ابی دینا نے حضرت علیؓ کی زبانی بیان کر کے اس پر بحث بھی کی ہے۔

امام شافعیؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب اُلاُمّ میں بھی تحریر کیا ہے لیکن اس میں خضرؑ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اور مواہب لدنیہ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے۔

سن وصال

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں رسالتمآبؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی (یعنی تاج نبوت سے سرفراز فرمایا گیا) اس کے بعد آپ تیرہ سال مکہ اور دس سال مدینہ میں قیام فرما رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں آپؐ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اسی طرح صحیح روایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی ۶۳ سال کی عمر پائی۔

انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے (۶۰) سال کی عمر پائی۔ ابو حاتم نے اپنی تاریخ میں بصحت یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم کی عمر (۶۵) سال کی ہوئی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ساڑھے باسٹھ سال ابن شیبہ نے اپنی کتاب میں (۶۱، ۶۲) سال لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ میرے نزدیک آپؐ نے ۶۲ سال کی عمر نہیں پائی۔ اور تمام اقوال کی مطابقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو لوگ آپؐ کی عمر ۶۵ سال کی بتاتے ہیں انھوں نے سال پیدائش و رحلت دونوں کو محسوب

کیا ہے۔ اور ۶۳ سال عمر بتانے والوں نے جو مشہور ہے پیدائش و وصال کا سال ترک کر دیا ہے۔ اور (۶۰) سال کی عمر کہنے والوں نے کسور ترک کر دی ہیں۔ ساڑھے باسٹھ سال کی عمر کہنے والوں نے "اکلیل" کی مرقومہ حدیث پر بھروسہ کیا ہے۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ ہر نبی نے اپنے پہلے والے نبی کی نصف عمر پائی ہے۔ اور اس میں بھی کلام ہے کہ حضرت عیسیٰ نے (۱۲۵) سال کی عمر پائی ہے اور جنہوں نے رسول اکرم کی عمر (۶۱ یا ۶۲) سال لکھی ہے وہ شک و شبہ کے شکار ہیں۔ ان میں یقین و ایقان کا کوئی جزو نہیں ہے۔

اور آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف رائے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے بعثت کے بعد کتنی مدت تک قیام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (مغلطائی)

وقت رحلت

پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو چاشت کے وقت رسالتمآب نے وصال فرمایا۔ اور یہی وہ وقت ہے جس میں ہجرت کے موقع پر مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن مبعوث ہوئے اور پیر کے دن ہی بوقت ہجرت مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے پیر کے دن ہی آپ نے حجر اسود اٹھا کر موجودہ مقام پر نصب کیا اور پیر کے دن اس صورت میں وصال الٰہی فرمایا کہ آپ پیوند والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں ایک پیوند والی چادر اور موٹی ازار دکھاتے ہوئے فرمایا۔ یہی کپڑے زیب تن کئے ہوئے رسول اکرمؐ نے وصال فرمایا۔

کتاب اکتفا میں قلمبند ہے کہ بوقت وصال رسالتمآب رونے کی آواز اور فرشتوں کی تسبیح کا غل تھا اکثر صحابہ کا بیان ہے کہ لوگ مدہوش اور حواس باختہ تھے۔ بعض دیوانے نظر آتے، بعض سکتہ کے عالم میں خاموش تھے اور بعض فرش

زمین پر تڑپ رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ مجنونانہ انداز میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ بعض منافق کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے وفات پائی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قسم! آپؐ نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ آپؐ اللہ کے پاس گئے ہیں اور بالکل اسی طرح تشریف لے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ بن عمران اپنی قوم سے چالیس دن پوشیدہ رہ کر پھر آ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ بن عمران کی بابت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ انتقال کر گئے اور اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ بن عمران کی واپسی کی طرح رسولِ اکرمؐ بھی یقیناً تشریف لائیں گے۔ بدباطن لوگ جو آپؐ کی وفات کے قائل ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے فرما رہے تھے اگر میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہؐ انتقال کر گئے تو اس شمشیر بُرّاں سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ بالکل گم سُم ہو کر رہ گئے تھے انہیں بعض لوگ اِدھر اُدھر لے جاتے لیکن بالکل گنگ تھے اور کوئی بات ان کی زبان سے نہ نکلتی تھی اور ان پر یہ کیفیت دوسرے دن تک رہی۔

حضرت علیؓ بے حس و حرکت ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ عبداللہ بن انیسؓ رنج والم میں ایسے علیل ہوئے کہ آپؐ کے غم میں گھل گھل کر انتقال کیا۔ البتہ تمام صحابہؓ کے منجملہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عباس سب سے زیادہ ثابت قدم اور استوار نظر آ رہے تھے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے زیادہ ثابت قدم تھے لیکن جب اندر آئے تو رو رہے تھے۔ اور سانس اکھڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن جب رسول اکرمؐ کے پاس حاضری دی تو آپؐ پر جھک گئے اور چہرہ اقدس سے چادر اٹھا کر کہا اے حبیبؐ آپ کی زندگی و وصال دونوں پاکیزہ و صد آفریں۔ آپؐ کے تشریف لے جانے سے وہ خبر منقطع ہو گئی جو دوسرے انبیاء کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھی۔ اے حبیبؐ آپ تعریف و توصیف سے بالاتر اور گریہ و زاری

سے بلند ہیں لہٰ۔ اگر آپؐ کی رحلت پر اختیار ہوتا تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ آپؐ کی رحلت کے عوض ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بارگاہ الٰہی میں ہمیں یاد رکھئے اور خاطر عالی میں ہمارا خیال رکھئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بوقت وصال سرور عالم، لوگ مختلف الرائے ہو گئے بعض آپؐ کی وفات اور بعض دوبارہ زندہ ہو کر آنے کے قائل بن گئے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کے وصال پر لوگ گریہ وزاری کرنے لگے تو حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ آئندہ تمہارے یہ الفاظ میرے کانوں تک نہ آئیں کہ محمد رسول اللہ نے رحلت کی سنو! آپ کے اللہ کے پاس اسی طرح تشریف لے گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ بن عمران اپنی قوم سے چالیس دن تک پوشیدہ رہ کر اللہ کے پاس گئے تھے۔ اور جو لوگ آپؐ کی وفات کے قائل ہیں اللہ کی قسم ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں گے۔

عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا سلسلہ کلام جاری تھا وہ لوگوں کو ڈرا رہے تھے اور ان کے منہ میں جھاگ بھر آئے تھے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا جیسے عام طور پر لوگ سویا کرتے ہیں ویسے ہی رسول اکرمؐ بھی محو خواب ہیں۔ اور چونکہ وصال کر چکے ہیں اس لئے اے لوگو آپؐ کی تدفین میں مشغول ہو جاؤ۔

رسالتمآبؐ کے وصال کے وقت ابو بکر صدیقؓ اپنی بیوی بنت خارجہ کے گھر میں بمقام سخ یعنی مدینہ منورہ کے محلہ عالیہ میں تھے جہاں سرور عالمؐ سے اجازت لے کر گئے رہتے۔ جب حضرت عمرؓ شمشیر بکف ہو کر لوگوں کو ڈرانے لگے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے قائل کی گردن اڑا دوں گا تو یہ سُنکر حضرت ابو بکرؓ اپنے مکان سخ سے روانہ ہو کر سیدھے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دولت پر آئے اور گھر میں داخل ہو کر رسول اکرمؐ کے چہرہ مبارک پر سے چادر ہٹا کر دیدار کیا پھر جھک کر آپؐ کو بوسہ دیا اور رو رو کر کہا رسول اللہؐ نے وصال الٰہی فرمایا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے رسول اللہؐ آپ کی حیات و ممات

دونوں بہتر و پاکیزہ ہیں۔ (ریاض از طبرانی)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی اور اپنا منہ آپؐ کے دہان مبارک پر رکھ کر موت کی خوشبو سونگھی پھر چادر اڑھادی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ وہ در ماجد حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے مقام سنح سے جو مدینہ منورہ کے ایک سمت میں بنو حارث بن خزرج کے قبیلہ کے پاس ہے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آئے۔ مقام سنح سے دولتکدہ رسالتمآبؐ کا فاصلہ ایک میل کا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سنح سے واپسی پر سیدھے مسجد میں آئے جہاں سے حضرت عائشہ کے گھر میں آکر سب سے پہلے رسول اللہ کے پاس پہنچے جن پر یمنی چادر پڑی ہوئی تھی۔ ابو بکرؓ نے آپؐ کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی اور جھک کر بوسہ دیا۔ پھر رو کر کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اللہ کی قسم!! اس ایک مرتبہ کے علاوہ آپ دو مرتبہ کی موت سے دوچار نہ ہوں گے اور ابتدائی موت جو مقدر تھی وہ آپ نے قبول فرمالی ہے۔ (بخاری)

دو موتیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول کہ "آپ دو مرتبہ کی موت سے دوچار نہ ہوں گے" اس میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں اس جملہ کے معنی بالکل واضح ہیں جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ زندہ ہو کر دوبارہ تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے ان کے اس گمان باطل کی ابو بکرؓ کے قول سے تردید ہوتی ہے۔ اور اگر لوگوں کے اس گمان باطل کو صحیح مان لیا جائے تو نتیجۃً لازم آتا ہے کہ آپؐ دوبارہ موت سے دوچار ہوں گے۔ اس لئے ابو بکر صدیقؓ نے بتا دیا کہ اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ آپؐ موت سے دو مرتبہ دوچار نہ ہوں گے۔ اور ان لوگوں کے مماثل نہ ہوں گے جو اپنے وطن سے ہزاروں کی تعداد میں طاعون کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے[1] اور نہ اس شخص کی مانند جن کا گزر ایک گاؤں پر ہوا تھا[2]

۱۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے قبر میں پھر زندہ کئے جاتے اور منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد پھر ان کے موت سے دوچار کر دیا جاتا ہے ان تمام لوگوں کی مانند رسول اکرمؐ کو موت نہیں آئے گی۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر کے قول سے مراد یہ ہے کہ سرورِ عالمؐ کی رحلت کے ساتھ آپؐ کی شریعت کو موت نہیں آئے گی۔

فتح الباری میں تحریر ہے کہ ابوبکرؓ کے قول میں دوسری موت سے مراد ہے "بے چینی" یعنی آج کے دن کی بے چینی و بے قراری کے بعد آپؐ کو آئندہ کوئی کرب و بے چینی نہ ہوگی۔

وصال شریف

ابن عباسؓ کا بیان ہے ابوبکر صدیقؓ جب دولتکدہ عالی سے باہر آئے تو عمرؓ لوگوں سے مخاطبت کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ بیٹھ جایئے لیکن عمرؓ نے انکار کیا تو ابوبکرؓ نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر کہا تم میں سے جو کوئی محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ آپؐ کا وصال ہو چکا ہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور اللہ نے خود کہا ہے۔

وما محمدٌ الّا رسول قد خلت من قبلہ الرُّسُل (تا ختم آیۃ) حضرت محمدؐ تو اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے اکثر رسول گذر چکے ہیں۔ (تا ختم آیۃ)

اس کے بعد ابن عباسؓ نے بیان کیا اللہ کی قسم لوگوں نے آیت متذکرہ بالا کی موجودگی کو شاید طاقِ نسیاں بنا دیا تھا جس کی یاددہی کے لئے ابوبکرؓ نے آیت تلاوت کی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ابوبکرؓ خطبہ دینے لگے تو عمرؓ بیٹھ گئے ابوبکرؓ نے حمد و صلوۃ کے بعد کہا اچھی طرح سن لو جو کوئی حضور انور محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ بخوبی یقین کرلے کہ آپؐ نے وصال فرمایا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ وہ بھی بخوبی یقین کرلے کہ اللہ تعالےٰ زندہ و پائندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

اِنکَ مِیّتٌ وَاِنّھُم مَیّتُوْن یقیناً آپؐ کو بھی موت سے دوچار ہونا ہے اور ان

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل — کو بھی مرنا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے کے رسول گزر چکے ہیں۔

اور ابو بکرؓ کے خطبہ کے دوران میں لوگوں کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

ابن عمرؓ نے ابن شیبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابوبکرؓ گزرے اور حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے رسول اللہؐ نے وفات نہیں پائی تاآنکہ تمام منافقوں کو قتل کر دیں گے۔ اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمام منافقوں کو فنا کر دیں گے۔ اور یہ اس وقت تھا جبکہ منافق سر اٹھائے ہوئے تھے اور خوب خوشیاں منا رہے تھے۔ ان حالات کی موجودگی کے باوجود حضرت ابوبکرؓ نے کہا لوگو! سنو۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے وصال فرمایا اور تم نے اللہ کا یہ حکم سنا ہی ہے "آپؐ بھی موت سے دوچار ہوں گے اور وہ بھی" اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد — اے محبوب ہم نے آپؐ سے پہلے کسی کو ہمیشہ زندہ نہیں رکھا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ منبر کی جانب بڑھے۔ (تا ختم حدیث)

انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ جس وقت ابوبکرؓ کی بیعت مسجد نبوی میں ہو رہی تھی اس وقت میں نے حضرت عمرؓ کو کہتے خود سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منبر رسالتمآبؐ پر چڑھ کر اولاً کلمہ شہادت پڑھا پھر بعد حمد الٰہی کہا۔ کل میں نے تم سے ایک بات کہی تھی لیکن جیسی میں نے کہی تھی وہ ویسی نہ تھی۔ اور اللہ کی قسم! میں نے جو بات کل کہی تھی اس کی صحت کا ثبوت قرآن کریم اور سنت و سیرت نبویؐ میں موجود نہیں۔ مجھے امید تھی کہ ہمارے بعد تک محمد مصطفیٰؐ زندگی گزاریں گے۔ یا باقی رہیں گے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کے لئے وہ امر پسند کیا جو اس کی مرضی تھی اور اس چیز کو پسند نہیں فرمایا کہ آپؐ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہمیشہ ہمیشہ زندگی گزارتے رہیں اللہ نے ہمیں قرآن کریم عنایت کیا ہے اور اپنے رسولؐ کے ذریعہ اسے ہدایت نامہ بنایا ہے۔ اس لئے احکام قرآن پر مضبوطی سے عمل کرو اور جس طرح رسول اللہؐ نے

ہدایت فرمائی ہے اس پر عمل پیرا رہو۔

ابونصر کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابتداءً جو کچھ کہا وہ سب شدت غم و الم کے سبب سے فتنہ و فساد برپا ہونے کے خوف، اور منافقوں کے چڑھ دوڑنے کے خیال سے کہا۔ پھر جب انہوں نے حضرت صدیقؓ کی قوت یقینی کا مشاہدہ کیا اور اللہ کے احکام، ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، آپؐ کو بھی موت سے دوچار ہونا ہے اور ان سب کو بھی" ابوبکرؓ کی زبانی مکرر سنے اور شدت غم میں ڈوبے ہوئے اثرات سے دل کو یک گونہ تسلی ہوئی تو اپنے کلمات اولین کی تہ دیدہ توجیہ کرتے ہوئے حقیقی امر واقعہ بیان کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال الٰہی فرمایا ہے

ابن عساکر نے ابوذویب ہذلی کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اللہؐ کی علالت کی ہمیں اطلاع ملی جس سے ہمارے قبیلہ والے حیران و پریشان ہو گئے اور یہ شب درانہ ہم نے آنکھوں میں کاٹی البتہ صبح کے وقت قدرے غنودگی آگئی تھی اس وقت ہاتف غیبی نے یہ اشعار کہے۔

خَطبٌ اجَلُّ اناخ بالاسلام یہ نہایت حادثہ ہے کہ۔ باغات اور پختہ مکانوں
بَینَ النَّخِیل مَقعَدَ الاطام کی نشست گاہوں میں اسلام بیٹھ گیا حضرت محمد
قبض النبیُّ محمدٌ فَعیُونَنَا مصطفےٰ نے وصال فرمایا۔ اور آپؐ کی جدائی کے
تبدی السدموع علیه بالاسجام صدمہ میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اور میں ڈر کر نیند سے چونک پڑا پھر میری نظر آسمان کی طرف اٹھی جہاں مجھے سعد ذابح (مشہور ظالم سیارہ) دکھائی دیا اس پر مجھے معلوم ہوا کہ آپؐ کی روح پرواز کر گئی یا قریب الوصال ہیں چنانچہ میں تیزی سے مدینہ آیا جہاں مدینہ والوں کو دھاڑیں مار مار کر اس طرح روتے دیکھا جیسے حاجی بحالت احرام لبیک پڑھتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں رو رہے ہو؟ تو کسی نے جواباً کہا کہ محمدؐ مصطفےٰ نے وصال فرمایا ہے۔

علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیوٰۃ الحیوان میں علامہ واقدی کے شیوخ کے حوالہ سے لکھا ہے لوگوں کو رسول اکرمؐ کی رحلت میں جب شک و شبہ ہوا تو اسماء

بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپؐ کے کندھوں کے درمیان رکھ کر کہا رسول اکرمؐ نے رحلت فرمائی کیونکہ آپؐ کے کندھوں کے درمیان سے مہر نبوت اٹھالی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ وصال فرما چکے ہیں۔ (امام بیہقی وابونعیم)

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کے وصال کے وقت میں نے اپنا ہاتھ آپؐ کے سینۂ اقدس پر رکھا تھا۔ باوجودیکہ میں کھانا بھی کھاتی ہوں اور وضو بھی کرتی ہوں لیکن اب تک میرے ہاتھ سے مشک آمیز خوشبو نہیں گئی ہے۔

ابونعیم نے حضرت علیؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ وصال سرور عالمؐ کے بعد ملک الموت گریہ کناں آسمان پر چڑھ گئے۔ اور کہا بخدا۔ اللہ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا قسم بخدا! میں نے اپنے کانوں منادی کو یہ کہتے سنا ہے یا محمدؐ۔ تمام مصائب آپؐ کی جدائی کی تکلیف کی بہ نسبت کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ سب ادنیٰ اور معمولی ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنی علالت میں فرمایا لوگو اور مسلمانو! اگر تم کسی مصیبت سے دوچار ہو تو اپنی مشکل میں میری مصیبت کو پیش نظر رکھو۔ کیونکہ میرے بعد میرا کوئی امتی اس مصیبت و مشکل سے دوچار نہ ہوگا جسے میں برداشت کر رہا ہوں۔ اور میری رحلت نہایت سخت گراں بار ہے۔

غسل شریف

سرور عالمؐ کے وصال کے بعد جب تمام لوگ امر خلافت پر مجتمع ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مان کر آپؓ کی خلافت حقہ پر بیعت کر چکے تو تمام صحابہ غسل شریف اور تجہیز و تکفین کی جانب متوجہ ہوئے۔

روایت ہے کسی نے ابن عباسؓ سے پوچھا رسول اکرمؐ کو کس طرح غسل دیا گیا؟ جواب دیا کہ والد ماجد حضرت عباسؓ نے یمنی کپڑے کا ایک پردہ ڈالا اور یہ پردہ ڈالنے کی رسم تمام صالح مسلمانوں میں رائج ہوگئی پھر ہاشمیوں سے کہا آپ دیوار اور پردہ کے درمیان سے ہٹ جائیے۔ پھر والد ماجدؓ پردہ کے اندر گئے جہاں حضرت علیؓ فضیل، ابوسفیان بن حارث اور اسامہ بن زیدؓ کو طلب فرمایا۔ جب یہ سب لوگ پردہ کے اندر آگئے تو ان پر اور پردہ کے باہر والوں اور سب گھر والوں

پر نیند طاری ہو گئی۔ اتنے میں ندائے غیب نے متنبہ کیا اور کہا رسول اکرمؐ کو غسل نہ دو کیونکہ آپؐ بالکل پاکیزہ ہیں۔ اور اہل بیت نے بھی کہا کہ یہ ندائے غیبی سچی ہے آپؐ کو غسل نہ دیا جائے لیکن والد ماجدؓ نے فرمایا ایک غیر آواز کی وجہ سے ہم سنت نبویؐ کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد دوبارہ پھر سب پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور ندائے غیبی نے یہ کہہ کر خبردار کیا کہ آپؐ کو کپڑے پہنے ہوئے غسل دو۔ اس پر اہل بیت نے کہا ہم یہ بات نہیں مانتے۔ اور والد ماجدؓ نے فرمایا ہاں مع لباس کے غسل نہیں دیں گے۔

کیفیت غسل شریف

پردہ کے اندر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جاکر چار زانو ہو کر بیٹھے اور رسول اکرمؐ کو اپنے درمیان بٹھانا چاہا کہ ندائے غیبی آئی۔ آپؐ کو پیٹھ کے بل چت لٹادو اور پردہ پوشی کرتے ہوئے غسل دو۔ چنانچہ جس تختہ پر بیٹھے تھے اس سے الگ ہو کر اس پر آپؐ کو چت لٹا دیا۔ سر مبارک مغرب کی جانب اور پائے اقدس مشرق کی طرف تھے۔ آپؐ کے جسم اطہر پر قمیض تھی جس کی آستین ایک طرف سے کھلی ہوئی تھی اسی پر سے آپؐ کو غسل دیا آپؐ کو خالص پانی سے غسل دیا گیا اور من بعد کافور کی خوشبو دی گئی۔ غسل کے بعد آپؐ کی قمیص اور آستین نچوڑی، سجدہ گاہ اور جوڑوں پر خوشبو ملی اور آپؐ کے چہرہ، ہاتھوں اور ہتھیلیوں کو بحیثیت وضو خالص پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد قمیص اور کھلی ہوئی آستین کے اوپر ہی کفن پہنایا اور عود اگر کی تین مرتبہ دھونی دی۔ پھر آپؐ کو اٹھا کر تابوت میں لٹایا اور سب تسبیح پڑھنے لگے۔

ابن عباسؓ کہا کرتے تھے اپنے نبی کا پردہ کرو، اللہ تمہاری پردہ پوشی کریگا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے رسالتمآبؐ کے غسل شریف پر لوگوں کا باہمی اختلاف ہوا۔ کہ آپؐ کو لباس پہنے غسل دیں یا لباس اتار کر جب اختلاف باہمی نے شدت اختیار کی تو ہم سب پر نیند غالب آگئی اور حالت یہ ہوئی کہ ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینہ سے لگ گئی اتنے میں ہمارے گھر کے کونہ سے آواز آئی اور ہمیں نہیں معلوم کہ کہنے والا کون تھا جس نے کہا رسالتمآبؐ کو لباس پہنے ہوئے

ہی غسل دو۔ چنانچہ آپؐ کے غسل شریف کے لئے لوگ کھڑے ہو گئے اور آپؐ کو لباس پہنے پہنے ہی غسل دیا۔ اور بوقت غسل آپؐ قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ آپؐ کی قمیض کے اوپر سے پانی ڈالا گیا اور قمیص ہی کے ذریعہ جسم اطہر کو ملا گیا۔ (دلائل نبوت از بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی تھیں اگر مجھے اپنے حال کی خبر ہوتی جو بعد کو معلوم ہوا تو سرور عالم کو ازواج مطہرات کے سوائے کسی اور سے غسل نہ دلاتی۔

غسل دینے والے

اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ آپؐ کو غسل دینے کی آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ، آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل و قثم آپؐ کے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زید اور آپؐ کے غلام شقران نے ذمہ داری لی تھی۔ جب سب لوگ آپؐ کو غسل دینے کے لئے جمع ہو گئے تو اوس بن خولی انصاری جن کا تعلق عوف بن خزرج کے قبیلہ سے تھا اور جو جنگ بدر میں شریک رہ چکے تھے انہوں نے دروازہ کے باہر سے حضرت کو پکارا اور کہا اے علیؓ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر رسالتمآبؐ کے غسل شریف میں شرکت کی درخواست کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے کہا آجاؤ۔ چنانچہ وہ بھی سراپردہ میں آگئے لیکن غسل دینے میں کچھ حصہ نہ لے سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ اوس بن خولی انصاری، پانی اٹھا کر دیتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کے جسم اطہر پر قمیص تھی اور بوقت غسل شریف حضرت علیؓ اپنے سینہ سے آپؐ کے جسم اطہر کو ٹیک لگائے ہوئے تھے اور حضرت عباسؓ، فضل و قثم بشمولیت علیؓ آپؐ کے پہلو بدلنے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے اور اسامہ و شقران اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے پانی ڈال رہے تھے۔

کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا اے علیؓ سوائے تمہارے مجھے کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ اور ایک دوسری روایت حضرت علیؓ کی زبانی یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے علیؓ تمہارے سوائے کوئی دوسرا مجھے نہ نہلائے اور میرا ستر عورت نہ دیکھے ورنہ اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ (سیرۃ مغلطائی)

آب غسل کتاب الشفاء میں مرقوم ہے حضرت علیؓ اس پانی سے جس میں بیری کے پتے تھے آپؐ کو غسل دے رہے تھے اور رسول اکرمؐ کے جسم اطہر سے وہ چیز دکھائی نہ دی جو عام طور پر مُردوں کے جسم سے دکھائی دیتی ہے۔ اور حضرت علیؓ کہتے تھے۔ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان آپؐ کی حیات و ممات دونوں بہت پاکیزہ ہیں۔

ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ حضرت علیؓ کی زبانی مرفوعاً لکھا ہے کہ جب میں (علیؓ) انتقال کروں تو مجھے میرے مملوکہ کنوئیں "غرس" کے پانی کی سات مشکوں سے غسل دینا۔

نہایہ میں مرقوم ہے کہ لفظ غرس کے غین پر زبر اور راء اور س دونوں ساکن ہیں اور یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی رسول اکرمؐ نوش فرماتے تھے۔

ابن نجار کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا رات میں نے خواب میں دیکھا کہ صبح سویرے جنت کے کنوئیں پر ہوں چنانچہ صبح ہوئی تو آپؐ چاہ غرس پر تشریف لے گئے اس کے پانی سے وضو کیا اور اس میں لعاب دہن ٹپکایا۔ (تاریخ مدینہ از سمہودی)

سیرۃ مغلطائی میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر آپؐ کی قمیض کے نیچے ہاتھ ڈال کر ملا۔ آپؐ کو پہلی مرتبہ سادہ پانی سے اور دوسری مرتبہ بیری کے آمیزہ پتوں کے پانی سے اور تیسری مرتبہ کافور آمیختہ پانی سے غسل دیا گیا۔

آب غسل کی برکت جعفر بن محمد کا بیان ہے بوقت غسل جب رسالتمآبؐ کے حلقہ چشم پر پانی رہ جاتا تو حضرت علیؓ اپنی زبان سے اسے پی لیا کرتے تھے۔

شواہد نبوت میں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ سے ان کے فہم و ادراک اور قوی الحافظ ہونے کا سبب پوچھا تو جواب دیا۔ رسول اکرم کو غسل وقت آپؐ کے حلقہ چشم میں جو پانی رہ جاتا میں اسے اپنی زبان سے چوس کر پی جاتا تھا۔ اور میری دانست میں اسی کی برکت سے قوت حافظہ عطا ہوئی ہے۔

کتاب الشفاء میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ ان دونوں نے غسل دیا۔ اور بوقت غسل شریف آواز آئی اے علیؓ اپنی نگاہ آسمان کی طرف کرلو۔

کفن مبارک غسل شریف کے بعد آپؐ کے جسم اطہر کو خشک کیا گیا پھر آپؐ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں دو سفید کپڑے تھے اور ایک یمنی چادر تھی۔

اکتفا میں امام ترمذی کا قول مذکور ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا آپؐ کو دو کپڑوں اور ایک یمنی چادر کا کفن دیا گیا۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کئی چادریں منگوائی تھیں لیکن یہ آورده چادریں واپس کردیں اور ان کا کفن نہیں دیا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کو دو معمولی قسم کی اور ایک نجرانی چادر کا کفن دیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کو تین عمدہ سفید سوتی چادروں کا کفن دیا گیا جو علاقہ یمن کے شہر سحول کی ساختہ تھیں، اور آپؐ کے کفن میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ میں (عائشہؓ) والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی علالت کے زمانہ میں ان کے پاس گئی وہ اپنی علالت کے زمانہ میں جو کپڑے پہنے تھے میں نے دیکھے آپ کے پہنے ہوئے کپڑے پر زعفران کا دھبہ تھا۔ والد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا اس کپڑے کو دھو کر اس میں مزید دو کپڑوں کا اضافہ کر کے ان تین کپڑوں کا مجھے کفن دے دینا میں نے کہا یہ تو پرانا ہے، فرمایا مُردہ کی بہ نسبت زندہ نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ وہ کام کاج کرتا ہے۔

امام ابوعبداللہ، مالک بن انسؒ نے اپنی مؤطا میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اور تمام لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپؐ کے کفن میں قمیص و عمامہ شامل و محسوب نہیں تھے۔

ایک مفرد حدیث میں جسے یزید بن ابی زیاد نے بیان کیا ہے مرقوم ہے کہ آپؐ کے کفن میں کافور ملایا گیا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ (سیرۃ مغلطائی)

عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی بیان کیا کہ آپ کو تین سفید سوتی چادروں کا کفن دیا گیا۔ اس روایت کو نسائی میں بھی عبدالرزاق کے ذریعہ معمر کے واسطہ، زہری کے حوالہ عروہ کی روایت سے تحریر کیا ہے۔ نیز اس روایت کو ائمہ سنت نے ہشام بن عروہ کے ذریعہ حضرت صدیقہؓ کی زبانی لکھا ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ کے کفن کی چادریں سوتی تھیں۔ اور آپ کے کفن میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ کو تین نئے کپڑوں کا کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے تھے۔ سحُول سین پہ زبر اور پیش دونوں کے ساتھ آتا ہے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ سحول کے سین پہ زبر ہی زیادہ مشہور ہے اور اکثر کی رائے یہی ہے کہ سحول شہر کی تیار کی ہوئی تھیں اور سحول وہ شہر ہے جو مملکت یمن میں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سحول کے معنی دھوبی کے ہیں یعنے وہ چادریں دھلی ہوئی تھیں۔

اور سحُول سین کے پیش کے ساتھ یہ جمع ہے سحَل کی جس کے معنی ہیں صاف و سفید شفاف کپڑا جو سوتی ہو۔ اور اس طرح لفظ سحُول کا استعمال بالکل شاذ ہے کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں کوئی مرجع منسوب نہیں ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ سحُل سین کے پیش سے ایک گاؤں کا نام ہے۔

کرسف کے معنی ہیں روئی اور سوت۔

ترمذی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ؐ کے کفن کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں جن کے منجملہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت بالکل صحیح ہے اور اکثر و بیشتر علماء از قسم صحابہ و غیر صحابہ کا اسی پر عمل درآمد ہے۔[1]

اور بیہقی نے اپنی "خلافیات" میں ابو عبداللہ یعنی حاکم کی زبانی لکھا ہے، کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب، ابن عباسؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابن عمرؓ، جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مغفل رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان یہی ہے کہ رسول اکرم ؐ

کو جن تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اس میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل کے ذریعہ ابن حنفیہ کی وساطت سے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کو سات کپڑوں کا کفن دیا گیا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ روایت کے یہ الفاظ کہ کفن میں قمیص و عمامہ نہ تھا اس کے معنی سمجھنے میں ابن عقیل اور بعد والوں کو وہم و شک ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے کفن میں قمیص و عمامہ نہ تھا یعنی کفن دینے میں بصورت کفن آپؐ کو قمیص نہیں دی اور عمامہ بھی نہیں لپیٹا۔ اور ایک دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپؐ کو جن تین کپڑوں کا کفن دیا گیا وہ قمیص و عمامہ کے علاوہ تھے۔

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کا بیان ہے کہ پہلے مرادی معنی ہی واضح ہیں کہ آپؐ کو کفن میں قمیص و عمامہ نہیں دیا گیا۔

امام نووی ؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ پہلے معنی ہی کے تمام جمہور علماء قائل ہیں اور حدیث کے ظاہری الفاظ بھی یہی بتا رہے ہیں اور یہی درست ہے کہ آپؐ کے قمیص و عمامہ نہیں دیا گیا۔ اور دوسرا قول بالکل ضعیف ہے کیونکہ حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپؐ کو کفن قمیص و عمامہ دیا گیا ہو۔

علماء کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا روایت کے معنی علماء کے باہمی اختلاف کے سبب یہ اختلاف رونما ہے کہ کفن میں قمیص و عمامہ کا ہونا مستحب ہے یا نہیں؟

بعض علماء کہتے ہیں اگر قمیص و عمامہ کو بھی شریک کیا جائے تو کفن کے پانچ کپڑے ہو جاتے ہیں۔ جسے حنبلی علماء مکروہ کہتے ہیں۔ اور شافعیوں کے نزدیک یہ جائز ہے لیکن غیر مستحب ہے۔ مالکیوں کے نزدیک مرد و زن دونوں کو پانچ کپڑوں کا کفن دینا مستحب ہے اور خواتین کے لئے تاکید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سات کپڑوں تک کا کفن دیا جائے جو مکروہ نہیں ہے البتہ کفن میں سات کپڑوں سے مزید کا اضافہ فضول خرچی ہے۔

علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہیں صرف تین کپڑے ازار، قمیص اور کفنی

یعنی لفافہ ہیں۔ اور روایت تکفین میں اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جس قمیص کو پہنے ہوئے آپ کو غسل شریف دیا گیا وہ بوقت تکفین اتار لی گئی تھی۔

امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ علماء احناف کا مسلک ہی بالکل درست ہے جو اعتراضات سے بلند ہے اور سنن ابو داؤد کی روایت جو ابن عباسؓ کی زبانی یہ ہے کہ آپؐ کو جن تین کپڑوں کا کفن دیا گیا اس میں حُلّہ کے دو کپڑے اور ایک وہ قمیص تھی جو آپؐ بوقت وصال زیب تن کئے ہوئے تھے، یہ سنن ابوداؤد کی تذکرہ حدیث بالکل ضعیف ہے جس سے کسی طرح بھی صحتِ حجت و دلیل نہیں لائی جا سکتی کیونکہ اس میں ایک راوی یزید بن زید بھی ہے جس کو تمام محدثین نے ضعیف راوی لکھا ہے۔ اور جبکہ ثقہ راویوں کی روایت ہو تو وہ تو بالکل ہی ضعیف و ناقابل اعتماد ہے۔

نمازِ جنازہ

امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ سرورِ عالم کی نماز جنازہ لوگوں نے فرداً فرداً پڑھی۔ نماز جنازہ کسی امام کے ساتھ باجماعت نہیں پڑھی گئی مسلمان گروہ در گروہ آتے نماز پڑھتے اور چلے جاتے کیونکہ حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ جنازہ کے پاس سے چلتے جایئے۔

اور روایت ہے کہ آپؐ کے جنازہ پر سب سے پہلے حضرت علیؓ و عباسؓ و بنو ہاشم نے نماز پڑھی پھر مہاجرین و انصار پھر دوسرے لوگوں نے فرداً فرداً نماز پڑھی اور انہوں نے باجماعت نہیں پڑھی اس کے بعد خواتین اور آخر میں بچوں نے نماز پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسالتمآبؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب صلوٰۃ پڑھے گا پھر جبریل، میکائیل، اسرافیل یکے بعد دیگرے اور پھر ملک الموت اپنے لشکر سمیت پھر دوسرے فرشتے گروہ در گروہ آ کر صلوٰۃ و درود پڑھیں گے۔ اس صلوٰۃ و درود کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام فرشتے دعا مانگیں گے اور چلے جائیں گے۔

ابن ماجشون نے لکھا ہے جب یہ پوچھا گیا کہ آپؐ پر کتنی مرتبہ صلوٰۃ پڑھی گئی تو جواب دیا (۷۲) ہزار مرتبہ۔ اس پر کسی نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا۔ جواباً کہا

اس صندوق کی کتابوں کے ذریعہ جو امام مالکؒ کی خود نوشت تھیں۔

علاوہ ازیں نافع نے ابن عمرؓ کی زبانی بھی یہی بیان کیا ہے (سیرۃ مغلطائیؒ) کتاب الفائق میں مرقوم ہے کہ نماز پڑھنے والے آدمیوں کی تعداد (۳۰) ہزار تھی اور فرشتے جو صلوٰۃ و درود پڑھتے اور دعائیں مانگنے آئے تھے انکی تعداد (۶۰) ہزار اور ہر فرشتے کے ساتھ مزید دو فرشتے اور بھی تھے ؎

ابن ماجہ نے لکھا ہے رسول اکرمؐ کو منگل کے دن جب کفنا چکے تو جسم اطہر آپؐ کے در دولت والے پلنگ پر رکھا گیا۔ آپؐ کے الوار کدہ کے اندر لوگ گروہ در گروہ آتے اور بعد دہ دو صلوٰۃ واپس ہو جاتے۔ مردوں کے بعد خواتین کی باری آئی اور جب یہ سب فارغ ہو گئیں تو سب سے آخر میں بچوں نے اکر صلوٰۃ پڑھی۔ اور آپؐ کے جنازہ پر کسی انسان نے باجماعت نماز نہیں پڑھی ؎

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے آپؐ کے جنازہ پر فرشتوں نے گروہ در گروہ ہو کر صلوٰۃ پڑھی پھر آپؐ کے اہل بیت نے۔ ان کے بعد انسانوں کے گروہوں نے پھر سب سے آخر میں خواتین نے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اہل بیت آپؐ پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے اور عوام کو معلوم نہ تھا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ جنہوں نے ابن مسعودؓ سے پوچھا کیا پڑھیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حضرت علیؓ سے پوچھو چنانچہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے رسالتمآبؐ پر یاایھا الذین امنو صلو علیہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مسلمانو! تم بھی آپؐ پر درود وسلموا تسلیما۔ لبیک اللھم سلام بھیجو (اور آپؐ کی پیروی کرو) اے اللہ ہم ربنا وسعدیک صلوٰۃ اللہ البر حاضر ہیں اور اے ہمارے رب تو ہی ہمارا

الرحیم والملائکۃ المقربین مددگار ہے اللہ جو پاکیزہ و مہربان ہے اس کی اور
والنبیین والصدیقین والشہدا اس کے مقرب فرشتوں، تمام نبیوں، صدیقوں،
والصالحین وما سبح لک من شہیدوں، صالح لوگوں اور اے تمام جہانوں کی
شیئی یا رب العالمین ربوبیت کرنے والے مالک ان تمام کی طرف سے
علی محمد بن جو پاکیزگی کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں ان سب
عبد اللہ الخاتم النبیین کی طرف سے سرورِ عالم حضرت محمدؐ ابن عبداللہ
وسید المرسلین پر جو خاتم النبیین رسولوں کے سردار، متقیوں
وامام المتقین و رسول کے امام رب العالمین کے فرستادہ ورسول
رب العالمین الشاھد البشیر شاہد و بشارت دینے والے تیرے ہی حکم
الداعی الیک السراج سے تیری طرف بلانے والے روشن چراغ
المنیر وعلیہ السلام ہیں آپؐ پر سلام ہو[1]

قبر مبارک کی نوعیت

شیخ زین الدین مراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرۃ میں تحریر کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں دو گورکن تھے۔

---

[1] عام طور پر تمام مسلمان اور احناف نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے ہیں۔
اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا اے اللہ ہمارے زندوں، مردوں، حاضر و غائب
وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا چھوٹے، بڑے، مرد، عورت سب کی مغفرت فرما
وانثانا۔ اللھم من احییتہ اے اللہ ہم میں سے تو جسے زندہ رکھنا چاہتا ہے
منا فاحیہ علی الاسلام اسے دین اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت
وتوفیتہ منا فتوفہ علی الایمان دینا چاہتا ہے اس کا ایمان پر خاتمہ بالخیر کر۔
لڑکے کی میت پر یہ دعا پڑھتے ہیں۔
اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اے اللہ اس میت والے کو ہمارے لئے میر منزل بنا دے
اجرا و ذخرا وجعلہ لنا شافعا و مشفعا اسے ہمارے لئے اجر و ذخیرہ کر دے۔
اور اے اللہ اسے ہمارے لئے شفاعت کرنیوالا بنا دے اور ایسا شفاعت کرنیوالا بنا دے جسکی شفاعت
تیرے لئے مقبول ہے۔ لڑکی کی میت کی صورت میں ضمائر مونث لاتے ہیں۔ از مترجم ۱۲

ایک بغلی قبر کھودتا تھا اور دوسرا صندوقچی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے ان دونوں کو بلا کر کہا تم میں سے ایک حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس جائے اور انہیں بلا لائے اور یہ جانے والا گورکن وہ تھا جو اہالیان مکہ کی قبریں کھودتا تھا۔ اور دوسرے گورکن کو حکم دیا کہ تم حضرت ابو طلحہ انصاری کے پاس جاؤ اور انہیں بلا لاؤ اور یہ وہ گورکن تھا جو صرف مدینہ والوں کے لئے قبریں کھودتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے دعا کی اے اللہ تو اپنے رسول کے لئے بہتری کر۔ مکہ والوں کی قبریں کھودنے والے نے حضرت ابو عبیدہ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے البتہ مدینہ والا گورکن حضرت ابو طلحہ انصاری کو بلا لایا اور ان کی رائے کے موافق گورکن نے آپؐ کے لئے اپنے دستور کے موافق بغلی قبر کھودی۔

مقام مزار شریف رسول اکرمؐ کے مقام دفن کے متعلق صحابہؓ میں باہم اختلاف رونما ہوا بعض کہتے مکہ میں تدفین کی جائے اور بعض مدینہ طیبہ میں۔ بعض کہتے قدس میں اور بعض جنت البقیع میں۔ ان تمام اختلاف آراء کی موجودگی میں حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے سنا ہے کہ ہر نبی کی اسی جگہ قبر بنائی گئی جہاں اس نے وصال کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے ہر نبی کو اسی جگہ موت سے ہم آغوش کیا جہاں اس کی خواہش تدفین تھی۔ ان احادیث کے پیش نظر جس جگہ آپؐ نے ملک الموت کو لبیک کہا تھا آپؐ کے بستر کو ہٹا کر اسی جگہ آپؐ کے لئے قبر مبارک تیار کی گئی۔

کوائف تدفین قبر انور تیار ہونے کے بعد اس میں علیؓ عباسؓ اور حضرت عباسؓ کے دونوں صاحبزادے فضل و قثم اترے سب لوگ تو نکل آئے لیکن جناب قثم جو رسول اکرمؐ کی خدمت میں اخیر میں آئے تھے وہ قبر مبارک میں سب سے زیادہ دیر تک ٹھہرے رہے اور سب سے اخیر میں قبر مبارک سے اوپر آئے۔

اور مغیرہ کا وہ قصہ کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی آپؐ کی قبر مبارک میں ڈال دی اور اپنی انگوٹھی ڈھونڈ نکالنے کے بہانہ سے قبر مبارک میں ان کا اترنا وغیرہ یہ سب بالکل غلط ہے۔ اور حقیقت حال صرف اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

رسول اکرمؐ کے غلام شقران اور اوس بن خولی نے حضرت علیؓ سے کہا اے علی رضی اللہ کے واسطہ رسول اکرمؐ کی خدمت کرنے کی مجھے بھی اجازت دو۔ حضرت علیؓ نے جواباً کہا اچھا آجاؤ۔ چنانچہ یہ اپنی قوم والوں کے ساتھ قبر مبارک میں ہ ے اور ان کی تعداد (۵) تھی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں (علیؓ) اور حضرت عباس اور عقیل بن ابو طالب اور اسامہ بن زید اور ابن عوف اور اوس بن خولیؓ یہ چھ آدمی قبر مبارک میں اترے اور یہی وہ لوگ تھے جو آپؐ کی تکفین کے ذمہ دار و شریک کار تھے۔

میری (عبدالحق محدث دہلویؒ) اور اکثر و بیشتر محدثین کی رائے میں اولین روایت ہی صحیح ہے کہ جسم اطہر کو قبر مبارک میں اتارنے والے حضرات علیؓ عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادہ تھے۔

ایک روایت ہے کہ سرخ رنگ کی وہ بخرانی چادر جسے رسالتمآبؐ نے خود اوڑھا اور بچھایا تھا اور جو خیبر میں شقران کو مرحمت فرمائی تھی یہ چادر شقران نے آپؐ کے جسم اطہر کو قبر میں اتارنے سے پہلے آپؐ کے نیچے بچھادی اور کہا بخدا اس چادر مبارک کو آپؐ کے بعد کوئی شخص استعمال نہیں کرسکتا۔ اور یہ چادر آپؐ کے ساتھ ہی قبر میں رہ گئی، اور قبر مبارک کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان اینٹوں کی تعداد (۹) تھی جو چنی گئی تھیں۔

ابو عمر و حاکم کا بیان ہے بغلی میں کچی اینٹیں رکھنے کے بعد لوگوں نے وہ بخرانی چادر نکال لی۔

میت کے لئے بچھونا

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی اور دیگر تمام شافعی علماء کا متفقہ فتوای ہے کہ قبر میں میت کے نیچے ریشمی چادر وغیرہ بچھانا قطعاً مکروہ ہے۔ البتہ امام بغوی کا قول ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ شقران کے عمل و روایت سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ جمہور علماء و محدثین کے نزدیک اور میرے (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) خیال سے قبر میں میت کے نیچے ریشمی چادر وغیرہ بچھانا مکروہ ہے۔ نیز تمام علماء نے کہا ہے کہ شقران کے اس فعل کی کسی صحابی نے موافقت نہیں کی

اور شقران نے یہ فعل اپنے اس نظریہ کے تحت کیا تھا جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ انہیں یہ ناپسند تھا کہ رسول اکرمؐ کی استعمال کردہ چادر کوئی دوسرا آدمی استعمال کرے۔

سیرۃ مغلطائی میں تحریر ہے کہ یہ امر بالکل درست ہے کہ قبر مبارک میں (۹) اینٹیں رکھنے کے بعد شقران کی نجرانی چادر نکال لی گئی۔ پھر لحد پر مٹی ڈال کر قبر مبارک کو مسطح کر دیا گیا۔

قبر پر چھڑکاؤ مشکوٰۃ میں جابرؓ کی زبانی تحریر ہے کہ قبر شریف پر بلالؓ بن رباح نے سرہانے کی طرف سے پائنتی تک ایک مشک پانی چھڑکا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے دلائل نبوت از امام بیہقی)

نوعیت قبر مبارک سفیان بن تمار کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کی قبر مبارک کوہان نما دیکھی ہے۔

صحیح بخاری میں ابوبکرؓ بن عیاش کی زبانی تحریر ہے کہ میں نے آپؐ کی قبر مبارک کوہان نما دیکھی ہے۔

ابونعیم نے اپنی مستخرج میں مذکورہ بالا قول لکھتے ہوئے مزید تحریر کیا ہے کہ حضرات شیخینؓ[1] کی قبریں بھی کوہان نما تھیں اور پھر اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ کوہان نما قبریں بنانا مستحب ہے۔

امام اعظمؒ، ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، علامہ مزنیؒ، قدیم شوافع اور اکثر علماء شافعی کے نزدیک قبر کو مسطح و ہموار بنانا مستحب ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ رسول اکرمؐ کی قبر مبارک پہلے مسطح و ہموار ہو۔

ابوداؤد و حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قاسم بن محمدؒ کی قبر بنانے کے لئے رسول اکرمؐ اور شیخین کی قبور کھولی تھیں اور یہ تینوں قبریں نہ تو زمین سے زیادہ اونچی تھیں اور نہ بہت پست۔ بلکہ سرزمین مکہ کے سرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مکہ کے سرخ اور سفید پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ اور سرور عالمؐ کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی ہے۔ قبر مبارک کے اونچے

---

[1] شیخین سے مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ۔ از مترجم ۱۲

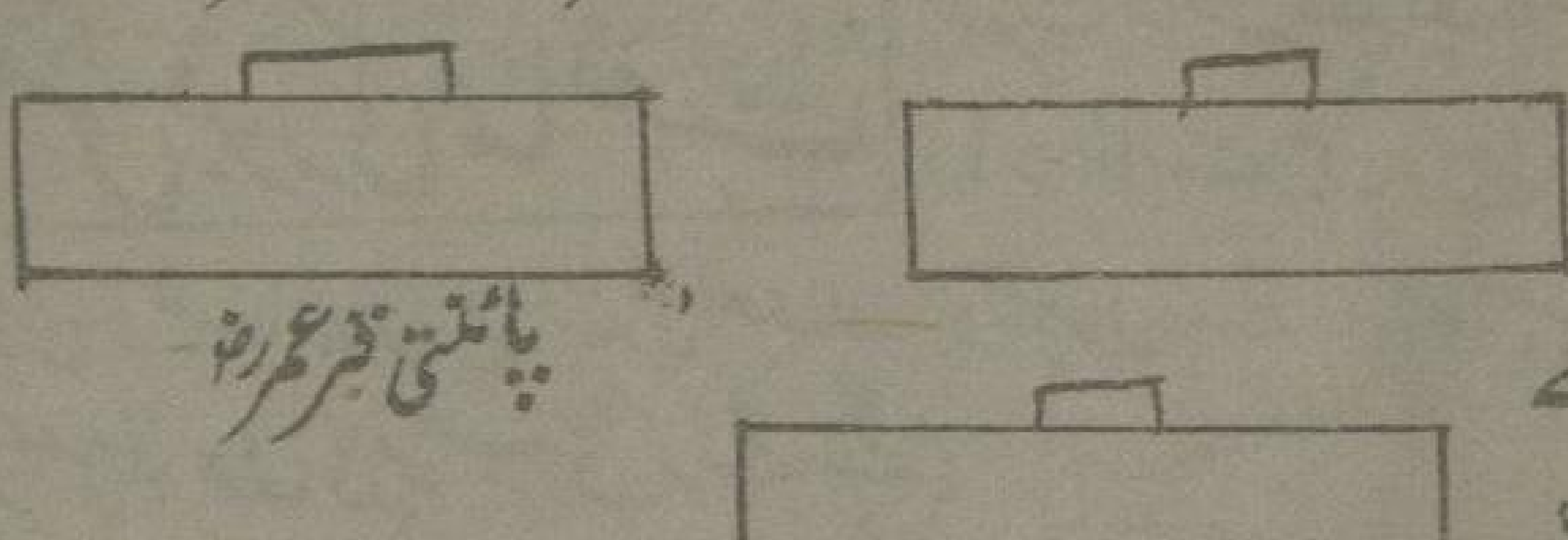
ہونے کا واقعہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں رو بعمل لایا گیا۔

قبر مبارک پہلے مسطح و ہموار تھی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور امارت میں جبکہ ولید بن عبدالملک عباسی خلیفہ کے زمانہ میں وہ مدینہ کے امیر و گورنر تھے آپؐ کے مزار مبارک کو اونچا کیا گیا۔

علماء کا باہمی اختلاف رائے یہ ہے کہ مسطح افضل ہے یا کوہان نما۔ حقیقت یہ ہے کہ جبکہ دونوں طرح کی قبور بنانی جائز ہیں تو مسطح و ہموار کو حق ترجیح حاصل ہے جس کے ثبوت میں مسلم میں فضالہ بن ابی عبید اللہ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ مسلم بن فضالہ نے ایک دن قبر کے پاس آکر اسے ہموار کر دیا اور کہا میں نے رسول اکرمؐ کو حکم دیتے خود سنا ہے کہ قبور کو ہموار کر دو۔

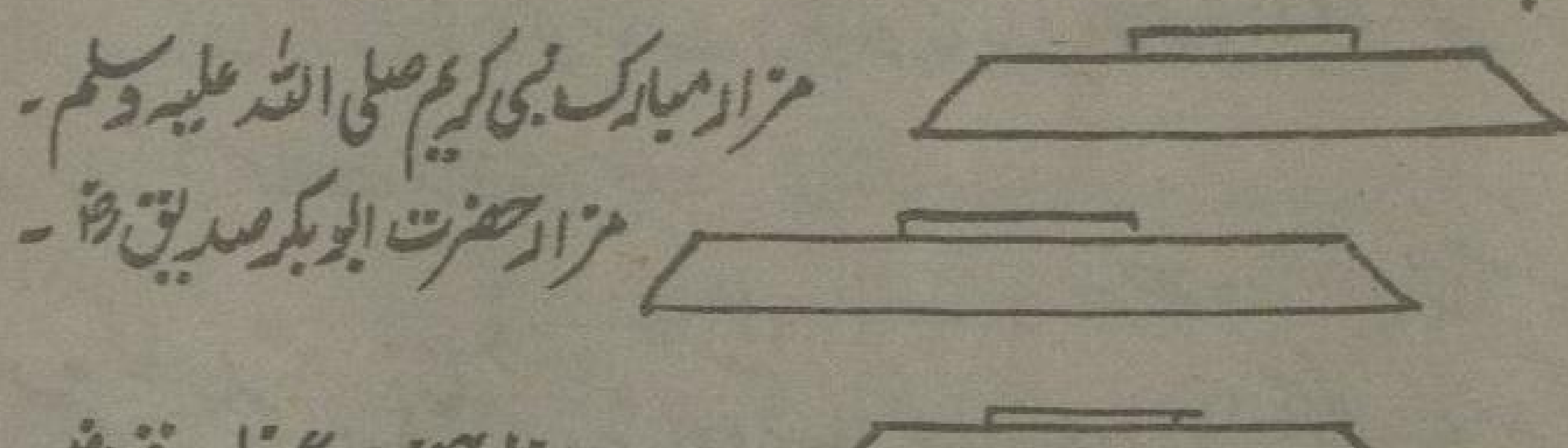
قبور شیخینؓ

علامہ سمہودیؒ نے اپنی کتاب خلاصۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ مزار رسالت مآبؐ سب سے آگے ہے اور آپؐ کے دونوں کندھوں کے نزدیک ابوبکر صدیقؓ کی قبر ہے اور عمر فاروقؓ کی قبر آپؐ کے پائنتی ہے جس کا سیدھا خاکہ یہ ہے۔



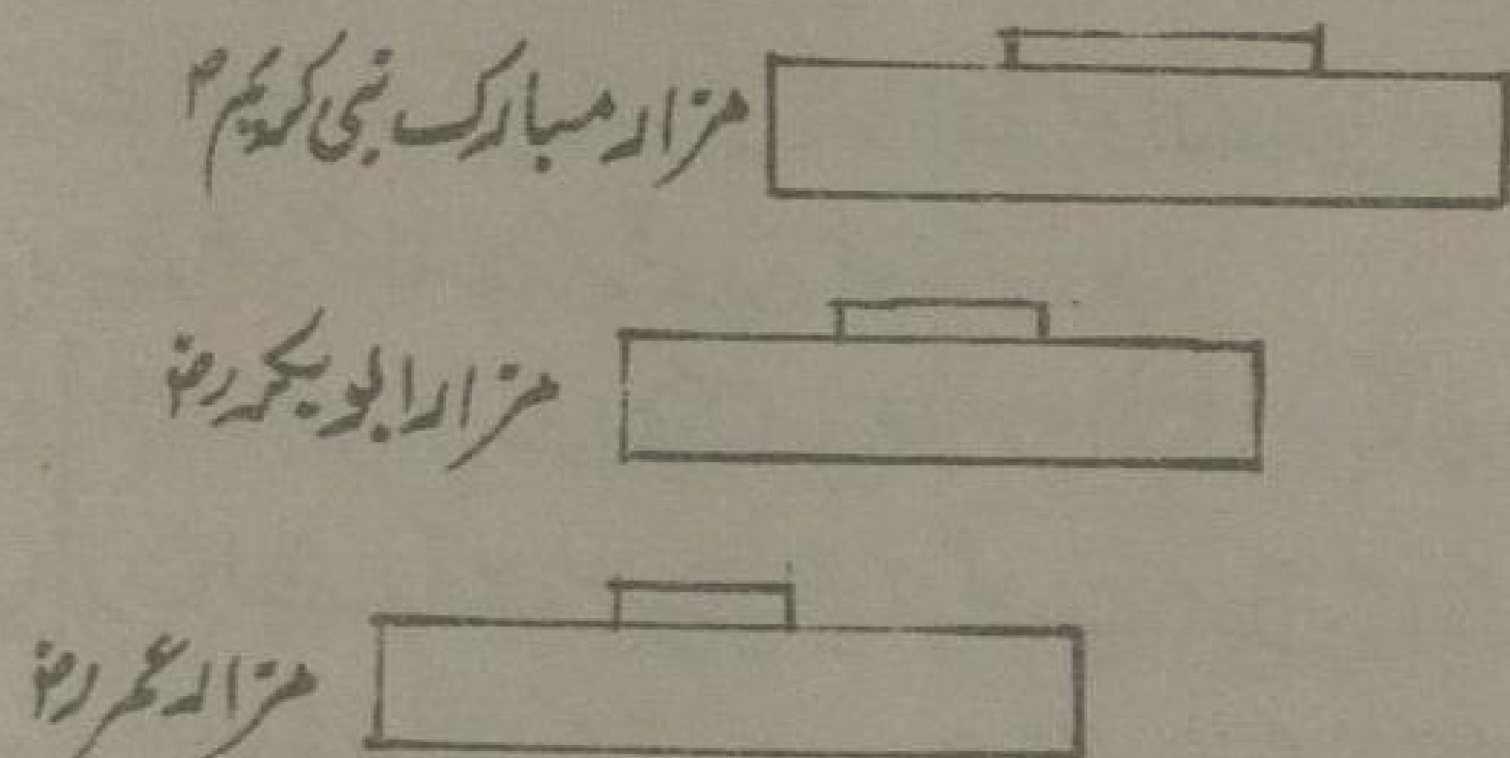
سب سے آگے مزار مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے کندھوں کے پاس:

رزین نے لکھا ہے کہ مزار نبی کریمؐ آگے ہے اور آپؐ کے سر و کندھوں کے درمیان سے ابوبکر صدیقؓ کا مزار ہے اور پاؤں آگے نکل گئے ہیں۔ اور عمرؓ کا مزار اس سے نیچے اس طرح ہے۔



اور خلاصۃ الوفاء کی عبارت (کا ترجمہ) درج ذیل ہے۔

دولتکدہ گرامی میں مزارات مبارکہ کے محل وقوع میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں اور اس کی سات کیفیت ہیں جسے ہم نے کتاب الوفاء میں مکمل طور پر بہ دلائل تحریر کیا ہے۔ اور اکثر حضرات اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اکرمؐ کا مزار مبارک سمت قبلہ میں قبلہ کی جانب کی دیوار کے قریب ہے۔ اور آپؐ کے کاندھوں کے درمیان سے ابوبکرؓ کا مزار شروع ہوا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کے کندھے کے پاس سے حضرت عمرؓ کے مزار کی ابتدا ہوئی ہے اور جس کا خاکہ بعینہ یہ ہے۔



پرستش قبور کی ممانعت

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ آخری زمانہ علالت میں رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ یہودیوں و عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا (یعنی قبروں کی پرستش کرنے لگے)

اور میرا (عائشہؓ) کا خیال ہے کہ اگر قبور انبیاء کی پرستش کا خوف نہ ہوتا جو رسالت مآبؐ کے فرمان سے ظاہر ہے تو آپؐ کا مزار مبارک کھلا ہوا رکھا جاتا اس کے اطراف دیواریں نہ کھینچی جاتیں اور آپؐ کو کمرہ کے بیرونی حصہ میں رکھا جاتا۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میرا پہلے کا بیان اس وقت کا ہے جبکہ مسجد نبوی کی توسیع نہیں ہوئی تھی اور جب مسجد نبویؐ توسیع ہونے لگی تو مزار مبارک والے کمرہ کو مثلث و نکونہ بنایا گیا تاکہ کوئی شخص قبلہ رو ہو کر مزار مبارک کے سامنے بحالت نماز بھی سجدہ نہ کر سکے۔

سبز گنبد میں تدفین عیسیٰ[14]

مورخین نے حضرت سعید بن مسیب کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اکرمؐ کے سبز گنبد میں مشرقی

جانب ایک قبر کی جگہ باقی و خالی ہے یہاں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم دفن کئے جائیں گے۔

وقتِ تدفین محمد مجتبےٰ

آپؐ کی تدفین کے وقت میں باہمی اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے ہمیں معلوم ہی نہ ہو سکا کہ سرورِ عالمؐ کس وقت سپردِ زمین کئے جائیں گے آخر کار منگل کے دن صبح کے وقت پھاوڑے سے مٹی کھودنے کی ہمیں آواز آئی۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا ہے ہمیں اطلاعات بہم پہنچی ہیں کہ سرورِ عالمؐ نے پیر کے دن وصال فرمایا اور منگل کے دن سپردِ زمین کئے گئے۔

ترمذی نے لکھا ہے جس مقام پر آپؐ نے وصال فرمایا اسی مقام پر رات کے وقت آپؐ کو سپردِ زمین کیا گیا۔

محمد بن اسحٰق کا بیان ہے سرورِ عالمؐ نے پیر کے دن ملک الموت کو لبیک کہا۔ اس دن اور منگل کے دن کے بعد بدھ کی رات کو سپردِ زمین کئے گئے۔

بعض کہتے ہیں منگل کے بعد زوال آفتاب آپؐ کو سپردِ زمین کیا گیا۔ شعبی نے کفایہ میں لکھا ہے۔ لوگوں نے بدھ کے دن آپؐ پر صلوٰۃ پڑھی اور پھر آپؐ سپردِ زمین کئے گئے۔

دفن میں تعویق کا سبب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپؐ کی تدفین میں تعویق کیوں کی گئی حالانکہ آپؐ کے اہلِ بیت نے جب اپنی کسی میت کی تدفین میں تعویق کی تھی تو فرمایا تھا میت دفن کرنے میں جلدی کرو دیر نہ لگاؤ۔

اس اعتراض کا جواب ایک تو وہ ہے جو پہلے لکھا جا چکا کہ آپؐ کی رحلت پر سب متفق نہ تھے۔ یا پھر یہ جوابات ہیں کہ مقامِ دفن پر اختلاف تھا کہ کس مقام پر سپردِ زمین کیا جائے یا تعویق کا سبب یہ تھا کہ مہاجرین و انصار میں خلافت کی جانشینی پر باہمی اختلاف تھا تاکہ مہمات امورِ دین میں سے جب خلافتِ خلیفہ کا مسئلہ بالکلیہ طور پر سب نے طے کر لیا اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے مجمع عام میں دوبارہ بیعت کر لی تو آپؐ کی تدفین کی جانب توجہ کی کیونکہ مذہب اسلام کا ایک بڑا اہم کام اولاً مکمل کرنا تھا اور مسلمانوں کے اتحاد کو باقی

دیر قرار رکھنا ضروری تھا۔ اس اہم کام کی تکمیل کے بعد صحابہؓ نے غسل و کفن سپرد زمین کیا اور اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

دارمی میں حضرت انسؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ جس دن رسول اکرمؐ ہمارے ہاں مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے وہ دن بہترین دن اور نہایت تاباں و درخشاں تھا اور جس دن آپؐ نے ہم کو داغ مفارقت دیا یہ دن نہایت تاریک و غمناک تھا۔

ترمذی نے بھی حضرت انسؓ کی روایت سے لکھا ہے جس دن رسول اکرمؐ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تھے تو اس دن مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی تھی اور جس دن آپؐ نے ملک الموت کو لبیک کہا اس دن ہر چیز تاریک ہوگئی تھی۔ اور لوگوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ ابھی ہم تدفین میں مصروف تھے اور ہم نے اپنے ہاتھوں کی مٹی تک نہ جھاڑی تھی کہ لوگوں کے دل پھر گئے۔

گریہ و مرثیہ جب آپؐ کو سپرد زمین کیا جا چکا تو جناب فاطمہؓ مزار اقدس پر آئیں اور کہا تمہارے دلوں نے کس طرح قبول کر لیا کہ تم رسول اللہ پر مٹی ڈالو۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب آپؐ کی تدفین ہو چکی تو جناب فاطمہ نے آکر کہا اے ابوالحسن (علیؓ) تم نے رسول اللہؐ کو سپرد زمین کر دیا؟ جواب دیا ہاں، اس پر جناب فاطمہؓ نے پھر فرمایا تمہارے دلوں نے کس طرح قبول کیا کہ تم رسول اللہ پر مٹی ڈالو؟ کیا آپؐ نبی رحمت نہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا بیشک تھے لیکن حکم الٰہی کوئی نہیں ٹال سکتا اس پر جناب فاطمہؓ بیٹھ کر گریہ و زاری کرنے لگیں اور فرماتی تھیں اے ابا جان! ہائے رسول اللہ ہائے نبی رحمت اب وحی نہیں آئے گی۔ اب جبریلؑ کی آمد ختم ہوگئی۔ اے اللہ میری روح کو سرور عالمؐ کی روح سے ملا دے۔ آپؐ کے دیدار سے میری نگاہوں کو سیراب کر دے۔ قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت سے محروم نہ رکھ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؓ نے رسول اکرمؐ کے مزار مبارک کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شمّ تربۃ احمدٍ — جس نے احمد مجتبیٰؐ کے مزار کی مٹی سونگھ لی اس کا
ان لا یشمّ مدی الزمان غوالیا — کیا کہنا وہ آئندہ کبھی بھی کسی قسم کی کوئی خوشبو نہ
صُبّت علیّ مصائبٌ لو انّھا — سونگھے گا اور مجھ پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اگر یہ
صُبّت علی الایام صرن لیالیا — دنوں پر پڑتیں تو راتیں ہو جاتیں یعنی دن، رات
بن جاتے۔

کتاب الاکتفاء میں مرقوم ہے کہ حضرت علیؓ اور جناب فاطمہؓ کی جانب جو شعر منسوب ہیں وہ بھی دونوں شعر ہیں۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ جب علالت کی وجہ زیادہ کمزور ہو گئے اور نشست و برخاست نہ کر سکتے تھے تو جناب فاطمہؓ نے کہا ہائے ابّا جان کی تکلیف! اس پر ارشاد عالی ہوا آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ پھر آپؐ کے وصال پر حضرت فاطمہؓ نے کہا اے ابا جان! اللہ نے آپؐ کی دعا سن لی۔ آپؐ کا مسکن جنت الفردوس ہے۔ اب جبریلؑ کہاں ہے جس نے آپؐ کو وصال الٰہی کی خبر دی تھی۔

حدیث بخاری میں مرقوم ہے کہ جناب فاطمہؓ نے کہا اے انسؓ تمہارے دل نے کس طرح قبول کیا کہ تم سرورِ عالمؐ پر مٹی ڈالو۔

طبرانی نے اس روایت کو اس اضافہ کے ساتھ لکھا ہے اے ابا جان! اب اللہ سے آپؐ بہت زیادہ قریب ہو گئے۔

رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد جناب فاطمہؓ صرف چھ ماہ زندہ رہیں اور اس عرصہ میں آپ نے کبھی خندہ نہیں فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ نہ ہنسنا ہی آپ کو زیبا تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے ایک مرتبہ میں جناب فاطمہؓ کے در دولت پر حاضر ہوا اور رسول اکرمؐ پر آپ بدین مرثیہ نوحہ کر رہی تھیں۔

اے نبیؐ جو کی روٹی کھا کر بھی آپؐ شکم سیر نہ ہوئے۔ اے نبیؐ پلنگ کے عوض آپؐ نے چٹائی کو پسند کیا۔ اے نبیؐ مالکِ دوزخ کے خوف سے آپ کبھی رات بھر نہیں سوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ وصال رسالتمآبؐ کے بعد والد ماجد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا منہ آپؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کی کنپٹیوں پر رکھے پھر کہا ہائے نبیؐ ہائے دوست، ہائے منتخب دوست۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد والد ماجد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر میں آکر پردہ اٹھایا اور سرور عالمؐ کے پاس جاکر آپؐ کے چہرہ انور پر سے چادر ہٹا کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر کہا اللہ کی قسم! رسول اکرمؐ نے رحلت فرمائی۔ پھر گھوم کر سرہانے کی طرف جاکر کہا ہائے نبیؐ پھر اپنا منہ جھکا کر رسول اکرمؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور سر اٹھا کر کہا ہائے دوست۔ پھر اپنا منہ جھکا کر پیشانی کا دوبارہ بوسہ لیا اور کہا ہائے منتخب دوست پھر اپنا منہ جھکا کر آپؐ کی پیشانی کا تیسری مرتبہ بوسہ لیا اور آپؐ کے چہرہ انور پہ چادر ڈال دی۔ پھر باہر چلے گئے۔
علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کی شرح میں ابوالعباس قصاب نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہنے سے حضرت فاروق اعظم کو جب رسالتمآبؐ کے وصال کا یقین ہوا تو اپنے قول سے رجوع کیا اور بصد گریہ و زاری کہا یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ وہ کھجور کا ٹھنٹھ جس پر سہارا دے کر آپؐ خطبہ دیا کرتے تھے لوگوں کی اکثریت تعداد کے پیش نظر جب آپؐ نے اس کے بجائے ایک نیا منبر بنوا کر خطبہ دینا شروع کیا تو وہ ٹھنٹھ آپؐ کی جدائی کے سبب رونے لگا تھا اور آپؐ نے ازراہ مہر جب اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو اس کا رونا بند ہوا تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر بھی آپؐ کی امت آپؐ کے فراق میں گریہ و زاری کرنے کی زیادہ مستحق ہے۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اللہ کے نزدیک آپؐ کا درجہ بہت بلند و بالا ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کو اس نے اپنی اطاعت بنا دیا اور صاف کہہ دیا ہے۔

من یطع الرسول — جس نے رسول اکرمؐ کے احکام کی فرمانبرداری کی
فقد اطاع اللہ — اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اللہ کے نزدیک آپؐ کا درجہ بہت

بلند و بالا ہے جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگرچہ آپؐ کو تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا لیکن آپؐ کی اولیت کو یوں بیان کیا ہے۔

لقد اخذنا من النبیین میثاقھم
منک ومن نوح۔

یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اللہ کے نزدیک آپؐ کا رتبہ نہایت بلند و بالا ہے جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ دوزخی تک تمنا کریں گے اے کاش ہم آپؐ کی اطاعت کرتے اور یہ دوزخی اس وقت جبکہ وہ طبقات دوزخ کے اندر عذاب میں گرفتار ہوں گے یوں اظہار تمنا کریں گے۔

یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول اکرمؐ کے فرمانبردار ہوتے۔

ابوالجوزاء کا بیان ہے کہ ایک مدنی جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا تو اس کا بھائی آکر اس سے مصافحہ کرتا اور کہتا۔ اے عبداللہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ رسول اکرمؐ کی پیروی کی وجہ سے آپؐ کے اسوۂ حسنہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔   (ترجمہ)

اصبر لکل مصیبۃ وتجلد	ہر مصیبت پر صبر و تحمل کرو اور یقین کرلو کہ
واعلموا بانّ المرء غیر مخلد	کوئی آدمی ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بزرگوں
واصبر کما صبر الکرام فانّھا	کے صبر کی طرح تم بھی صبر کرو کیونکہ مصیبت وہ
نوبٌ تنوب الیوم تکشف	تکلیف ہے جو آج ہے اور کل چلی جائے گی۔ تم
فی غد واذا اتتک مصیبۃ	جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر غمگین ہو تو رسول اکرمؐ
تشجی بھا فاصبر مصابک	کی تکالیف پر غور کرکے اپنی مصیبت کی برداشت
بالنبی محمدؐ	کے لئے سینہ سپر ہو جاؤ۔

اور ایک دوسرے شاعر نے یوں کہا ہے۔

تذکرت لمّا فرق الدھر بیننا	مجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ زمانہ نے ہم میں جدائی
تعزیت نفسی بالنبی محمد	ڈال دی اور اس سے میں نے رسول اکرم محمد مجتبیٰؐ
وقلتُ لھا انّ المنایا سبیلنا	کے وصال کے پیش نظر اپنے غم کو [illegible]

فمن لم یمت فی یومہ مات اس سے کہا موت تو ہماری راہ ہے جو آج فی غد نہیں مرا وہ کل جان بحق ہو جائے گا۔

روایت ہے رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد حضرت بلال رضؓ اذان دیتے ہیں جب اشہدان محمد الرسول اللہ (شہادت دیتا ہوں کہ محمد رسول اکرمؐ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں) کہتے تو گریہ و زاری سے پوری مسجد گونجنے لگتی۔ اور سرور عالمؐ کی تدفین کے بعد حضرت بلال رضؓ نے اذان دینا چھوڑ دیا تھا۔

اور یہ شعر برمحل ہے۔ (ترجمہ)

اگر رضوی پہاڑ بھی فراق سے دوچار ہوتا تو یقیناً وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتا مجھ پر شوق و ذوق کا اس قدر غلبہ ہے کہ اگر فولاد پر پڑتا تو وہ بھی برداشت کی سکت نہ رکھتا۔

مرثیہ صفیہ رضؓ سرور عالمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضؓ نے آپؐ کی جدائی پر بکثرت نوحے لکھے اور مرثیے کہے، جن میں سے ایک نوحہ یہ ہے۔

الایارسول اللہ کنت رجاءنا	اے رسول اللہؐ آپؐ ہماری آرزو امید تھے آپؐ
وکنت بنابرًّا ولم تك جافیا	ہمارے محسن تھے اور آپؐ نے کبھی قطع رحمی نہیں
وکنت رحیمًا ھادیًا ومعلمًا	کی۔ آپ مہربان، ہادی اور معلم تھے۔ آج آپؐ
لبیكِ علیكَ الیومَ مَن کان	پر ہر ایک رونے والے کو خوب گریہ کرنا چاہیئے
باکیًا لعمركَ ما ابکی النبی	آپؐ کی حیات مبارکہ کی قسم صرف میں تنہا ہی
لِفقدہٖ ولکن لاخشی من	آپ کی جدائی پر گریہ و زاری نہیں کر رہی ہوں
الھجر اتیا کان علی قلبی	بلکہ پورا عالم نوحہ کناں ہے اور مجھے آپؐ کے
لذکر محمد وما خفتُ	آئندہ فراق نے خوف زدہ کر دیا ہے کہ خدانخواستہ
مِن بعد النبی المکاویا افاطم	آئندہ آپؐ سے نہ مل سکوں۔ میرا دل آپؐ کی یاد
صلی اللہ ربّ محمد علی	سے بھرپور ہے۔ اور آپؐ کے بعد آنے والے
حدث امسی بیثرب تاویا	حوادث سے دوچار ہونے کا خوف دامن گیر ہے
فدی لرسول اللہ امی وخالتی	بتائیے میں کس طرح صبر کروں؟ اے محمدؐ اللہ
وعمی وخالی ثم نفسی ومالیا	جو آپؐ کا بھی رب ہے وہ آپؐ پر اس صورت

فلو ان رب الناس ابقی	میں بھی رحمتیں نازل کرے جبکہ آپؐ نے سرزمین
محمدا سررنا ولکن	مدینہ کے اندر قیام گاہ بنالی ہے۔ اے رسول اللہؐ
امرہ کان ماضیا	آپؐ میری والدہ، خالہ، چچا ماموں اور میری جان
علیک من اللہ السلام	و مال قربان اگر اللہ آپؐ کو باقی رکھتا تو ہم خوش
تحیۃ وادخلت جنت	ہوتے لیکن حکم الٰہی پورا ہو کر رہتا ہے آپؐ پر
من العدن راضیا	منجانب اللہ تحیۃ وسلام ہو اور آپ جنت

کے باغوں میں خوش و خرم رہیں ۔

مرثیہ ابوسفیانؓ رسول اکرمؐ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ نے یہ مرثیہ لکھا ۔

ارقت فبات ھمی لایزول	میری نیند رخصت ہو گئی اور میرا غم لازوال
ولیل اخی المصیبۃ فیہ طول	ہو گیا ہے اور درحقیقت مصیبت زدہ کی بات
واسعدنی البکاء وذالک	بڑی طویل ہوتی ہے۔ آہ و بکا میرے ساتھ ہے
فیما اصیب المسلمون	اور تمام مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے اس کی
بہ قلیل لقد عظمت	بہ نسبت میری تکلیف کمتر ہے۔ ہماری مصیبت
مصیبتنا وجلت عشیۃ	اس رات کو بہت زیادہ ہو گئی جس شب کسی نے
قیل لقد قبض الرسولؐ	کہا رسول اکرمؐ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس زمین
واضحت ارضنا مما عراھا	پر جو سانحہ عظیم ہوا ہے اس سانحہ عظمیٰ کی وجہ
تکاد بنا جوانبھا	سے عنقریب اس زمین کے کنارہ ہم پر جھک پڑیں
تمیل فقدنا الوحی	گے جبرئیلؑ کی صبح و شام آمد اور وحی کے نزول کو ہم
والتنزیل فینا بروح	کھو چکے ہیں جن پر یہ سانحہ عظیم پڑا ہے ان کی
بہ و یغدو و جبرئیل	بات یقین ہے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے
وذاک احق ما	ہو کر بہہ جائیں یا آئندہ بہا کریں۔ اے نبی کریمؐ
سالت علیہ نفوس والناس او	اس وحی کے ذریعہ جو آپؐ پر آتی اور آپؐ جو کچھ
کانت تسیل نبی کان یجلوا الشک عنا	فرماتے اس سے ہمارے تمام شکوک و شبہات
بما یوحی الیہ وما یقول و	دور فرما دیا کرتے تھے۔ اے محبوب ہمیں آپؐ

یھدینا فلا نخشی ضلالاً
علینا والرسول لنا
دلیل افاطمۃ ان جزعت
فذالک السبیل فقیر
ابیک سید کل قبر و
وفیہ السید الناس
الرسول

ہدایت کرتے تھے جس کی وجہ ہمیں کسی گمراہی کا خوف نہ تھا۔ اور یا رسول اللہ آپ ہمارے رہبر و رہنما تھے۔ اے فاطمہ تم جزع و فزع کرنے پر معذور ہو اور اگر صبر کرو تو یہ عمدہ راستہ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا مزار مبارک تمام مزاروں کا سردار ہے کیونکہ اس میں تمام لوگوں کے سردار آرام فرما ہیں۔

مرثیہ صدیق اکبرؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رسول اللہ کی جدائی پر مرثیہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

ودعنا الوحی اذ ولیت
عنّا فودّعنا من اللہ الکلام
سوی ماقد ترکت لنا رھیناً
تضمّنہ القراطیس
الکرام

اے رسول اللہ جب سے آپ ہم سے جدا ہوئے تب سے وحی الٰہی نے بھی ہمیں چھوڑ دیا اور اللہ کے کلام سے بھی ہم محروم ہو گئے۔ البتہ وہ کلام ہمارے پاس موجود ہے جو آپ مکرم کاغذوں پر مرقوم ہمارے پاس چھوڑ گئے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حسب ذیل مرثیہ بھی لکھا ہے۔

لما رایت نبینا متجدلاً
ضاقت علیّ بعرضھن
الدور فارتاع قلبی
عند ذاک بھلکۃ والعظم
منّی ماحییت کسیر
عتیق ویحک ان حبک
قد توی فالصبر عنک لما
بقیت یسیر یالیتنی من قبل
مھلک صاحبی غیبت فی
جدث علی صخور فلتحدث

میں نے جب اپنے محبوب نبی کریمؐ کو بے حس و حرکت دیکھا تو پورا گھر اپنی وسعتوں کے باوجود میری نظر میں تنگ ہو گیا۔ میرا دل اس وقت مر جانا چاہتا تھا۔ اب میری ہڈیاں تا زندگی شکستہ رہیں گی۔ اے عتیق (ابوبکر صدیقؓ) افسوس تیرا محبوب جدا ہو گیا اور اب تا زندگی صبر کرنا پڑے گا۔ کاش میں اپنے آقا کے وصال سے پہلے ہی مر جاتا۔ قبر میں پوشیدہ ہو جاتا اور مجھ پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے۔ آپ کے بعد وہ حادثات رونما ہوں گے جن سے پسلیاں اور سینے چکنا چور

بدائم من بعدک یعنی بہن جوانم و صدماتگیں ہو جائیں گے۔

مرثیہ حسانؓ حضرت حسانؓ کے فراق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک مرثیہ کے دو شعر یہ ہیں۔

کنت السواد لناظری　　اے محبوب آپؐ ہماری نگاہوں کی روشنی
فعمی علیک الناظر　　تھے اب آپؐ کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے
من شاء بعدک فلیمت　　ہماری آنکھیں اندھی ہو گئیں آپؐ کے بعد اب
فعلیک کنت　　جو چاہے مرے مجھے کوئی پروا نہیں مجھے تو آپؐ
احاذر　　کی ہی رحلت کا خوف دامن گیر تھا۔

میراث و ترکہ اور حکم عالی رسول اکرمؐ نے بوقت وصال پیسہ روپیہ اور غلام وغیرہ کچھ بھی ترکہ نہ چھوڑا البتہ ایک سفید خچر، کچھ ہتھیار اور زمین باقی بچی تھی اور یہ بھی حین حیات صدقہ و خیرات کر دیئے تھے۔

خلاصۃ السیر میں مذکور ہے کہ روز وصال سرورِ عالمؐ تے دو یمنی چادریں، ایک عمان کا تہبند، دو سوتی چادریں، ایک سوتی قمیص، ایک یمنی جبہ، ایک حاشیہ دار سفید چادر، اور تین چار چھوٹی مستعملہ ٹوپیاں، یہ سب چیزیں ترکہ میں چھوڑی تھیں، آپؐ نے جو تہبند چھوڑا تھا اس کی لمبائی پانچ بالشت تھی اور چادریں کہنہ تھی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابل ورثہ نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حکم عالی رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے میرے ورثا باہمی طور پر میرا روپے پیسہ تقسیم نہیں کریں گے، البتہ ازواج مطہراتؓ کے نفقے اور اہل و عیال کے خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ صدقہ خیرات ہے۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جناب فاطمہ رضؓ بنت رسالتمآبؐ تشریف لائیں اور کہا بتایئے آپؐ کا وارث کون ہے؟ جواب دیا میری اولاد

لہ غم و تکلیف میں مبتلا ہونا۔ از قاموس ١٢

اور متعلقین۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا پھر میرے والد ماجد کا ورثہ مجھے کیوں نہیں ملا؟ ابو بکرؓ نے جواب دیا میں نے خود سنا ہے رسول اکرمؐ فرماتے تھے "نبیؐ کا تمام مال صدقہ ہے۔ البتہ ذاتی طور پر خورد و نوش کی اشیاء اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابل ورثہ نہیں ہوتی" اب بحالت موجودہ میں ان اخراجات کی ذمہ داری لیتا ہوا جو سرور عالمؐ خرچ فرماتے تھے اور ان لوگوں کو لازمی طور پر خرچ دوں گا جنہیں سرکار دو عالمؐ صرفہ مرحمت فرماتے تھے۔

مطالبہ حضرت فاطمہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے رسول اللہؐ کے خیبر، باغ فدک اور مدینہ کے صدقات میں سے حضرت فاطمہؓ نے ترکہ مانگا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے "ہماری چھوڑی ہوئی کوئی چیز قابل میراث و ورثہ نہیں اور ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔" رسول اکرمؐ کے اسی فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جناب فاطمہؓ کو نا قابل ورثہ چیز کے دینے سے انکار کیا۔ اور جناب فاطمہؓ کے دل میں یہ بات گھر کر گئی۔ اور اس کے بعد جناب فاطمہؓ نے اپنے انتقال تک پھر کسی ورثہ کا مطالبہ نہیں کیا۔

روایت ہے کہ جناب فاطمہؓ نے جب انتقال کیا تو آپؓ کے شوہر حضرت علیؓ نے راتوں رات ہی آپ کو دفن کر دیا اور ابو بکر صدیقؓ کو جناب فاطمہؓ کے انتقال کی خبر تک نہ دی اور خود حضرت علیؓ ہی نے آپؓ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ چونکہ جناب فاطمہؓ کی موجودگی کی وجہ سے حضرت علیؓ کی لوگوں میں عزت و وجاہت تھی اور اور جناب فاطمہؓ کے انتقال کے بعد لوگوں کو حضرت علیؓ نے خود سے کشیدہ پایا تو ابو بکر صدیقؓ سے مصالحت کرنے ہی کو مناسب سمجھا اور آپؓ سے بیعت کی۔

روایت ہے حضرت علیؓ نے کئی ماہ تک بیعت نہیں کی لیکن جناب فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت فاطمہؓ کی رضامندی

امام بیہقی نے شعبی کی زبانی لکھا ہے "حضرت فاطمہ کی علالت کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بہر عیادت تشریف لائے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا ابوبکرؓ صدیق آپ کی عیادت کے لیے اندر آنا چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اے علیؓ آپ کی اجازت ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا ہاں۔ تب حضرت فاطمہؓ نے کہا اچھا انہیں بلا لایئے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے اندر آکر حضرت فاطمہؓ کو خوش کیا اور وہ راضی ہو گئیں۔ (کتاب الوفا میں یہی لکھا ہے)

ریاض النضرۃ میں محب طبری نے لکھا ہے حضرت فاطمہؓ کے پاس حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے ان سے معذرت خواہی کی پھر گفتگو کرتے رہے یہاں تک وہ خوش ہو گئیں۔

امام اوزاعی کا بیان ہے مجھے معتبر ذرائع سے یہ واقعہ معلوم ہوا ہے، کہ حضرت فاطمہؓ جو حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئی تھیں کہ ایک گرم دن ان کے دروازہ پر جاکر حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں اس گرمی میں اس وقت تک کھڑا رہوں گا جب تک دختر سرور عالمؐ خوش نہ ہو جائیں۔ اس امر پر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو قسم دلائی چنانچہ ابوبکر صدیقؓ سے حضرت فاطمہؓ بالکل راضی ہو گئیں۔

ابن سمان نے کتاب الموافقت میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دن حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کے درمیان رسول اکرمؐ کی میراث کے بارے میں تنازعہ ہوا جس کا تصفیہ بحسن و خوبی اس طرح ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قسمیں کھلا کر کہا کیا آپ لوگوں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے یہ نہیں سنا کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہے سوائے اس کے جو وہ خود نوش جان کریں اور ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابل وراثت نہیں ہے۔ اس پر سب نے کہا بخدا آپ سچ کہتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔

زیارت مزار اقدس

سبز گنبد کے مکین سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) قرشی، ہاشمی، مکی، مدنی۔

ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم خاتم النبیین والمرسلین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کے مزار اقدس کی زیارت مستحب ہے اور مستحبات

ہیں سے بھی سب سے زیادہ مؤکد اور عبادات ہیں سے سب سے زیادہ افضل عبادت ہے۔ نیز اس شخص کے لئے جسے گنجائش وقدرت ہو بمنزلہ واجب کے ہے، کیونکہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے جس کو وسعت وقدرت ہو اور میری زیارت نہ کرے تو یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"

ایک روایت میں آپؐ کا فرمان یہ ہے میرا ہر ایک امتی جسے وسعت وقدرت ہو وہ اگر میری زیارت نہ کرے تو اللہ کے حضور اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔

حافظ ابو علی بن سکن نے لکھا ہے رسول اکرمؐ کا فرمان ہے جس نے میری زیارت کی اور اس کا مقصود صرف میری زیارت ہو تو مجھ پر حق ہے کہ بروز قیامت میں اس کی شفاعت کروں۔

اور میں عبدالحق (محدث دہلویؒ) بھی روایت کرتا ہوں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے میرے مزار کی زیارت کی مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہو گئی۔

نیز رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات ظاہری میں میری زیارت کی۔

مزار اقدس کی زیارت کرنے کے حکم سے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے بیان کردی ہیں وہ کافی ہیں۔

زائر کے لئے احکام

جب کوئی زائر گھر سے چلے اور مدینہ کی جانب متوجہ ہو تو اسے لازمی ہے کہ دوران راہ میں رسول اکرمؐ پر بے شمار درود پڑھتا رہے کیونکہ اس راہ کے مسافر کے لئے عبادات مفروضہ کے بعد درود شریف پڑھنا ہی افضل ترین عبادت ہے، زائر کی نگاہ جب مدینہ کے کسی درخت پر پڑے یا اسے حرم پاک نظر آئے تو بے انتہا درود شریف پڑھے اور دل میں اللہ سے دعا مانگے کہ زیارت بابرکت سے اسے فائدہ ہو اور دنیا و آخرت میں سعادت مندی حاصل ہو اور زبان سے یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ	اے اللہ یہ تیرے رسول اکرمؐ کا حرم محترم ہے اسے میرے لئے آتش دوزخ سے پناہ گاہ بنادے عذاب آخرت اور برے حساب سے مامن و مقام امن بنادے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ سے پہلے غسل کرنا، اچھے عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور سہولت کے ساتھ جتنا ہو سکے صدقہ کرنا یہ سب مستحب ہے اس کے بعد یہ دعا پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہونا ہے۔

بسم اللّٰہ وعلٰی ملّۃ رسول اللّٰہ ﷺ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور میں رسول اللہ ﷺ
رب ادخلنی مُدخَلَ صِدقٍ کی ملت پر ہوں اے اللہ مقام صداقت میں
واخرجنی مُخرَجَ صِدقٍ مجھے داخل کر اور صداقت کے مقام پر مجھے
واجعل لی من لدنک سلطانًا نکال۔ اور مجھے اپنے لطف وکرم سے غالب و
نصیرا۔ مددگار بنا دے۔

پھر مسجد نبوی کے دروازہ پر پہنچنے کے بعد پہلے اپنا سیدھا پاؤں دروازہ میں رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی اے اللہ میرے گناہ معاف کردے اور مجھ پہ
ابواب رحمتک وفضلک اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دے۔

اور اگر جب روضہ قدس کا رخ کرے تو یہاں تا بحد سعی مصلی نبوی ﷺ پر تحیۃ المسجد ادا کرے ورنہ اس روضہ اقدس کے کسی حصہ میں یا مسجد نبوی میں کسی مقام پر نماز تحیۃ المسجد پڑھے۔ اور پھر بقعہ مبارکہ تک پہنچنے سے پہلے سجدہ شکر ادا کرے (بعض علماء نماز و تلاوت کے علاوہ سجدہ شکر بجالانے کے بارے میں مختلف الرائے ہیں)۔ پھر قبول زیارت کی دعا کے ساتھ مزید نعمتوں کے حصول کی بھی دعا کرے۔ پھر مزار مبارک کے پاس اس طرح حاضری دے کر آپ ﷺ کے سر مبارک کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے کھڑا ہو۔ مزار مبارک کی جالی کو نہ چھوئے اور اسے بوسہ بھی نہ دے کیونکہ یہ دونوں کام اور اس کے علاوہ دوسری حرکتیں جاہلوں اور ناواقفوں کے طور طریق ہیں اور سلف صالحین کا یہ طرز عمل کبھی نہیں رہا۔ نیز زائر کے لئے لازمی ہے کہ بہر ادب وہ جالی سے چپک کر کھڑا نہ ہو بلکہ مناسب یہ ہے

کہ جالی سے تین یا چار ہاتھ ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو پھر رسول اکرم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور میں اپنے حضور قلب، پست آواز اور تمام اعضاء کے سکون کے ساتھ یہ کہے ۔

السلام علیك یا سید المرسلین	آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے سردار ۔
السلام علیك یا خاتم النبیین	آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے خاتم ۔
اسلام علیك یا قائد الغر المحجلین	آپ پر سلام ہو اے درخشاں جبینوں کے قائد و رہبر ۔
اسلام علیك یا من ارسله الله رحمة للعالمین	اے رسول آپ پر سلام ہو آپ کو اللہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے ۔
اسلام علیك وعلی اهل بیتك وازواجك واصحابك اجمعین	آپ پر سلام ہو آپ کی اہل بیت، ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلام ہو ۔
السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته	آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں و برکتیں ہوتی رہیں ۔
اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك عبده ورسوله وامینه وخیرته من خلقه واشهد انك بلغت الرسالة وادیت الامانة ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی اور معبود نہیں نیز گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ، اس کے رسول اس کے امین اور اس کی مخلوقات میں بہترین و برگزیدہ ہیں ۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی حق امانت ادا کیا ۔
وجاهدت فی سبیل الله حق جهاده وعبدت ربك حتی اتاك الیقین فجزاك الله عنا یا رسول الله افضل ماجزی نبیا عن امته اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد كما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم	اور اللہ کی راہ میں پوری طرح حق جہاد ادا فرمایا ۔ اور وصال الہی حاصل کرنے تک آپ نے پروردگار کی عبادت کی ۔ ہماری استدعا ہے کہ اللہ تعالے آپ کو وہ بہترین جزا مرحمت فرمائے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے جزا دیتا ہے ۔ اے اللہ درود و انعامات نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی آل پر جیسا کہ تو نے درود و انعامات

إنك حميد مجيد. وبارك على سيدنا محمدٍ كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد - اللهم انك قلت وقولك الحق ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما

سے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل کو نوازا ہے۔ اے اللہ یقیناً تو ہی برتر لائق حمد ہے۔ اور اے اللہ برکتیں نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمدؐ پر جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرمائی ہیں۔ اے اللہ یقیناً تو ہی لائق حمد و برتر ہے۔ اے اللہ تو نے ہی فرمایا ہے اور تیرا یہ فرمان بالکل صحیح ہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر وہ آپؐ کے حضور حاضر ہوں اور آپؐ کے ذریعہ اللہ سے مغفرت کے طلبگار ہوں تو آپؐ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اس صورت میں لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔[1]

اور پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے احکام کی تعمیل میں تیرے نبی کریمؐ کے حضور حاضر ہیں جو ہمارے گناہوں کی تیری بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔

اے اللہ ہم پر رحم و کرم کر اور سرورِ عالمؐ کی زیارت کی برکت سے خوش بخت بنا اور آپؐ کی شفاعت ہمیں نصیب کر۔

اے رسول اللہؐ ہم آپؐ کی بارگاہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو رؤف اور رحیم قرار دیا ہے جو اپنی جان پر ظلم اور اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے آپؐ کے حضور حاضر ہوا اس کی آپؐ نے شفاعت کی۔ اب میری بھی شفاعت فرمائیے۔ میں آپؐ کے قدوم میمنت لزوم میں حاضر ہوں۔ اور اسی کے ساتھ زائر کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے اپنے والدین، اعزاء واحباب وغیرہ کے لئے دعا مانگے کیونکہ آپؐ کی بارگاہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

رسائل المناسک میں متفرق شعراء کے اشعار مرقوم ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ (ترجمہ)

ہموار زمین میں جن کی ہڈیاں دفن ہوئیں ان سب میں آپؐ بہتر و برتر ہیں اور آپؐ کی خوشبو سے ہموار زمین اور چٹانیں معطر ہوگئی ہیں۔

میری جان قربان ہو۔ اُس مزار مبارک میں آپؐ قیام فرما ہیں اور اسی میں پارسائی اور بخشش و کرم موجود ہے۔

اے رسول اللہؐ آپؐ وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت کی اس وقت امید و توقع ہے جبکہ پل صراط پر قدم متزلزل ہوں گے۔

مدینہ منورہ سے واپسی، وہاں رفتار و کردار کی روش، مدینہ منورہ میں داخلہ کے طریقے، زیارات کے آداب اور مدینہ طیبہ میں رہن سہن وغیرہ کے طور طریق ہم (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے اپنی کتاب تاریخ المدینہ المسمٰی بہ جذب القلوب الی دیار المحبوب میں تفصیل کے ساتھ مکمل طور پر تحریر کئے ہیں جو ضرور مطالعہ کئے جائیں۔

دیدار سرور عالمؐ خواب میں سرور عالمؐ کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے متعلق علماء و محدثین کے بیان پر متذکرہ بالا مضمون انشاء اللہ ختم کروں گا اور در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی تکمیل کار کی توفیق دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ مقصود رسائی ہے۔

مواہب لدنیہ میں مذکور ہے رسول اکرمؐ کی خصوصیت ہے کہ جس نے خواب میں آپؐ کا دیدار کیا تو اس نے حقیقتاً آپؐ ہی کا جمال جہاں آرا دیکھا کیونکہ شیطان آپؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

صحیح مسلم میں حضرت قتادہ کی زبانی مرقوم ہے" رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے یقیناً میرا ہی دیدار کیا" نیز حضرت جابرؓ کی زبانی

یہ حدیث لکھی ہے: "جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے یقیناً میرا دیدار کیا کیونکہ میری شباہت اختیار کرنا شیطان کے بس سے باہر ہے۔"

بخاری میں ابو سعیدؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا شیطان، مجھ جیسا نہیں ہو سکتا، یعنی میری شباہت اختیار نہیں کر سکتا۔ نیز ابو قتادہ کی زبانی تحریر ہے وہ میری صورت میں دکھائی نہیں دے سکتا جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ میری شباہت اختیار کر سکے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ شیطان کو مختلف صورتیں بدل لینے کی طاقت دی ہے وہ جو صورت چاہے بدل لیتا ہے مگر اس میں رسول اکرمؐ کی صورت و شبیہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں جمال جہاں آرا کے دیدار کا اقتضا یہ ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں سرکار ابد قرار کا دیدار کرے تو اس کو آپؐ کی وہ صورت نظر آنا چاہیئے جو حالت صحت میں تھی۔

بعض تنگ نظر کہتے ہیں دیدار کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی وہ صورت دیکھے جس میں آپؐ نے وصال فرمایا اور اس دیدار میں آپؐ کے موئے مبارک کا شمار بھی معتبر ہے جن میں وصال کے وقت تک بیس موئے مبارک سفید ہو گئے تھے۔ یعنی زمانہ علالت میں جو صورت آپؐ کی تھی اس کا دیدار خواب میں ہو سکتا ہے۔

حماد بن زید کا بیان ہے محمد ابن سیرین سے جب کوئی شخص دیدار سرکار ابد قرار کو بیان کرتا تو وہ کہتے تم نے جو صورت دیکھی ہے اس کی کیفیت بیان کرو۔ دیدار کا اقراری اگر وہ صورت بیان کرتا جس سے محمد ابن سیرین ناواقف ہوتے تو جواب دیتے تم نے ہرگز ہرگز رسول اکرمؐ کا دیدار نہیں کیا (اس روایت کی اسناد صحیح ہیں)

حاکم نے عاصم بن کلیب کے حوالہ سے ان کے والد کی زبانی یہ روایت لکھی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا۔ میں نے رسول اللہؐ کا خواب میں دیدار کیا ہے انہوں نے کہا کیفیت دیدار بیان کرو۔ بتا تجھ میں نے رسول اکرمؐ کی حلیہ حضرت حسنؓ ابن علیؓ کی صورت کے مشابہ پایا جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا

تم نے یقیناً جمال سرور عالم کا دیدار کیا۔ اگرچہ اس روایت کی اسناد جید ہیں لیکن اس روایت کے معارض ہے جو ابن عاصم نے ایک دوسری سند کے ساتھ ابوہریرہؓ کی زبانی یوں بیان کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے جس نے خواب میں میرا دیدار کیا تو اس نے یقیناً میرا ہی دیدار کیا کیونکہ میں ہر صورت میں نظر آتا ہوں۔ اس روایت کے راویوں میں ابن تومہ بھی ہے جو ضعیف راوی اس لئے ہے کہ اسکے ہوش وحواس باقی نہیں رہے تھے۔ اور مندرجہ بالا روایت اس کی زبانی اس زمانہ کی ہے جبکہ وہ ہوش وحواس سے ہاتھ دھو چکا تھا۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن عربی نے لکھا ہے سرور عالمؐ کے معلومہ صفات کے ساتھ آپؐ کا دیدار ہونا دراصل ادراک حقیقی ہے اور غیر معلومہ صفات کے ساتھ جمال جہاں آرأ کا دیدار کرنا ادراک مثالی ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو زمین متغیر نہیں کرتی۔ اسلئے سرکار ابد قرار کی ذات عالی وقار کا دیدار حقیقتاً آپؐ کا دیدار ہے اور آپؐ کی صفات کا علم و نظر آنا یہ مثالی ادراک یعنی مثال نظر آتا ہے۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے رسول اکرمؐ نے جو فرمایا ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً میرا دیدار کیا" اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جس نے آپؐ کو اس معلومہ صورت میں دیکھا جس میں آپؐ حیات طیبہ کی صورت میں جلوہ گر تھے تو خواب کا ایسا دیدار حق ہوا اور جس نے آپؐ کو کسی دوسری صورت میں دیکھا تو اس دیدار کی تاویل کی جاوے۔ خلاصہ یہ کہ جس نے آپؐ کو خواب کی حالت میں دیکھا اس نے یقیناً سرکار ابد قرار کا دیدار کیا۔

امام نووی نے بھی یہی لکھا ہے کہ جو کوئی آپؐ کو معلومہ صورت میں یا انجانی شکل میں دیکھے تو اس نے حقیقتاً دیدار کیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کا قول بھی منافی دیدار نہیں بلکہ ان کے قول سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں دیدار سے مراد دیدار حقیقی ہے۔ اور پہلی حالت میں خواب، محتاج تعبیر نہیں اور دوسری حالت

میں محتاج تعبیر ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ خیال ہو کہ بحالتِ خواب سرورِ عالم کا دیدار صورت معلومہ کے ساتھ ہی دراصل خواب میں دیدار ہے۔ اور جس نے آپؐ کو کسی اور صفتی صورت میں دیکھا تو وہ خواب میں دیدار سرورِ عالم نہیں بلکہ اس کا خواب، خواب پریشاں ہے تو ایسے کلام زبان پر لانے والے تعلیم اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ سرکارِ ابد قرارؐ کا دیدار خواب میں اس طرح ہو جو حالات دنیا کے موافق نہ ہو تب بھی دیدار ہوا۔ اور شیطان کو کسی طرح بھی یہ قوت نہیں ہے کہ وہ معمولی طریقہ سے بھی آپؐ کا مشابہ ہو سکے اگر وہ آپؐ کی صورت کا ادنٰے طریقہ سے بھی مشابہ ہو تو آپؐ کے اس ارشاد عالی کے خلاف ہو گا کہ شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ رسول اکرمؐ کا حکم غلط نہیں ہو سکتا اس لئے مناسب یہی ہے کہ جس طرح سرکارِ ابد قرارؐ کو خود بذاتہٖ خواب میں دیکھنا دیدار ہے اسی طرح آپؐ کی جانب امور منسوبہ کو دیکھنا بھی دیدار ہے اور اس میں کسی قسم کا وہم و شک نہ کرنا ہی مستحسن ہے اور اس قسم کا اعتقاد ہی حرمت و عصمت و برتری ہے۔ اور جس طرح سرکارِ ابد قرارؐ حیاتِ ظاہری میں بحالت بیداری شیطان سے محفوظ تھے اسی طرح اب بھی بحالت خواب اپنا دیدار عالی کراتے ہیں شیطان کے کرتوت سے محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کی صحیح تاویل ہی یہ ہے کہ سرکارِ ابد قرار کا دیدار کسی صورت میں باطل اور غیر صحیح نہیں اور یہ خواب پریشاں بھی نہیں بلکہ درحقیقت فی نفسہٖ حق و درست ہے۔ اور آپؐ کا دیدار دراصل آپؐ ہی کا دیدار ہے۔ اور اگر کسی دوسری صورت میں دیدار ہو تو اس صورت خواب میں شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ بھی منجانب اللہ ہے۔ اور یہی قول قاضی ابوبکر ابن طیّب وغیرہ کا ہے جس کی صداقت کی تائید سرورِ عالمؐ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بالکل حق و صحیح دیکھا۔ اور اسی کو قرطبی نے لکھ کر صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ حافظ ابن حجر ہیثمی نے بھی اسی کو درست فرمایا ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس نے رسول اکرمؐ کی جوانی، بڑھاپے ڈھلتی عمر یا آخری عمر کی شکل، خواب میں دیکھی اس نے دیدار سرورِ عالمؐ سے سرفرازی پائی۔

تعبیر دیدارؐ جس نے سرکار ابد قرارؐ کو کسی دوسری حالت میں دیکھا تو اس کی تعبیر دیکھنے والے کے حال کے موافق ہے۔ جیسا کہ بعض علمائے تعبیر کا بیان ہے کہ جس نے سرور عالمؐ کو بڑھاپے کی شکل میں دیکھا تو اس کی تعبیر، خواب دیکھنے والے کی انتہائی سلامتی ہے۔ اور جس نے جوان شکل میں دیکھا تو اس کی تعبیر سخت جنگ ہے۔

حافظ ابوسعید احمد بن محمود بن نصرؒ کا بیان ہے جس نے خواب میں سرور عالمؐ کو اپنی حالت و ہئیت پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کے حالات اچھے ہوں گے۔ وہ صاحب الرائے ہوگا۔ اپنے دشمنوں پہ کمال جاہ و حشمت کے ساتھ غالب آئے گا۔ اور جس نے سرور عالمؐ کو کسی دوسری حالت میں مثلاً ترش رو وغیرہ دیکھا تو یہ دیکھنے والے کی بدحالی کی دلیل ہے۔

عارف بن ابو حمزہؒ کا بیان ہے جس نے سرکار ابد قرارؐ کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا مذہبی اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ اور نعوذ باللہ پناہ بخدا اللہ کی امان اگر کوئی آپؐ کے کسی عضو میں چوٹ زخم یا کوئی کمی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والے کے دینی عقائد میں فتور اور خلل ہے۔ اور یہی بات بالکل حق و درست ہے اور اس کا کئی مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے۔

نیز ان تمام طریقوں کے ذریعہ دیدار کرنے سے دیکھنے والے کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنے مذہبی عقائد کا علم ہو جاتا ہے کہ اس کے مذہبی عقائد صحیح ہیں یا ان میں خلل و فتور و نقص ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورانی ہیں اور آپؐ کی مثال صاف شفاف آئینہ کی مانند ہے کہ دیکھنے والے کو اپنی ذات کی اچھائی و برائی بے کم و کاست مکمل طور پر اس آئینہ میں نظر آجاتی ہے۔

خواب میں کلام فرمائی اسی طرح خواب کی حالت میں سرکار ابد قرارؐ کے کلام سننے کے بارے میں بھی لوگ مختلف الرائے ہیں۔ جس کا بہترین تصفیہ یہ ہے کہ جو شخص بحالت خواب آپؐ کا کلام سماعت کرے اگر وہ سنت کے موافق ہو تو بالکل حق و صحیح ہے اور اگر سنت و سیرت نبویؐ کے

کے خلاف ہو تو یہ سننے والے کی سماعت کا فتور ہے۔

یعنی دیکھنے والے کو سرور عالم ؐ کا دیدار تو ہوا لیکن اس کی سماعت نے غلطی کی ہے۔ اور یہی وہ بہترین تصفیہ ہے جو میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اب تک سنا ہے۔ اللہ مجھ بندہ کمزور کی اصلاح کرے۔ میں نے سیدی شیخ عارف باللہ عبدالوہاب ابن ولی اللہ متقی کو فرماتے خود سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم نے سیدی شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی کو فرماتے سنا ہے کہ مصر سے ایک استفتا آیا جس کا مضمون یہ تھا کیا فرماتے ہیں سادات علما و عرفاء اس شخص کے بارے میں جس نے اپنے خواب میں رسول اللہ ؐ کو یہ فرماتے سنا "شراب پی" اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ یہ استفتاء جس کے پاس پہنچا اس نے کچھ نہ کچھ لکھا اور حسب توفیق تاویلات و اشارات تحریر کیے یہاں تک کہ جب شیخ عارف باللہ متبع رسول اللہ و مقتدائے امت محمد بن عراقؒ شیخ کامل اور مکمل پیروکار سنت کے پاس وہ استفتاء آیا تو آپ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا خواب دیکھنے والے کی سماعت نے غلطی کی۔ کیونکہ سرور عالم ؐ نے تو بارہا صاف صاف فرمایا ہے کہ شراب نہ پیو۔ ان صاف احکام کی موجودگی میں امر واقعہ یہ ہے کہ سرور عالم ؐ نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ شراب نہ پی اور اس کی سمجھ میں غلطی سے یہ آیا کہ "شراب پی" واللہ اعلم:

نیز یہ امر واقعہ ہے کہ سرکار ابد قرار ؐ اب بھی بحالت خواب کلام فرماتے ہیں اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

دیدارِ خواب عین دیدؐ

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے "جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب حالت بیداری میں بھی میرا دیدار کرے گا" اور یہ روایت بھی مذکور ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اور شیطان میری شباہت اختیار نہیں کر سکتا۔

اسمٰعیلی نے لکھا ہے کہ "مجھے بیداری میں دیکھا" کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب دیدار کرے گا۔

یہی قول ابن ماجہ کا بھی ہے اور اسی کو ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ کی زبانی

روایت کر کے اس معنی کو صحیح قرار دیا ہے۔
جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بحالت بیداری ہماری دید کریگا
اس حدیث کے الفاظ "وہ عنقریب بحالت بیداری ہماری دید کرے گا" کی تفسیر میں
علماء باہم مختلف الرائے ہیں۔ ابن بطال نے لکھا ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ
خواب دیکھنے والے کو اس کے خواب کی تصدیق حالت بیداری میں ہو جائے گی۔
اور اپنے اس خواب کو صحیح و برحق دیکھ لے گا۔ اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں
کہ یہ خواب دیکھنے والا سرکار ابد قرار کو آخرت میں دیکھے گا کیونکہ روز حشر آپ کی
تمام امت آپ کا دیدار کرے گی اس میں خواب دیکھنے والے یا نہ دیکھنے والے کی
کوئی تخصیص نہیں ہے۔
علامہ مازری کا بیان ہے حدیث گویا اس نے حالت بیداری میں مجھے دیکھا"
کے ظاہری معنی ہی یہ ہو سکتے ہیں کہ عنقریب بیداری میں میرے جمال جہاں آرا سے
سرفراز ہو گا۔ یعنی جو لوگ ہجرت کر کے ابھی مدینہ نہیں آئے ہیں وہ عنقریب ہمارا دیدار
کریں گے۔ اور آپ کو خواب میں دیکھنا یہ آپ کو بحالت بیداری دیکھنے کی علامت
ہے جس کے بارے میں رسول اکرم کو اللہ نے وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ جن لوگوں
نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے وہ عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے
فیوض حاصل کریں گے۔ اور عنقریب بیداری میں دید کرے گا"اس جملہ کے ایک
تاویلی معنی یہ بھی ہیں کہ اس خواب کی تعبیر و صحت کو عین حالت بیداری میں دیکھے گا۔
قاضی عیاض نے لکھا ہے جس نے سرور عالم کو خواب میں آپ کی صفات
معروفہ کے ساتھ دیکھا تو ہو سکتا ہے کہ معروفہ صفات سے اسے زینت دی جائے
روز حشر سرکار ابد قرار کا دیدار ہو۔ اور صفات معروفہ کے سبب اس کی شان و
شوکت میں اضافہ ہو۔ اور اس خواب کے سبب اسے رسول اکرم کا قرب
نصیب ہوا اور اعلیٰ مقامات کے لئے اس کی شفاعت فرمائیں اور مزید دیگر
خصوصی انعامات سے بہرہ اندوز کیا جائے۔
بعض لوگ کہتے ہیں ممکن ہے کہ روز محشر بعض گناہ گاروں کو اللہ تعالےٰ
دیدار سرور عالم سے تھوڑی مدت تک روکے رکھے تاکہ دیدار نہ کرنے کے

عذاب میں مبتلا رہیں۔ انہیں کے متعلق ارشاد عالی ہے کہ عنقریب بحالت بیداری ہمارا دیدار کریں گے۔

ابن ابی جمرہ نے حدیث کے ان الفاظ کو کچھ دوسرے ہی معنوں پر محمول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے خواب میں آپؐ کا دیدار کیا۔ پھر بیدار ہونے کے بعد آپؐ کی اس حدیث "عنقریب حالت بیداری ہمارا دیدار کریں گے" پر غور و فکر کیا۔ اور اسی تفکر میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ حدیث بیان کی جس پر انہوں نے سرور عالمؐ کا مستعملہ آئینہ نکال کر دیا جس میں ابن عباسؓ نے اپنی صورت دیکھنے کے بجائے رسول اکرمؐ کی شبیہ مبارک دیکھی اور خود اپنی صورت اس میں دکھائی نہ دی۔

ان تمام جوابات سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ خواب میں جو صورت دیکھی جاتی ہے وہ تشبیہ و تمثیل کے طور پر ہوتی ہے جس کا ثبوت رسول اکرمؐ کا یہ فرمان ہے کہ خواب میں دیکھنے والے نے گویا بیداری کی حالت میں میرا دیدار کیا۔ دوسری یہ کہ "عنقریب بیداری کی حالت میں دیکھے گا" کے بطریق تاویل یہ معنے ہوئے کہ حقیقتاً میرے دیدار سے شرف اندوز ہوگا۔

تیسری یہ کہ یہ حدیث خاص ان لوگوں کے حق میں ہے جو آپؐ پر ایمان تو لاچکے تھے لیکن انہوں نے آپؐ کا دیدار نہیں کیا تھا۔

چوتھی یہ کہ خواب میں دیکھنے والا آپؐ کو آپؐ کے مستعملہ آئینہ میں دیکھے گا۔ بشرطیکہ آئینہ مبارک دستیاب ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے کہ آئینہ مبارک کا دستیاب ہونا اب مشکل ہے [1]

پانچویں یہ کہ خواب میں دیدار کرنے والا مزید خصوصیات و انعامات کے ساتھ روز محشر آپؐ کے دیدار سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال جانتا ہے اور وہی ہمارا مرجع و ماویٰ ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) میں زمین پر آتی ہیں جو پلٹ کر دوسرے سیاروں کی جانب چڑھ رہی ہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ قریبی زمانہ میں ایسے آلات ایجاد ہو جائیں گے جو سیاروں کی جانب اوپر چڑھنی والے کرنوں میں کی اصوات و حرکات و اعمال و اشیاء کو آلات کے ذریعہ اس دنیا کے باشندوں تک پہنچا سکیں گے۔ اور ان آلات کی مدد سے عاشقان سرکار ابد قرار دیدار عالی وقار سے انشاءاللہ سرفراز ہوں گے۔

(از اقبال الدین احمد)

ربیع الآخر

مناسب ہے کہ اس ماہ ربیع الآخر کے حالات اختصار کے ساتھ حوالۂ قرطاس کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس متبرک ماہ کے ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ ور کرے۔

اسی مہینہ میں سیدنا و مولینا، قطب یگانہ، غوث اعظم شیخ الاسلام والمسلمین غوث الثقلین شیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر حسنی و حسینی جیلانی کی وفات ہوئی ہے۔ اور آپ کے وصال الٰہی کی تاریخ میں اختلاف پیدا کر لیا گیا ہے بطور اشارہ ہم قول راجح بیان کریں گے۔

کتاب بہجۃ الاسرار جس میں ان شیخ الاسلام کے حالات مشائخ عظام کی زبانی ثقہ راویوں کے ذریعہ لکھے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف اور شیخ الاسلام کے درمیان صرف "دو" واسطے واقع ہیں چنانچہ مصنف بہجۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ماہ رمضان میں بیمار تھے اور آپ کے پاس اس وقت مشائخ کے منجملہ شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابو نجیب عبدالقادر سہروردی اور شیخ ابوالحسن جوسقی وغیرہ کی نشست تھی کہ اتنے میں ایک خوبصورت باوقار شخص آیا اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں۔ عذر خواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہی رمضان آپ کے مقدر میں تھا۔ اب آپ کو الوداع کہتا ہوں اور یہ ہماری آپ آخری ملاقات ہے پھر وہ شخص واپس چلا گیا۔ اور ہفتہ کی رات کو بتاریخ ۹ ربیع الآخر آپ نے انتقال کیا۔ اور دوسرے سال کے رمضان کے روزے آپ نہ رکھ سکے[1]

---

[1] حضرت غوث الاعظم ایران کے مشہور قصبہ جیل میں یکم رمضان ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت (باقی بر صفحہ آئندہ)

مناقب غوث اعظمؒ

آپ کی خوبیوں اور مناقب کے بارے میں شیوخ نے لکھا ہے کہ ہر مہینہ اپنی رویت ہلال سے پہلے آپ کے پاس آتا۔ اگر تقدیر الٰہی کے سبب اس مہینہ میں کوئی ہونے والی برائی یا سزا ہی مقدر ہوتی تو ناپسندیدہ و منکرہ صورت میں آتا اور اگر تقدیر الٰہی کے سبب اس میں نعمتیں اور خوبیاں ہوتیں تو خوبصورت شکل میں نمودار ہوتا۔

بہجۃ الاسرار اور شیخ عالم و عارف امام عبداللہ یافعیؒ کی کتاب خلاصۃ المفاخر در در مناقب شیخ عبدالقادر جس کے تکملہ کتاب کا نام روضۃ الریاحین ہے اس میں مرقوم ہے کہ زمانہ کے بہترین مشائخ میں سے غوث الاعظم کے فرزند سید الساوات سیف الدین عبدالوہاب کا بیان ہے کہ وہ بزرگوار پیرومرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے پاس ہم کئی لوگ جمعہ کے دن سہ پہر کے وقت بتاریخ ختم ماہ جمادی الآخر ۵۶۰ھ نشستہ تھے اور پیرومرشد گفتگو فرما رہے تھے اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان آیا اور پیرومرشد کے پاس بیٹھ کر اس نے کہا السلام علیک اے ولی اللہ! میں رجب ہوں اور یہ خوشخبری دینے آیا ہوں کہ بہ تقدیر الٰہی اس ماہ میں لوگوں کے لئے کوئی عام برائی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ مہینہ لوگوں پر بخیر و خوبی گزرا۔ پھر اس ماہ رجب کے آخری دن جو اتوار کا دن تھا ہم لوگ پیرومرشد کی خدمت میں حاضر

(بقیہ صفحہ سابقہ) آپ کی والدہ ام الخیر فاطمہ بنت ابوعبداللہ الصومعی الحسینی کی عمر (۶۰) سال کی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ابوصالح الحسنی تھا۔ آپ والدہ کی طرف سے حسینی اور والد کی طرف سے حسنی سید تھے۔ اور آپ کے بچپن میں ایران کی حکومت خاندان سلجوقیہ کے تیسرے سلطان معز الدین ابوالفتح ملک شاہ ابن الپ ارسلان کے ہاتھ میں تھی۔ آپ حنبلی مسلک رکھتے تھے تمام کا اتفاق ہے کہ آپ نے یہ عمر (۹۰) سال بتاریخ ۱۱۔ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۸۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ کثرت ہجوم کے باعث ہفتہ کے دن رات کے وقت آپ کے خود قائم کردہ مدرسہ میں جہاں علماء آپ سے کتابی علوم حاصل کرتے تھے اس کے سائبان کے نیچے آپ کا جسم سپرد زمین کیا گیا بغداد میں آپ کا مزار مبارک اب بھی مرجع خلائق ہے از مترجم ۱۲

تھے کہ ایک کریہہ المنظر بدصورت شخص آیا اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان ہوں اور اللہ نے اس ماہ میں مقدر کر دیا ہے کہ بغداد میں بلائیں آئیں گی، ارض حجاز میں سخت قحط ہوگا اور خراسان میں رن پڑے گا چنانچہ جیسا اس آمدہ بدصورت نے کہا تھا ویسا ہی دیکھنے میں آیا[1]

عرسِ غوث اعظم رح

مستند روایات معلومہ کے پیش نظر غوث اعظم کا عرس ۹۔ ربیع الآخر کو ہونا چاہیئے اور اسی تاریخ کو پیر و مرشد امام کامل و عارف شیخ عبدالوہاب قادری المتقی مکی آپ کا عرس قرار دیتے تھے۔ یہ وہ تاریخ عرس ہے جو قابل اعتماد اس سبب سے بھی ہے کہ یہی تاریخ عرس ہمارے پیرومرشد شیخ اعظم علی متقی رح اور دیگر شیوخ کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔

لیکن ہمارے ملک میں ان دنوں ۱۱۔ ربیع الثانی ہی زیادہ مشہور معروف ہے اور غوث الاعظم کی اولاد و مشائخ عظام مقیم ہند (و پاک) گیارہویں تاریخ کو عرس کرتے ہیں۔

نیز اسی طرح پیرومرشد سیدنا سید ہی رضی الرضی ابوالمحاسن سید شیخ موسیٰ حسنی جیلانی ابن شیخ کامل عارف حق معظم و مکرم ابوالفتح شیخ حامد حسنی جیلانی نے اوراد قادریہ میں لکھی ہے اور شیخ حامد حسنی جیلانی ایک متفق علیہ ولی اللہ تھے جن کا لقب مخدوم ثانی اور عبدالقادر ثانی تھا انہوں نے اپنے آباء کرام کی زبانی آپ کے عرس کی تاریخ گیارہویں لکھی ہے۔

شیخ وقت امام عبداللہ یافعی نے اپنی کتاب خلاصہ المفاخر اور مشہور عالم تاریخ مسمی مرآۃ الجنان میں آپ کی تاریخ رحلت ماہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ تحریر کی ہے اور کوئی دن تاریخ تحریر نہیں ہے انہوں نے تاریخ کا تعین شاید عدم معلومات یا اختلاف تاریخ کی وجہ سے نہیں کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ۱۷۔ ربیع الثانی ہے اور یہ بے اصل

روایت ہے باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اگر یہ دریافت کیا جائے کہ ہمارے ملک میں مشائخ عظام کی وفات کی تاریخ پر جو عرس کیا جاتا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ میں نے بھی یہی سوال اپنے پیرومرشد امام عبدالوہاب متقی مکی ؒ سے کیا تھا جس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہمارے مشائخ کے طور طریقے عادات و رواج اور نیت ہی گیارھویں کی ہے اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ دوسری تواریخ کو ترک کرتے ہوئے گیارھویں ہی کو کیوں خاص کر لیا ہے؟ جواب سرفراز فرمایا مہمان نوازی مطلق سنت ہے اس لئے تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے غربا کو دعوت دو اور کھانا کھلاؤ۔ نیز شریعت اسلامیہ میں اس کے نظائر بھی موجود ہیں یہ عام طور پر مطلق حیثیت سے سنت ہے اور کسی خاص وجہ سے خصوصیت کی بناء پر ان کا بروئے کار لانا بدعت ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بعض متاخرین نے بعض مغربی مشائخ کی زبانی بیان کیا کہ جس دن آپ نے وصال الٰہی کیا اس دن کو لوگوں نے از خود دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ خیر و برکت کا منور درخشاں دن بنا دیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر تک سرنگوں رہ کر سر اٹھایا اور فرمایا زمانہ ماضی میں یہ سب کچھ نہ تھا یہ تو صرف متاخرین کی خوشیاں اور خود کاریاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

ماہ رجب

لغت قاموس میں رجب کے معنی "ڈرایا اور تعظیم کی" کے ہیں اسی سے رجب نکلا ہے اور اس کی جمع ارجاب، رجوب اور رجبات آتی ہے۔ نیز ماہ رجب میں قربانی کرنے کو ترجیب کہتے ہیں۔ اور عرب اس ماہ کی تعظیم کرتے تھے۔

جزری نے اپنی نہایۃ میں تحریر کیا ہے کہ ترجیب کے معنی تعظیم کرنے کے ہیں اسی وجہ سے عرب رجب کی تعظیم کرتے تھے۔

ماہ جمادی الآخر اور ماہ شعبان کے درمیان کا مہینہ رجب ہے اس کو رجب مضر بھی کہتے تھے کیونکہ قبیلہ مضر اس کی خاص طور پر حرمت و تعظیم کرتے تھے۔

رسول اکرم نے جو یہ فرمایا ہے کہ ماہ رجب وہ مہینہ ہے جو ماہ جمادی الآخر اور ماہ شعبان کے درمیان ہے اس میں اس امر کی تاکید مقصود ہے کہ لوگ ایک ماہ کو ہٹا کر دوسرے ماہ کی جگہ دیا کرتے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جو روزہ ماہ میں کمی بیشی کر لیا کرتے تھے ان کے خیال باطل اور عمل ناقص کو راہ پر لانے کا سرور عالم نے اس طرح بھی سبق دیا ہے۔

عتیرہ رجبیہ اس قربانی کا نام ہے جو جاہلیت والے ماہ رجب میں جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

رجب کو اصم (بہرا) بھی کہتے تھے کیونکہ قاموس میں ہے کہ رجب بہرا ہے یعنی اس ماہ میں کوئی آواز نہیں آتی ہے۔ اور نہ کوئی منادی ندا نہیں کرتا کہ اے فلاں اور اے دوست وغیرہ۔

نہایہ میں مرقوم ہے کہ اللہ کا مہینہ رجب دراصل بہرا ہے کیونکہ اس میں ہتھیاروں کی آواز بس نہیں آتیں۔ اور چونکہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس لئے انسانی صفت کے مدنظر اسے بہرا کہا جانے لگا۔

بندۂ مؤلف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ عفی اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ اس مہینہ کو بہرا اس لئے کہتے ہیں کہ روز محشر یہ خود بہرا بن جائے گا

وہ لوگوں کے جرائم و عیوب پہ گواہی نہیں دے گا اور کہے گا میں تو بہرا ہوں۔ میں کوئی چیز سنتا ہی نہیں ہوں۔ اور اسے اللہ کا مہینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ کی صفت ستر پوشی کی طرح یہ بھی لوگوں کی عیب پوشی کرتا ہے"۔ لوگوں کے ان اقوال کی کوئی اصلیت اور معقولیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ستاری (پردہ پوشی) کا اقتضاء یہ نہیں کہ بہرا پن کی خصوصیت پائی جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ بہرا اپنے بہرے پن کی وجہ سے صرف اقوال و گفتگو سننے سے عاجز ہوتا ہے اور بہرے پن کا عذر کر کے لوگوں کے اقوال چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جامع الاصول میں صحاح ستہ کی کوئی حدیث بھی ماہ رجب کی فضیلت کی ہمیں نہیں ملی۔ البتہ جامع کبیر میں کچھ احادیث ماہ رجب کے فضائل اور اس ماہ کے اعمال کے فضائل کی مذکور ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

فضائل ماہ رجب

ابو الفتح بن فوارس نے اپنی امالی میں حسن بصریؒ کے حوالہ سے مرسلاً لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ شعبان میرا اور رمضان میرے امتیوں کا مہینہ ہے اور رجب وہ پُرعظمت مہینہ ہے جس میں نیکیوں کا چند در چند کئی گنا ثواب دیا جاتا ہے جس نے اس ماہ ایک دن کا روزہ رکھا اسے سال بھر کے روزوں جیسا ثواب ملتا ہے[1]۔

امام رافعی نے سعید کی زبانی لکھا ہے کہ رجب یقیناً اللہ کا مہینہ ہے۔ اسے بہرا اس لئے کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس مہینہ میں جدال و قتال بند رکھتے اور اپنے ہتھیار اتار رکھتے تھے لوگ اس ماہ میں امن امان سے رہتے، تمام راستے پُرامن ہوتے اور کوئی کسی سے خائف نہ رہتا اور اس پورے مہینہ میں امن وامان نظر آتا تھا۔

تنقید روایات فضیلت

امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ رجب

---

[1] واضح ہو کہ ہمارے اوزان و پیمانہ جات کی مانند اللہ تعالیٰ ثواب کو نہیں ناپتا۔ رسول اکرمؐ کی موجودہ مثال ایک تمثیلی مثال ہے۔ اور تشویق ثواب کی جانب مائل کرتی ہے۔

وہ پُرعظمت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ نیکیوں کا ثواب کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔ جس نے اس ماہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ اور جس نے اس ماہ میں سات دن کے روزے رکھے تو اس پر دوزخ کے سات دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے اس ماہ میں آٹھ دن روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس ماہ دس دن کے روزے رکھنے والا اللہ سے جو مانگے گا وہ اسے اللہ تعالیٰ عنایت کرے گا۔ اور جو اس ماہ پندرہ روزے رکھے تو آسمانی منادی آواز دیتا ہے اے روزہ دار تیرے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اب نیک عمل شروع کر دو جو زیادہ عمدہ عمل کرے گا اسے زیادہ ثواب دیا جائے گا۔

اور اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ یہ وہ روایت ہے جس کا مرفوع ہونا منکرو ناپسندیدہ ہے۔

طبرانی نے سعید بن ابی راشد کی زبانی لکھا ہے کہ ماہ رجب میں اللہ تعا نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا تو انہوں نے خود روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو روزے رکھوائے تا آنکہ چھ ماہ تک ان کی کشتی چلتی رہی اور جس دن جودی پہاڑ پر رکی اس دن محرم کی دسویں تھی جس کے شکریہ میں نوح اور ان کے ساتھیوں نے روزہ رکھا اور دیگر تمام جانوروں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو پایاب کر دیا تھا۔ عاشورا کے دن اللہ نے حضرت آدمؑ، یونسؑ کی توبہ قبول کی اور اسی دن حضرت ابراہیمؑ تولد ہوئے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات بہت ہی برتر و افضل ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اور اس رات عبادت کی تو گویا اس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال تک عبادت کی اور یہ تاریخ ۲۷ رجب ہے اور اسی ماہ اللہ نے رسول اکرمؐ کو تاج نبوت سے رونق افزا فرمایا۔ نیز اس روایت کی بابت تحریر کیا کہ اسے حضرت سلمان فارسیؓ کی زبانی منسوب کرنا منکرو ناپسندیدہ ہے۔

طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے خرشہ بن حُر کی روایت سے لکھا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا ہے کہ وہ رجبی کے روزہ داروں کو پکڑ کر کھانا کھلاتے اور فرماتے یہ رجبی رجبی کیا چیز ہے۔ سنو رجب وہ مہینہ ہے جسے ایام جاہلیت میں معظم مانا جاتا تھا لیکن اسلام نے اس کی خود ساختہ عظمت کو ترک کر دیا ہے۔

ابن عساکر نے ابی قلابہ کی روایت لکھی ہے کہ رجب کے روزہ داروں کے لیے جنت میں محل بنائے جاتے ہیں۔

ابن شاہین نے اپنی ترغیب میں عامر بن شبل جرمی کی یہ روایت لکھی ہے میں نے ایک آدمی سے سنا جو کہتا تھا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو فرماتے سُنا ہے جنت میں ایک محل ہے جسمیں صرف ماہ رجب کے روزے دار داخل ہونگے۔

شیرازی نے اپنی القاب میں لکھا ہے جنت کی ایک نہر کو رجب کہتے ہیں جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، جس نے ماہ رجب میں ایک دن بھی روزہ رکھا اللہ اسے اس نہر سے سیراب کرے گا۔

امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت سے لکھا ہے پہلی ماہ رجب کا روزہ تین سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رجب کی دوسری و تیسری تاریخ کا روزہ دو سال اور ایک سال کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور اس کے بعد ہر ایک دن کا روزہ پچھلے ایک ماہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(اسے ابو محمد خلال نے ابن عباسؓ کی زبانی فضائل رجب میں تحریر کیا ہے)

ماہ رجب میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنے والے کو سو سال کی نیکیاں نصیب ہوتی ہیں اور یہ ۲۷۔ رجب کی شب ہے۔ جس نے اس رات بارہ رکعتیں اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سبحان اللہ الحمد اللہ اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا۔ اور بعد نماز سو مرتبہ استغفر اللہ پڑھ کر سو مرتبہ درود شریف پڑھا اور پھر دن نکلنے پر روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ ایسے نمازی و روزہ دار کی ہر ایک دعا سوائے دعائے معصیت و گناہ کے قبول فرماتا ہے اور ایسا شخص دنیا و آخرت کے حصول کے لیے جو دعا چاہے مانگے۔

اس روایت کو امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں ابان کے واسطہ انسؓ کی زبانی مروی ہونا تحریر کر کے لکھا ہے کہ یہ پہلی والی روایت سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن نجار نے انسؓ سے مروی لکھا ہے کہ ماہ رجب میں سرورِ عالم فرماتے تھے اے اللہ! ماہ رجب و شعبان میں ہمارے لئے برکتیں نازل فرما اور ماہ رمضان ہمیں نصیب کر۔

اس کے علاوہ ابن عساکر نے مزید یہ لکھا ہے کہ شب جمعہ میں آپؐ فرماتے تھے یہ درخشاں شب ہے اور جمعہ کے دن کی بابت ارشاد فرماتے یہ روشن دن ہے

تنزیل الشریعت میں احادیث موضوعہ کے تحت یہ حدیث لکھی ہے کہ تمام مہینوں پر ماہ رجب کی فضیلت کی مثال دیگر تمام کلام پر قرآن کریم کی برتری کی مانند ہے۔

اس روایت کو دیلمی نے انسؓ کی زبانی لکھا ہے اسکے موضوع ہونے کا سبب نہیں لکھا نیز اس کے راویوں میں غیر معروف راوی کا نام بھی تحریر نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر نے اپنی تبیین العجب میں یہ حدیث بہ اضافہ عبارت ذیل یوں درج کی ہے۔ ماہ رجب کی فضیلت تمام دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے قرآن کریم کو تمام دیگر اذکار پر حاصل ہے اور ماہ شعبان کو دوسرے مہینوں پر وہی فضیلت ہے جو رسول اکرم کو دوسرے انبیاء پر ہے۔ اور ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر افضیلت وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کو اپنے تمام بندوں پر حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے کہ روایت مذکورہ سلفی کی ہے جس کے ثقہ راویوں میں ایک شخص ہبتہ اللہ سقطی بھی ہے جو آفت کا پرکالا ہے۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

یہ حدیث کہ ۲۷ رجب کی رات کی عبادت اور اس دن کا روزہ سو سال کی مانند ہے اور اسی تاریخ رسول اکرمؐ کی بعثت ہوئی تھی اسے دیلمی نے سلمانؓ کی روایت سے لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس کے راویوں میں خالد بن ہیاج بھی ایک راوی ہے جو متروک قرار دیا گیا ہے اور خالد بن ہیاج وہ متروک راوی ہے جو آفت کا پرکالا ہے۔

اور یہ حدیث کہ ۲۷ رجب کو مجھے مبعوث کیا گیا جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اور افطار کے وقت دعا مانگے تو اس کے گزشتہ بیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس کو ہناد نسفی نے اپنی فوائد میں حضرت انس کی زبانی مرفوعاً لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد منکر و ناپسندیدہ ہے۔

ابو معاذ شاہ مروزی نے اپنی جزء میں ماہ رجب کے فضائل مؤلفہ عبدالعزیز کتانی کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اسے اللہ (۶۰) مہینہ کے روزوں کا ثواب دے گا اور اسی تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔"

یہ روایت اس معنی کی حد تک متناسب ہے لیکن اسے ضمرہ نے ابن شوذب، مطر وراق شہر بن حوشب کے ذرائع سے ابوہریرہؓ کی روایت سے موقوفاً ہونا تحریر کیا ہے۔ اور یہ مرفوع بھی ہے۔

"جس نے ماہ رجب کی کسی رات میں شب بیداری کی اور اس کی صبح کو روزہ رکھا تو اللہ روز محشر اسے مامون و محفوظ اٹھائے گا اور یہ شخص لاالہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا ہوا پل صراط پر سے بہ آسانی گزر جائے گا۔ اس حدیث کو دارمی نے جابرؓ کی زبانی اسمٰعیل بن یحییٰ تیمی کی روایت سے بیان ہونا تحریر کیا ہے جو ضعیف ہے۔

جس نے ماہ رجب کی ایک رات شب بیداری کی اور ایک دن روزہ رکھا تو اللہ اس کے عوض میں اس کو جنت کے میوے کھلائے گا، جنت کے قیمتی لباس پہنائے گا اور جنت کی مہر زدہ شراب نوش کرائے گا۔" اس حدیث کو دارمی نے حسین بن علیؓ کی زبانی حصین بن مخارق کی روایت سے ہونا تحریر کیا ہے جو مطعون ہے۔

ماہ رجب پُر حرمت مہینہ ہے اور اس کے ایام کا آسمان ششم پر اندراج ہے جب کوئی شخص ماہ رجب میں کسی دن روزہ رکھتا اور اسے تقوے سے آراستہ کرتا ہے تو اس شخص کا روزہ اور وہ دن دونوں کہتے ہیں اے اللہ اس روزہ دار کی بخشش کر دے۔ اور اگر تقوای کے ساتھ روزہ نہ رکھا تو روزہ اس کے بخشش کی دعا نہیں کرتا اور یہ دونوں اس روزہ دار سے کہتے ہیں کہ تو نے اپنے نفس کو دھوکہ دیا۔

اس روایت کو ابن شاہین و دارمی نے ابو سعید کی زبانی تحریر کر کے لکھا ہے کہ اس کے راویوں میں اسمٰعیل تیمی بھی ہے جو ضعیف ہے۔

ماہ رجب وہ بہرا مہینہ ہے جو اللہ کے نزدیک بلند درجات کا حامل ہے اور اسے اللہ نے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ جس نے ماہ رجب کے کسی دن حصول ایمان و ثواب کی خاطر روزہ رکھا تو یہ اللہ کی خوشنودی کا سبب ہوتا ہے اور ماہ رمضان میری امت کا مہینہ ہے جس میں ان کے گناہ کالعدم کر دیئے جاتے ہیں مسلمان جب روزہ رکھتا ہے اور جھوٹ نہ بول کر غیبت بھی نہیں کرتا اور پاکیزہ افطار کرتا ہے تو یہ روزہ دار اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے سانپ کینچلی اتار کر صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث حاکم نے اپنی تاریخ میں ابو سعید کی زبانی لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ابو ہارون عبدی اور عصام بن طلیق ہیں جو ناکارہ راوی ہیں۔ میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ ابو ہارون وہ آفت کا پر کالا راوی ہے جسے سب ہی نے جھوٹا و لپاٹیا کہا ہے اور بعض تو اسے فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ابو درداء سے کسی نے ماہ رجب کا روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا انہوں نے جواباً کہا تم نے اس ماہ کی بابت پوچھا ہے جس کی زمانہ جاہلیت والے تعظیم کرتے تھے۔ اور اسلام نے بھی اس ماہ کی عظمت برقرار رکھی ہے۔ اور رجب کے کسی دن نفل روزہ رکھنے والے کو یہ روزہ نفع دے گا اور اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرے گا۔

نیز دوزخ کے ایک دروازہ کو تیغا لگا دے گا۔ اس روزے کے بدلے میں اگر زمین کے برابر سونا دیا جائے تب بھی دنیا میں اس کے ثواب کا بدلہ و عوض نہیں ہو سکتا۔ ہاں روز محشر اس کا ثواب ملے گا۔ اس روزہ دار کی شام کو افطار کے وقت، دس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دنیاوی چیز مانگے تو اللہ فوراً دیتا ہے اور اس کے لیے خیر و خوبی کا اتنا ذخیرہ کر دیا جاتا ہے جتنا کہ اولیاء اللہ محبوب واصفیاء میں سے کسی نے طلب کیا ہو۔ اور جو شخص رجب کے روزے رکھے تو اس کے

ثواب کے ساتھ اسے مزید دس صدیقوں کے کارہائے نمایاں کے ثواب سے زیادہ انعام دیا جاتا ہے۔ اور جس نے رجب کے تین روزے رکھے تو اس کو ان کے ثواب کے ساتھ بوقت افطار اس شخص سے اللہ کہتا ہے۔ میرے اس بندہ کے حقوق ادا کرنا مجھ پر واجب ہو گئے اور اس کے حق میں میری محبت وولایت لازم و واجب ہو گئی ہے۔ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے۔ اور جس نے ماہ رجب میں چار روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس کا حشر اس طرح ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح کھیت کرتا ہوگا۔ اور اس روزہ دار کی نیکیاں ریگستان عالج کے ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ نیز اس روزہ دار کو جنت میں داخل کر کے کہا جائے گا آج اللہ سے جو چاہتا ہے مانگ لے۔

اور جس نے ماہ رجب میں چھ دن روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس روزہ دار کو وہ نور دیا جائے گا جس سے روز محشر تمام لوگ روشنی حاصل کریں گے اور آمنین کے ساتھ اس کا حشر کیا جائے گا اور پل صراط پر سے بغیر کسی حساب کتاب کے عبور کرے گا۔ والدین کی نافرمانی اور قطع رحم کرنے کے علاوہ اس کے تمام جرائم معاف کر دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مل کر اس کی پیشانی کو بوسہ دے گا اور جس نے اس ماہ سات روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس روزہ دار پر دوزخ کے سات دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اس پر آتش دوزخ حرام کر دی جائے گی۔ اور جنت واجب و لازم قرار دی جائے گی۔ اور حکم دیا جائے گا جنت میں جہاں چاہو رہو۔ اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس روزہ دار کے نامہ اعمال میں اعلیٰ علیین کا قیام رکھا جائے گا۔ اور آمنین کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اور اس کی قبر سے نور پھوٹ پھوٹ نکلے گا اور اس کا چہرہ اتنا منور ہوگا کہ مشرق کے تمام لوگ جگمگا اٹھیں گے اور گمان کریں گے کہ یہ حضرت محمد مجتبےٰ ہیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ اکرم الٰہی یہ ہوگا کہ بغیر حساب و کتاب یہ سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور جس نے دس روزے رکھے اس کا کیا کہنا اس کو دس گناہ ثواب دینے کے ساتھ اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور اللہ

کے نیکوکار مقربین میں شمار کیا جائے گا۔ اور اللہ کے اس بندہ کی طرح ہو جائے گا جس نے ہزار سال تک روزے رکھے، شب بیداری کی، صبر و ثابت قدمی کو اختیار کیا اور امیدوار ثواب و رحم و کرم رہا۔ اور جس نے بیس روزے رکھے تو ان کا اجر بیس گنا زیادہ ملے گا اور حضرت ابراہیم کی قبر کی مانند ایک قبہ کا مالک ہو گا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے باشندوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرے گا اور جس نے ماہ رجب کے پورے تیس دن روزے رکھے تو ہر روزہ کا ثواب تیس گنا سے زیادہ ملے گا اور آسمان سے منادی ندا کرے گا۔ اے ولی اللہ مبارک ہو۔ اللہ کے حضور تمہارا درجہ بہت زیادہ بلند ہے۔ اللہ کا دیدار کرو، انبیاء صدیقین شہداء وصالحین کے ساتھ نشست و برخاست کرو اور یہ تمہارے بہترین رفیق اور ساتھی ہیں۔ پھر تین مرتبہ کہا جائے گا خوش رہو خوش رہو اور جب حجاب الٰہی اٹھا لیا جائے گا تو تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔ پھر جب فرشتہ موت اس کے پاس آئے گا تو اس کو موت نہ آئے گی بلکہ حوض فردوس سے اسے سیراب کیا جائے گا۔ اور اسے موت کی تکلیف نہ ہو گی اور اپنی قبر میں فرحان و شاداں رہے گا۔ اور حوض کوثر سے سیراب ہوتا رہے گا۔ اور روز حشر اپنی قبر سے اس شان سے اٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے عمدہ موتی اور یاقوت اپنی بہترین پوشاک میں زیور کے طور پر لگائے آکر اس سے کہیں گے، اے ولی اللہ! اللہ کے پاس تشریف لے چلئے، یہ اس روزہ کا عوض ہے جس میں آپ اللہ کے لئے پیاسے رہے اور اپنے جسم کو اللہ کے لئے لاغر و کمزور کیا۔ اور یہ روزہ دار جنات عدن میں داخل ہونے والوں میں سب سے پیش پیش ہو گا۔ اللہ اس سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہو گا۔ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور ہر روزہ کے دن حسب توفیق صدقہ بھی دے تو اس کے ثواب کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے، یعنی تمام مخلوق اگر جمع ہو کر اس کے ثواب کا اندازہ لگائیں جو اسے ملے گا تو یہ اندازہ لگانا قدرت و طاقت مخلوق سے خارج ہے بلکہ محصلہ ثواب کے دسویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

ان تمام روایات کو ابن شاہین نے اپنی کتاب ترغیب میں بروایت مکحول تحریر کیا ہے جس کی اسناد نہایت تاریک اور ناقابل اعتبار ہیں۔ نیز ان راویوں کے

علاوہ ایک راوی داؤد بن محبر بھی ہے جو متہم و بدنام ہے۔ اور ایک راوی سلیمان بن حکم ہے جس کو تمام محدثین نے ضعیف لکھا ہے اس کے علاوہ ایک راوی علاء بن کثیر بھی ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی "تبیین العجب" میں لکھا ہے کہ روایات مندرجہ بالا بالکل موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو روسیاہ کرے۔ اللہ کی قسم بوقت تحریر اس روایت کو پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس غلط روایت کی پوری ذمہ داری، روسیاہ داؤد بن محبر اور علاء بن خالد کے سر پر ہے یہ دونوں بالکل لپاٹیئے اور جھوٹے ہیں اور راوی مکحول وہ شخص ہے جس نے ابودرداء کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اور میری دانست میں اللہ کی قسم یہ روایت مکحول کی بھی ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ کسی اور جھوٹے و لپاٹیئے کی ہے۔

حضرت انس رضؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صؐ نے ماہ رجب کے پہلے جمعہ کو خطبہ کے دوران میں فرمایا۔ لوگو! اللہ کا ایک بزرگ مہینہ ماہ رجب تم پر سایہ فگن ہے جو اللہ کا بہرہ مہینہ ہے۔ اس میں نیکیاں چند در چند ملتی ہیں اس میں لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، غم و الم دور ہو جاتے ہیں اس میں کسی مسلمان کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا اس ماہ میں جو شخص نیکیاں کرتا ہے اس کو ثواب کئی گنا زیادہ دیا جاتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے چند در چند نیکیاں و ثواب عنایت کرتا ہے۔ لوگو اس ماہ میں شب بیداری کرو، روزے رکھو۔ جس نے ماہ رجب کے اندر کسی دن پچاس رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ حسب مقدور ہر رکعت میں قرآن کریم پڑھا تو اللہ ایسے شخص کو بہ مراتب طاق و جفت اور انسانوں و جانوروں کے بالوں کی تعداد کے برابر نیکیاں عنایت فرماتا ہے۔

جس نے ماہ رجب میں ایک روزہ رکھا اللہ نے اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب دیا۔

جس نے ماہ رجب میں اپنی زبان کو لغویات سے محفوظ رکھا تو منکر و نکیر کے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ خود اس شخص کو جواب تلقین کرے گا جس نے ماہ رجب

میں خیرات کی وجہ سے اس کی گردن عذاب دوزخ کے پھندے سے چھٹکارا پائے گی۔

جس نے اس ماہ میں صلہ رحمی کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کریگا اور زندگی بھر اس کے دشمنوں پر اسے فتحمند و غالب رکھے گا۔

جس نے اس ماہ کسی کی عیادت و تیمارداری کی، اللہ اپنے فرشتوں کو اس سے ملنے اور دعائے سلامتی دینے کا حکم دیتا ہے۔

جس نے اس ماہ نماز جنازہ پڑھی گویا اس نے ایک مردہ میں جان ڈالی۔
جس نے کسی مسلمان کو اس ماہ کھانا کھلایا، اس کے عوض اللہ اس کو حضرت ابراہیمؑ اور سرور عالم ﷺ کے دستر خوان پر کھلائے گا۔

جس نے اس ماہ کسی کو پانی پلایا، اللہ اسے سربلند شربت پلائے گا۔

جس نے اس ماہ کسی مسلمان کو کپڑے پہنائے اللہ اس کو ایک ہزار عمدہ جنتی لباس زیب تن کرائے گا۔

جس نے کسی یتیم پر مہربانی کی اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے جتنے بالوں پر ہاتھ پھیرا ہے ان کی گنتی بھر اللہ تعالےٰ اس شخص کے گناہ معاف کرتا ہے۔

جس نے اس ماہ ایک مرتبہ اپنی مغفرت کی دعا کی اللہ اس کی دعائے طلب بخشش قبول فرماتا ہے۔ جس نے ایک مرتبہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھا اللہ اس کا نام بکثرت ذکر الٰہی کرنے والے مرد و زن کی فہرست میں لکھ دیتا ہے۔ جس نے اس ماہ ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کیا۔ اس کے عوض اللہ ایک ایک تاج جو مونگے اور موتیوں سے مرصع ہوگا اس کے والدین کو پہنائے گا۔ اور محشر کی رسوائی سے محفوظ و مامون رکھے گا۔

ابن عساکر نے مندرجہ بالا روایت کو منکر و ناپسندیدہ لکھا ہے اور تبیین العجب میں ان روایات کو موضوع و خود ساختہ تحریر کیا ہے۔

مندرجہ بالا روایات جن کتب میں مذکور ہیں وہ اس وقت سب کی سب میرے سامنے ہیں اور ان تمام مندرجہ بالا روایات کی بابت ان کتب احادیث میں تحریر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں بلکہ ہر ایک ضعیف ہے۔ نیز یہ سب

کی سب خود ساختہ ہیں اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نماز شب رغائب ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ کو لوگ "لیلۃ الرغائب" (شب اشتیاق) کہتے ہیں مشائخ کے نزدیک اس رات میں خاص ترکیبوں سے ایک نماز پڑھی جاتی ہے۔ محدثین نے سختی سے انکار کیا ہے۔ علامہ محی الدین امام نووی نے لکھا ہے کہ الرغائب اور ماہ شعبان کی پندرھویں شب کی مخصوص نماز یہ دونوں نمازیں سنت نہیں بلکہ مذموم بدعت ہیں۔ ابو طالب مکی کے قوت القلوب اور امام غزالی کی احیاء العلوم یہ دونوں کتابیں اس مسئلہ کی حد تک قابل التفات نہیں کیونکہ ان دونوں کتابوں میں مندرجہ بالا نمازوں کے حوالہ کی بابت جو احادیث لکھی ہیں وہ خود ساختہ اور موضوع احادیث ہیں اسلئے یہ قابل اعتناء نہیں ہیں۔

امام عبدالعزیز ابن عبدالسلام نے ان دونوں نمازوں کے غیر مسنونہ ہونے پر ایک نہایت نفیس کتاب لکھی ہے جس میں نہایت عمدگی سے مندرجہ بالا نمازوں کے سنت ہونے کی تردید کی ہے۔ نیز امام مذکور نے اپنے فتاوی میں ان دونوں نمازوں کے رواج کی مذمت کرتے ہوئے ان کے مسنون ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ انہیں ترک کرنا ان سے پہلوتہی کرنا مناسب ہے اور اولی الامر، حاکم وقت پر لازم ہے کہ ان نماز پڑھنے والوں کو روکیں کیونکہ وہ حاکم وقت ہیں اور ہر ایک حاکم وقت سے اس کی رعایا کے اعمال کی روز محشر اللہ تعالیٰ باز پرس کریگا۔

بعض علماء نے ان نمازوں کے بطلان اور ایسے نمازیوں کی غائب دماغی پر اکثر کتابیں لکھی ہیں۔

شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی ہیثمی کا بیان ہے کہ ہمارا اور فرقہ مالکیہ، دوسرے آئمہ، اکثر علماء حجاز و فقہاء مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ ہم یہ نماز لیلۃ الرغائب نہیں پڑھتے علاوہ ازیں شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی نے اس مضمون پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہ حدیث نقل کی ہے جس نے ۲۷ رجب کو شب بیداری کی اور اس میں بارہ رکعتیں مع ترکیب مقررہ پڑھیں اور صبح کو روزہ رکھا اور یہ وہ رات ہے جس میں رسول اکرمؐ مبعوث ہوئے"، یہ حدیث نقل کر کے اس

کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ خود ساختہ روایت ہے اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ ان راویوں نے بیان کیا ہے جن پر جھوٹے ہونے کا الزام عائد ہے۔

اور یہ احادیث کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، یا ماہ رجب میں مغفرت ہوتی ہے یا رجب کا روزہ عام گزشتہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے۔ یہ سب خود ساختہ اور جھوٹی ہدایتیں ہیں۔ نیز اس کتاب میں ان تمام نمازوں کو تحریر کیا ہے جو سنت نہیں بلکہ سراسر بدعت و ناپسندیدہ ہیں۔ اور عوام کے خیالِ باطل کی بائیں راست کرتے ہوئے لکھا ہے صحیح حدیث وہ ہے جسے رسول اکرم ؐ نے بیان کیا ہو اور وہ ثقہ راویوں کے ذریعہ ثابت ہو۔ اگر کوئی غلط، مذموم اور جھوٹا راوی درمیان میں آ گیا تو ان باطل راویوں کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ وہ کسی اثر کے تحت اصل حدیث میں کتربیونت کرتے اور من گھڑت بیان کرتے ہیں۔

اس لئے کسی شب یا جمعہ کو بیداری کے لئے خاص کرنا اور کسی دن یا کسی جمعہ کو خاص کر کے روزہ رکھنا یا ایسی باتیں کرنا جو مخالف سنت ہوں کیسے باعث فضیلت ہو سکتی ہیں؟ اور باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تنقید شیخ اب بندۂ ضعیف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کی اللہ تعالیٰ اصلاح حال کرے اور ہر قول و فعل و خیال کو نیکی و خوبی پر گامزن کرے، عرض پرداز ہے کہ محدثین متذکرہ نے احادیث نقل کر کے ان کی اسناد اپنے طریقوں سے بیان کی اور ان کے راویوں پر اپنے مطمح نظر سے تنقید کی۔ اور تعجب یہ ہے کہ اپنے بیان میں بے انتہا مبالغہ سے کام لیا۔ ان محدثین کو زیبا تو یہی تھا کہ جس روایت کو یہ نہ سمجھ سکے تھے اس کی بابت یہ کہہ دیتے کہ یہ ہمارے نزدیک درست نظر نہیں آتی۔ اور سب سے زیادہ شیخ محی الدین امام نووی پر تعجب ہے کہ وہ فقہی مسائل میں عدل و انصاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے حنفیوں سے بغض و عناد نہ رکھتے ہوئے آداب سلوک سے بھی واقف ہیں۔ ان کو زیبا نہ تھا کہ شوافع کی مانند بغض و عناد کے پیش نظر روایات حنیفت کو باطل کہتے اور امام نووی وہ شخصیت تھے جو مشائخ عظام اور علماء کرام سے نسبت بھی رکھتے تھے افسوس صد افسوس کہ

مؤلف جامع الاصول نے اپنی کتاب میں "تالیف رزین" میں سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جامع الاصول وہ کتاب ہے جس میں بر قیام عنوانات، صحاح ستہ کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور جس عنوان کے تحت انہیں صحاح ستہ ہی سے اپنے مطلب کی حدیث نہ ملی تالیف رزین وغیرہ میں سے اخذ کی۔ اور متعلقہ عنوان کے باب کو مکمل کیا۔ چنانچہ جامع الاصول میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ انس نے رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کی رسول اللہ نے نماز شب رغائب کا تذکرہ کیا ہے اور یہ ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ ہے۔ مغرب و عشاء کے درمیان یہ نماز پڑھی جاتی ہے جس میں بارہ رکعتیں چھ سلام کے ساتھ اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ القدر اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد اللھم صلّ علیٰ محمدن النبی الامی وعلیٰ آلہ۔ ستر بار پڑھ کر سجدہ میں جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں سبوح قدوس رب الملائکۃ و الروح۔ پڑھتے ہیں پھر سر اٹھا کر یہ دعا مانگتے ہیں۔ (ترجمہ دعا)

اے اللہ ہمارے گناہ معاف کردے ہم پر رحم کر اور ہمارے متعلق تو جو کچھ جانتا ہے اس سے درگذر کر، کیونکہ تو ہی برتر و بزرگ ہے۔ اور دوسری ایک روایت میں ہے کہ مندرجہ بالا دعا کے بجائے (ستر) مرتبہ اعز الاکرم پڑھتے ہیں پھر دوسرا سجدہ کرکے پہلے کی طرح پڑھتے ہیں اور آخری سجدہ میں حسب خواہش دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو رد نہیں کرتا۔

اتنا لکھنے کے بعد مؤلف جامع الاصول نے لکھا ہے کہ یہ حدیث چونکہ مجھے صحاح ستہ میں نہیں ملی اس لئے میں نے رزین سے نقل کی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حدیث مطعون فیہ ہے۔ اور اس کے کئی راوی جھوٹ سے متہم ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب بہجۃ الاسرار میں نماز شب رغائب پڑھنے کا جواز سیدنا قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کے بیان میں درج ہے جس میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ شب رغائب میں چند شیوخ جمع ہوئے۔ جن میں شیخ عبد الوہاب اور شیخ عبد الرزاق بھی تھے۔ اور ان دونوں شیوخ کا بیان ہے کہ شیخ بقا ابن بسطو جمعہ کے دن بتاریخ ۵ رجب ۵۵۳ھ والد بزرگوار حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانی کے مدرسہ میں آئے اور کہا آپ لوگوں نے آج میرے صبح سویرے آنے کا سبب کیوں نہیں پوچھا؟ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ شب میں نے وہ نور دیکھا جس نے دنیا کو روشن کر دیا۔ اور مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز دکھائی دیے بعض تو اس سے متصل تھے اور بعض میں کوئی چیز مانع اتصال نہ تھی۔ اور متصلہ اسرار و رموز کا نور چند در چند زیادہ تھا۔ پھر میں نے اس متصلہ نور کا سر چشمہ تلاش کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ نور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے صادر ہو رہا تھا۔ پھر میں نے اس حقیقت کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ رض کے نور کا شہود تھا جو آپ رض کے قلب کے نور کے مقابل تھا۔ اور یہ دونوں نور باہم مل رہے تھے جن کی روشنی آپ کے آئینہ حال پر آرہی تھی۔ اور آپ سے جو نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں وہ مشرق و مغرب کو منور کر کے پورے عالم کو جگمگا رہی تھیں۔ اور آسمان سے ایک ایک فرشتہ آکر آپ رض سے مصافحہ کرتا تھا۔ یہ سُنکر ہم دونوں (یعنی شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق) نے ان شیخ بقا ابن بسطو سے پوچھا کیا گزشتہ رات آپ نے نماز رغائب پڑھی تھی تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

رات نماز رغائب میں میں نے اپنے محبوبوں کا دیدار کیا ان محبوب کے چہرہ سے وہ جمالی روشنی نکل رہی تھی جس نے عالم کی ہر چیز کو منور کر دیا تھا۔ اور جس نے حقوق محبت پوری طرح ادا نہیں کئے تو انہوں نے واجب ہی ادا نہیں کیا۔

علاوہ ازیں مشائخ عظام کے نزدیک اس کیفیت کا نام ہی شاہد و مشہود ہے۔ اور نماز شب رغائب کے بے انتہا ثواب ہیں [1]

---

[1] سیدنا محدث دہلوی کو حضرت عبدالقادر گیلانی سے بے پناہ عقیدت ہے اور اسی ارادت میں شیخ کے خصوصی حالات تحریر فرماتے ہیں۔ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ مقالات اور واردات عام مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع نہیں ہیں۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ پیروکار ایسی حرکات کرنے لگے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو جس کا اثر اسی فاعل اور وبیان کنندہ کے سر پر بحیثیت جرم عائد ہوتا ہے۔ اور چونکہ حضرت محدث دہلوی، علامہ باعمل ربانی ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ)

کتاب تنزیہ الشریعت میں احادیث موضوعہ کے تحت انس بن مالکؓ کی زبانی یہ روایت مذکور ہے کہ ماہ رجب اللہ کا شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے یہ سماعت کرتے ہوئے کسی نے کہا "ماہ رجب اللہ کا ہے" اس ارشاد عالی کا مفہوم کیا ہے؟ فرمایا یہ مہینہ مغفرت کے لئے مخصوص ہے (تاختم حدیث)

اسی کتاب میں یہ حدیث بھی مرقوم ہے کہ رجب کی پہلی شب جمعہ سے غفلت نہ برتو کیونکہ فرشتے اس شب کو لیلۃ الرغائب (شب اشتیاق) کہتے ہیں۔

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ماہ رجب میں جمعرات کو جو شخص روزہ رکھے اور اسی دن شام کو مغرب و عشاء کے درمیان یعنی شب جمعہ کو بارہ رکعات پڑھے (تاختم حدیث بہ ترکیب نماز) یہ روایت لکھ کر آخر میں تحریر کیا ہے کہ اس میں ایک راوی علی بن عبداللہ بھی ہے۔ اور ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعض محدثین نے اسے جھوٹا اور بدنام کہا ہے۔ اور ہم نے یہ سنا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ اس پر میں نے تفتیش کی تو دوسری کتابوں میں اس راوی کا نام تک نہیں پایا بلکہ ان کتابوں میں مذکور ہے کہ متذکرہ راوی علی بن عبداللہ شاید اس روایت کے راویوں کی روایت کے زمانہ تک پیدا نہیں ہوا۔

حافظ عراقی نے اپنی امالی میں لکھا ہے "حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے تساہل سے کام لے کر اسے امالی ابن حصین کی چودھویں مجلس میں تحریر کیا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے رجب کی لو چندی میں نماز کی حدیث حسن و غریب ہے۔

حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے "جس نے یکم ماہ رجب کو بعد نماز مغرب (۲۰) رکعات پڑھیں (تاختم حدیث) تو اس نماز کے ثواب کا اثر یہ ہے کہ بغیر

(بقیہ صفحہ سابقہ) اور شہودی مسلک کے مالک تھے اور ان کے اقوال کے مطالب ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے اس لئے بہتر طریقہ کا یہی ہے کہ وہ کام کریں جو سیرت پاک سے ثابت ہو۔ نماز شب رغائب اور اسی طرح کی دوسری نمازوں اور روزوں کا حدیث سے ثبوت نہیں اس لئے ان کو مخصوص نہ کیا جائے اور بدعات سے پرہیز کرنا ہی افراط و تفریط سے بچنا ہے۔ ہم حضرت شیخ سے بدعقیدہ نہیں بے انتہا احترام کرتے اور ان کے ارادت مند ہیں ۱۲ -

حساب وکتاب اور بغیر کسی ورغدغہ کے بجلی کی مانند بہ شخص پل صراط سے گذر جائے گا (جوزقانی نے بھی یہی تحریر کیا ہے) اور اس میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ابن جوزی نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ماہ رجب میں جس نے روزہ رکھا اور دو رکعات نماز اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی تو جب تک وہ بہ عین حیات جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے اس وقت تک اس کی روح پرواز نہ ہوگی" اس حدیث کے آخر میں اپنی رائے لکھی ہے کہ اس میں کئی راوی مجہول اور متروک ہیں۔

ابن حجر نے یہ حدیث قلمبند کی ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب کو جس نے بارہ رکعات اس طرح پڑھیں کہ سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی اور بارہ رکعات پڑھنے کے بعد اس نے بیٹھے بیٹھے ہی سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر چار مرتبہ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ط پڑھا اور دوسرے دن یعنی ۲۸ رجب کو روزہ رکھا تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے ساٹھ سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور یہ وہ شب ہے جس میں اللّٰہ نے سرور عالم ؐ کو مبعوث فرمایا اور تاج نبوت پہنایا۔ پھر اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے حالانکہ میری (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات میں یہ حدیث پائی نہیں گئی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی خاص طباعت میں ہو۔

حافظ ابن حجر مکی نے لکھا ہے" ہمیں حضرت انس ؓ کی زبانی مرفوعاً یہ حدیث دستیاب ہوئی ہے کہ ۲۷ رجب کو اعمال وعبادت کرنے والے کے نام سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جس نے اس شب میں بارہ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی اور ہر دوسری رکعت کے آخر میں تشہد پڑھ کر سلام پھیرا اور بارہ رکعات پڑھنے کے بعد سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ط ط ط سو مرتبہ استغفر اللّٰہ سو مرتبہ اور درود شریف سو مرتبہ پڑھ کے اپنے دنیاوی امور کی تکمیل کے لئے دعا مانگی اور پھر صبح کو روزہ رکھا تو اللّٰہ اس کی تمام دعائیں

قبول کرے گا بجز کسی خواہش جرم کے اس سے بیہقی نے لکھ کر آخر میں لکھا ہے کہ اس میں دو راوی بدنام ہیں)

شبِ معراج ممالک عربیہ میں مشہور ہے کہ رسول اکرمؐ کو بتاریخ ۲۷ رجب معراج شریف ہوئی اور اسی زمانہ میں سرزمین عرب کے باشندے رجبی مناتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ صحرا اور وادیوں کے دور دراز مقامات سے لوگ جوق در جوق رسول اکرمؐ کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ میں حاضری دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ۲۷ رجب تاریخ معراج شریف صحیح نہیں ہے اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ بعثت کے بارہویں سال ماہ رمضان یا ماہ ربیع الاول کی سترھویں تاریخ کو معراج شریف ہوئی۔ اور یہی اکثر محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ پندرہویں رجب کی خاص طور پر عظمت کی جائے اس میں بکثرت نماز پڑھی جائے اور اس دن روزہ رکھا جائے پندرہویں اور چھبیسویں رجب کو یوم استفتاح یعنی روز قبولیت دعا کہتے ہیں۔ اور اس دن روزہ رکھنے کو مریم کا روزہ کہتے ہیں، عوام کی ان مشہور روایات کو میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) نے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ اس کے ثبوت و جواز یا انکار و تردید کی کوئی حدیث مجھے نہیں ملی۔ اور باقی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

رجبی میں قربانی اسلام کے ابتدائی زمانہ میں باقوال جمہور جو چیزیں منسوخ کی گئیں ان میں سے "عتیرۃ" بھی ہے۔ عتیرۃ ایک بکری کو کہتے ہیں جو ماہ رجب میں بزمانہ ابتدا اسلام ذبح کی جاتی تھی۔

جمہور علماء کا قول ہے کہ بزمانہ ابتداء اسلام میں اسی رجبی کی قربانی کو منسوخ کردیا گیا ہے۔

طیبی نے لکھا ہے کہ ابن سیرین ماہ رجب میں عتیرۃ (بکری) کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور رجب میں کسی بکری کی قربانی نہیں کی جاتی" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رجبی میں قربانی کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی مذکور ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا

فرع اور عتیرۃ کوئی چیز نہیں۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ فرع کے معنی ہیں اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جو مشرک اپنے بتوں کے نام پر (چڑھاوے کے طور پر بھینٹ چڑھانے کے لیے) کاٹتے تھے۔ اور عتیرہ وہ بکری ہے جو ماہ رجب میں رجبی کے طور پر ذبح کرتے تھے۔

ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ نے میدان عرفات میں فرمایا۔ لوگو! اچھی طرح سن لو کہ ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔ اور تم جانتے ہو۔ عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے جسے تم لوگ رجبیۃ (رجبی) کہتے ہو۔ اس حدیث کے آخر میں ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ اور ابوداؤد میں تحریر ہے کہ عتیرہ وہ بکری کا ذبیحہ ہے جو پہلے بتوں کے نام پر کاٹتے تھے۔ اور اب ماہ رجب میں عتیرہ کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ اور حدیث شریف میں عتیرہ سے مراد رجب میں قربانی کرنا ہے

شعبان

لغت قاموس میں ہے کہ شعبان ایک مشہور مہینہ ہے۔ شعبان کی جمع شعبانات اور شعابین وشعبانیین آتی ہے۔ یہ باب تفعّل تشعّب سے ہے اور اس کے معنی ہیں تفرق پھیلانا اور شاخ در شاخ ہونا۔

رافع نے حضرت انسؓ کی زبانی لکھا ہے حدیث میں ہے کہ اسی ماہ کا نام شعبان اس لئے رکھا گیا کہ روزہ دار کو اس ماہ میں شاخ در شاخ برابر بڑھتی رہنے والی خیروخوبی میسر ہوتی ہے تاآنکہ روزہ دار جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

ماہ شعبان کے مضامین کو تین مقالوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلا مقالہ

بلحاظ احادیث صحاح ستہ فضیلت ماہ شعبان اور بغیر تخصیص پندرھویں شب کے روزے کی فضیلت۔

ماہ رجب ورمضان کے درمیانی مہینہ شعبان سے لوگ غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال کا زیادہ ثواب دیا جاتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ مجھے یہ امر زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال بارگاہِ الٰہی میں اس طرح پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی شعب الایمان میں حضرت اسامہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

شعبان میرا اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ اسے دیلمی نے بھی اپنی فردوس الاخبار میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ماہ رجب کی آمد پر سرور عالمؐ فرماتے تھے اے اللہ رجب وشعبان ہمارے لئے مبارک کر اور برکتیں نازل فرما اور رمضان ہمیں نصیب کر۔

اسے ابن عساکر وابن نجار نے بھی تحریر کیا ہے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، وموطا میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تحریر ہے کہ

رسول اکرمؐ روزے رکھتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے اور روزے نہ رکھتے تو خیال آتا کہ اب کبھی روزے نہ رکھیں گے۔ یعنی گاہے آپؐ مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے اور میں نے رسول اکرمؐ کو ماہ شعبان کے سوائے کسی دوسرے مہینہ کے پورے روزے رکھتے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ تعداد میں روزے رکھتے تھے۔

مسلم و نسائی میں ابی سلمہؓ کی زبانی درج ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رسول اکرمؐ کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ چند دن کے علاوہ باقی ماندہ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رسول اکرمؐ ماہ شعبان میں زیادہ دنوں تک روزے رکھتے تھے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ نے پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں۔

ابوداؤد نے ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی یہ لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ کو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت شعبان کے روزے بہت محبوب تھے تاآنکہ ماہ رمضان تک روزے رکھتے تھے۔

نسائیؒ نے بھی ترمذی و ابوداؤد کی یہ روایت نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں نسائیؒ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ سرورِ عالمؐ گاہے مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے۔ آپؐ شعبان میں قدرے کم اور کبھی زیادہ دن تک روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپؐ چند دن کم باقی ماندہ ایام ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپؐ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی مرقوم ہے رسول اکرمؐ دیگر مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے

اپنی طاقت کے موافق اعمال صالحہ کرتے رہو اور بلاشبہ اللہ نہیں تھکتا بلکہ تم لوگ تھک جاتے ہو۔ (تا ختم حدیث) اور ابوہریرہؓ کی زبانی بھی یہی حدیث مروی ہے۔

ابوداؤد میں ابوہریرہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول اکرمؐ چند دن کم ماہ شعبان کے اتنے روزے رکھتے گویا پورے ماہ شعبان آپؐ کا روزہ دار ہونا معلوم ہوتا تھا۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھتے ہوئے صرف شعبان ور مضان میں دیکھا ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اکرمؐ سال میں کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھتے البتہ ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے تاآنکہ رمضان کے روزوں سے ملا دیتے تھے۔

نسائی نے مذکورہ دونوں احادیث لکھی ہیں اور دوسری روایت کو بطور خاص لکھا ہے۔

نسائی نے حضرت اسامہؓ کی زبانی لکھا ہے میں اسامہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ میں نے آپؐ کو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے یہ کیا بات ہے! ارشاد عالی ہوا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ عام طور پر غفلت برتتے ہیں۔ یہ مہینہ رجب ور مضان کے درمیان ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں بالراست پیش ہوتے ہیں۔ ان امور کے پیش نظر میری خواہش ہے کہ میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

دیگر احادیثِ فضیلت مندرجہ جامع کبیر

۲۔ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث جو جامع کبیر میں درج اور شیخ الاسلام امام وقت، عارف باللہ ابوالحسن بکری رح نے بیان کی ہیں حسب ذیل ہیں۔

شعبان وہ مہینہ ہے جو رجب ور مضان کے درمیان ہے اور لوگ اس

سے غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ اس ماہ کے اعمال بالراست بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور مجھے یہ امر زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں" اس حدیث کو بیہقی نے بھی شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

عطا بن یسار کی زبانی بیان ہے کہ رسول اکرمؐ سب مہینوں سے زیادہ ماہ شعبان میں روزے رکھتے تھے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس سال میں مرنے والوں کی مدت واوقات بھی اسی مہینہ میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت اسامہؓ کی زبانی مروی ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا (دیلمی نے بعد اپنی مسند الفردوس میں یہ حدیث لکھی ہے)

حضرت عائشہؓ کی زبانی مروی ہے کہ کسی عورت نے کہا وہ رجب کا روزہ رکھتی ہے تو میں نے کہا اگر تم روزہ رکھنا ہی چاہتی ہو تو ماہ شعبان میں روزے رکھو کیونکہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔ (اسے ابن زنجویہ نے بھی لکھا ہے) نیز حضرت صدیقہؓ کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رسول اکرمؐ ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سال مرنے والوں کا نام مُردوں کی فہرست میں اسی ماہ لکھا جاتا ہے، اور یہ ایک بات یہاں تک لکھی جاتی ہے کہ فلاں شخص جو شادی کرے گا وہ اور فلاں شخص جو حج کرے گا اور ان کے نام اس سال مرنے والوں کی فہرست میں لکھے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی مروی ہے کہ رسول اکرمؐ پورے شعبان روزہ دار رہتے تھے ایک مرتبہ میری دریافت پر آپؐ نے فرمایا ایک سال میں مرنے والوں کے نام اللہ تعالےٰ ماہ شعبان میں تحریر کردیتا ہے اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ میری مدت حیات ظاہری اس ماہ میں اس صورت سے لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں" آپؐ کے اپنی بات کا مطلب یہ ہے کہ میرے روزہ دار ہونے کی حالت میں میری مدت حیات ظاہری کی کتابت فرمادی جائے۔ اور اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہر ایک کو اس کی لکھی ہوئی موت وقت مقررہ پر آتی ہے۔ اور ہر ایک خاتمہ بالخیر کا امیدوار ہے اسی لئے عبادت کے منجملہ

روزہ بہترین عبادت ہے۔

اس روایت کو امام وقت شیخ ابوالحسن بکری ؒ نے بھی بیان کیا صحاح ستہ و جامع کبیر کی احادیث کے علاوہ امام وقت شیخ ابوالحسن بکری ؒ نے حسب ذیل احادیث لکھی ہیں۔ اور روایت متذکرہ بالا کو صحیح لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے اس پر یہ روایت ثبوت و دلیل صحت ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے اور ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ اور دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ رمضان کے پورے روزے رکھتے تھے۔ میں نے ایک دن کہا یا رسول اللہ ماہ شعبان کے روزے آپؐ کو کیوں زیادہ پسند ہیں؟ ارشاد عالی ہوا۔ سال بھر میں مرنے والوں کے نام اسی ماہ شعبان میں لکھے جاتے ہیں۔ اس لئے میری دلی خواہش ہے کہ اس ماہ میں جس وقت میری مدت حیات ظاہری لکھی جائے تو میں روزہ دار ہوں اور عمل صالح میں مشغول ہوں۔

نیز حضرت صدیقہؓ کی زبانی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن لوگوں کی روحیں قبض کرنا ہوتی ہیں انکے نام کی فہرست اسی ماہ شعبان میں ملک الموت کو دی جاتی ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام اس حالت میں درج فہرست کیا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ مرنے والوں کے ناموں کی فہرست پندرھویں شعبان کی رات کو تیار کی جاتی ہے۔ آپؐ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ رات کے وقت بظاہر روزہ نہیں ہوتا اس لئے روزہ دار رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بوقت کتابت شب، اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت کو جاری رکھے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن وقت مرنے والوں کی فہرست بناتا ہے اور رات کے وقت وہ فہرست ملک الموت کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس کا ثبوت دوسری احادیث سے بھی ملتا ہے اور اس روایت کو ابن ابی دنیا نے بھی تحریر کیا ہے۔

عطاء بن یسار کا بیان ہے شعبان پندرھویں شب میں ملک الموت کو ایک

فہرست دے کر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں لکھے ہیں ان کی روح اس سال وقت مقررہ پر قبض کرنا۔ اور شعبان کی پندرہویں شب کے وقت لوگوں کے حالات متفرق ہوئے ہیں کوئی فرش فروش کرتا ہے۔ کوئی باغوں کے درخت لگانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ کوئی نکاح کرتا ہوتا اور کوئی شادی کی تیاری میں مصروف ہوتا ہے۔ اور کوئی محلات بنوا تا ہوتا ہے۔ لوگوں کی مشغولیات کے وقت دوسری طرف اللہ تعالیٰ ان کی موت کا دن تاریخ لکھنا ہوتا ہے۔

دیلمی نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک مدت حیات ظاہری منقطع کرنے کا وقت و دن لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ ان کے مرنے والوں میں سے فلاں فلاں شخص کی فلاں وقت شادی ہوگی اور فلاں وقت یہ مرنے والا بچہ پیدا ہوگا۔

عثمان بن مغیرہ افنس رضؓ کی زبانی بھی اس قسم کی روایت شیخ ابوالحسن بکری نے تحریر کی ہے۔

دوسرا مقالہ احادیث کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کی فضیلت حکم الٰہی فیھا یفرق کل امر حکیم (اس شب میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ دیا جاتا ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عکرمہ رضؓ نے بیان کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات میں سال بھر کے تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس رات زندہ رہنے والے اور حج کرنے والے سب کے نام کی فہرست تیار کی جاتی ہے جس کی تعمیل میں کسی قسم کی ذراسی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ کتابت کا یہ کام لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اگرچہ اس کی ابتداء پندرہویں شعبان کی شب سے ہوتی ہے۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اپنے والد و چچا کی زبانی اپنے دادا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ فرماتے تھے "اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس شب میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے البتہ مشرک اور کینہ ور کی بخشش نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت علیؓ کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان تحریر کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کو شب بیداری کرو اور دوسرے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ اس شب میں اللہ تعالیٰ مغرب کے وقت ہی سے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور کہتا ہے، ہے کوئی مجھ سے طالب مغفرت تاکہ میں اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا تاکہ اسے خوب روزی دوں، ہے کوئی مصیبت کا مارا عافیت کا خواہاں تاکہ اسے عافیت دے دوں، اور اسی طرح طلوع فجر تک اللہ تعالیٰ نوازنے کے لئے دریافت کرتا رہتا ہے۔

بندہ ضعیف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) عرض پرداز ہے کہ ہر شب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے اور اس کا یہ نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں ہوتا ہے لیکن پندرھویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ کا نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں منحصر نہیں بلکہ سر شام مغرب ہی کے وقت سے صبح فجر ہونے تک آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اور اسی وجہ سے پندرہویں شعبان کی شب کی یہ فضیلت و برتری ہے۔ اور ایک حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ اس شب اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو عظیم تر عطیات سے سرفراز کرتا ہے اس کا ثبوت علمی متذکرہ بالا روایت ہے جس میں ارشاد ہے کہ اسی طرح طلوع فجر تک نوازنے کی خواہش کرتا رہتا ہے۔

نوفل بکالی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پندرھویں شعبان کی شب میں اکثر باہر آتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہویں شعبان کی شب میں باہر آئے اور آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا کہ ایک مرتبہ حضرت داؤدؑ نے پندرہویں شعبان کی شب میں جانب آسمان نظریں کرتے ہوئے کہا تھا یہ وہ وقت ہے جس شخص نے اللہ سے دعا مانگی اس کی دعا اللہ نے قبول کی۔ اور جس نے دعائے مغفرت کی اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔ بشرطیکہ دعا کرنے والا عشار (دسواں حصہ لینے والا) جادوگر، کاہن نجومی، جلاد، خال نکالنے والا، گوّیا اور باجہ بجانے والا نہ ہو، اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہ دُعا کی اے اللہ اے داؤد کے رب! اس شب جو شخص دُعا مانگے یا مغفرت کا طالب ہو اس کی دُعا قبول کر لے۔ کیونکہ اس رات تیرا خصوصی فضل و کرم کرنا زبان زد خاص و عام ہے اگرچہ دوسری راتوں میں بھی کرم کرتا ہے۔

اور پھر کہا اللہ تعالیٰ اسی رات میں تمام لوگوں کی مغفرت کرتا ہے البتہ مشرک کینہ پرور اور قاطع رحم کی دعا نہیں سنتا۔ (ابن ماجہ)

ابن ماجہ میں ابی موسیٰ رضؓ کی زبانی مرقوم ہے کوئی رات، شب قدر کے بعد پندرھویں شعبان کی شب سے زیادہ افضل نہیں ہے اس شب میں اللہ آسمان دنیا پر نزول کرتا اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت کرتا ہے بشرطیکہ دعا کرنے والا مشرک کینہ پرور اور قاطع رحم و بدسلوک نہ ہو۔

(اور ابو سعید بن منصور نے عطار بن یسار کی زبانی بھی یہی بیان کیا ہے)

امام بیہقی نے معاذ بن جبل کی زبانی لکھا ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ نزول اجلال فرماتا ہے اور مشرک و کینہ ور کے علاوہ تمام طالبانِ مغفرت کی مغفرت کرتا ہے۔

علامہ دینوری نے اپنی مسالک میں لکھا ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میں اللہ تعالےٰ اپنے مقرب فرشتہ ملک الموت کو بتا دیتا ہے کہ اسے اس سال ان ان لوگوں کی روح قبض کرنا ہے امام بیہقی نے راشد بن سعد سے مرسلاً روایت کی ہے کہ اللہ تعالےٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ایک بقرعید کی رات دوسری عیدالفطر تیسری پندرھویں شعبان کی شب جس میں مدت حیات و رزق اور حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور چوتھی عرفہ کی رات ان چاروں راتوں میں شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے رسول اکرم ؐ نے فرمایا جبریل ؑ نے میرے پاس آکر کہا یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے اس میں اللہ اپنے گنہگار بندوں کو جن کی تعداد قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہو تب بھی مغفرت کرتا ہے۔

ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی لکھا ہے ایک شب رسول اکرم ؐ میرے پاس نہ تھے میں آپ کو تلاش کرنے چلی۔ اور آپ ؐ جنت البقیع میں اپنا سر مبارک آسمان کی جانب بلند کئے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ کیا تم کو یہ خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر کوئی ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ خوف و ہراس تو ہرگز نہیں البتہ گمان ہوا تھا کہ

آپؐ کسی اور بی بی کے پاس گئے ہیں اس نوبت پر سرکار کونینؐ نے ارشاد فرمایا پندرھویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔

امام بیہقی اور مؤلف جامع الاصول نے رزین کا یہ قول مزید لکھا ہے کہ جو لوگ مستحق دوزخ ہیں۔ ان کے گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔

دنیا میں مستحقین دوزخ کو معاف کرنے اور ان کی دنیا ہی میں مغفرت کرنے کے باب میں صرف متذکرہ بالا حدیث درج ہے۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں کہ پندرھویں شعبان کی شب میں اللہ اپنے بندوں کی جانب متوجہ ہو کر مسلمان مرد و زن کی مغفرت کرتا ہے۔ کافروں کی دعائیں قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔ اور کینہ وروں کو ان کی کینہ پروری کے سبب مہلت دیتا ہے تاکہ وہ کینہ وری ترک کر کے پھر دعا کریں۔ (بیہقی)

ابن قانع نے ابی ثعلبہ خشنی کی زبانی روایت کی ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میں مشرک، کینہ ور، بدسلوک و قاطع رحم، پائنچے لٹکا کر چلنے والے، والدین کو ستانے والے اور شراب خور کی طرف اللہ تعالیٰ نظر تک نہیں کرتا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اسے تحریر کر کے اسے بھی ضعیف لکھا ہے۔

بیہقی نے عثمان بن عاص کے ذریعہ حضرت صدیقہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں ندا آتی ہے، ہے کوئی طالب مغفرت تاکہ اس کی مغفرت کر دوں۔ ہے کوئی سائل تاکہ اس کا دامن گوہر مراد سے بھر دوں، اور اللہ تعالےٰ ہر سائل کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور زانیہ عورت و مشرک کی کوئی دعا سنتا ہی نہیں۔

کعب کی روایت ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب اللہ تعالےٰ جبرئیلؑ کو جنت میں بھیج کر کہلواتا ہے کہ پوری جنت سجادی جائے کیونکہ آج کی رات آسمانی ستاروں دنیا کے شب و روز، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر اپنے بندوں کی مغفرت کروں گا۔

عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ یکم ماہ شعبان کو اللہ تعالےٰ جبرئیلؑ کو اس

سال فوت ہونے والوں کی فہرست دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان لوگوں کی روح قبض کرنا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی فہرست ہوتی ہے جو دنیا میں شادی بیاہ کرتے۔ مکان بناتے، درخت لگاتے، مظالم کرتے اور فسق فجور وغیرہ کرتے ہوتے ہیں اور ان کو حیات دنیاوی میں مشغولیت کے سبب پتہ تک نہیں ہوتا کہ وہ اس سال موت سے ہم آغوش ہوں گے۔ (ابن زنجویہ)

معانی الفاظ حدیث

قاموس میں ہے کہ شحناء (شین کے زیر کے ساتھ) کے معنی ہیں۔ عداوت و دشمنی۔ اور مشاحنہ کے معنی ہیں کینہ ور۔

مشاحن کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس کے معنی ہیں بدعتی جو جماعت اہل سنت سے خارج ہے (یعنی عداوت رکھنے والا۔ کینہ ور) نہایۃ میں ہے کہ مشاحنًا کے معنی ہیں۔ عداوت رکھنے والا اور شحناء کے معنی ہیں کینہ و عداوت۔

اوزاعی نے لکھا ہے کہ حدیث میں مشاحن کے معنی ہیں بدعتی اور جماعت اہل سنت کو چھوڑ دینے والا۔ طیبی نے لکھا ہے کہ شحناء کے معنی عداوت، کینہ اور انتقام لینے کی فکر رہنے والے کے ہیں۔ اور ممکن ہے اس لفظ سے وہ رنجش مراد ہو جو مذہب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف نفس امارہ کی بناء پر دل میں بھری ہوتی ہے۔ اور ناظرین الغریبین میں شحناء کے معنی "بھر دینا" ہیں۔

عشر کے معنی قاموس میں ہیں دس میں ایک کا حصہ لے لینا۔ اور نہایۃ میں بھی اس کے معنی 1/10 حصہ لینا۔ اور حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ اگر عاشر کو پاؤ تو اسے قتل کر دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایسے شخص کو پاؤ جو زمانہ جاہلیت کی مانند دسواں حصہ اپنے مذہب پر لدہ کر یا عشر کو جائز جان کر لیتا ہو تو اس شخص کو قتل کر دو اگرچہ عشر کو جائز جاننے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ لینے کے خلاف دسواں حصہ لیتا ہو۔ البتہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں یا ان کے بعد، کاشت کی زمین کا جو ٹیکس آب رسانی کے بعد لیا جاتا ہے۔ اس کا نام بھی عشر ہے۔ اور ذمیوں کے مال تجارت پر جو ٹیکس لیا جاتا ہے اس کا نام بھی عشر ہے۔ اور یہ دونوں ٹیکس مندرجہ بالا حدیث کے لفظ

عُشر کے معنی سے جدا ہیں[1]۔
طیبی نے لکھا ہے کہ حدیث میں جادوگر اور دسواں حصہ لینے والے کی عدم بخشش کا جو حکم ہے یہ اس طرف اشارہ کو رہا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم ہیں۔ اور عریف کے معنی عرّاف یعنی نجومی کے ہیں جو عالم غیب ہونے کا دعوٰے کرتے ہیں حالانکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ اور نہایۃ میں یہ حدیث مذکور ہے کہ جس نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جاکر اس کے قول کی تصدیق کی تو گویا ایسے شخص نے رسول اکرمؐ پر نازل شدہ قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کی اور کفر کیا۔ طیبی کا بیان ہے کہ عریف (نجومی) کہانت (غیب کی باتیں بتانے) کی وہ قسم ہے جو مال مسروقہ یا گم شدہ کی برآمدگی کا اپنے قول و حال وغیرہ سے ثبوت دیتا ہے اور کہانت کرنے والا یعنی کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کے حالات کی اٹکل پچو خبر دیتا ہے۔ شُرط اور شُرطہ اس گروہ کا نام ہے جو حکام کے مددگار ہوتے ہیں۔ اور شُرطی میں یائے نسبتی ہے جس کے معنی نہایۃ میں ہیں مقدمۃ الجیش یعنی فوج کا اگلا حصہ اور حاکم کے سامنے نفاذِ حکم کے لئے چلنے والا۔ لیکن حدیث میں شرطی سے مراد ظالم و جفاجو ہیں۔ نیز وہ لوگ مراد ہیں جو ظالموں کے معین و مددگار ہوتے ہیں[2]۔ علامہ نوویؒ نے قاموس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جابی کے یہ معنی ہیں کہ گمان کی بنا پر مال نکال لینا۔ اور حدیث میں جابی سے مراد وہ شخص ہے جو بادشاہ و حاکم اعلیٰ کے پاس مال حرام لے کر آئے۔ کُوبہ کے معنی طبل و بربط وغیرہ یعنی باجے کے ہیں۔ اور یہی معنی نہایۃ میں علامہ جزری نے لکھے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ بلا شک و شبہ اللہ نے شراب اور کوبہ (باجہ) کو حرام قرار دیا ہے جامع الاصول کی شرح میں لکھا ہے کہ کُوبہ وہ چھوٹا سا طبلہ ہے جو دو سروالا ہوتا ہے۔ (جسے ڈگڈگی

---

[1] اس حدیث میں عاشر سے مراد وہ شخص ہے جو مال میں سے چالیسواں حصہ مقررہ زکوٰۃ لینے کے بجائے صرف دسواں حصہ وصول کرے یا وصول کرائے۔ ۱۲

[2] شُرطی بالفظ بزمانہ حال کانسٹبل پولیس کو کہتے ہیں ۱۲

بھی کہتے ہیں ۔ (از مترجم اقبال الدین احمدؔ)

عرطبہ کے معنی قاموس میں عود، طنبورہ یا طبلہ کے ہیں یعنے باجے اور باجہ بجانے والا ۔ اور مسبل کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنے لمبے لمبے کپڑے زمین پر غرور و تکبر کے اظہار کے لئے لٹکائے ۔

قاضی عیاض نے اپنی مشارق الانوار میں یہ حدیث نقل کی ہے اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے کلام نہیں کرے گا ایک وہ جو ازار (تہبند، پائیجامہ و پتلون) وغیرہ کو لٹکا کر چلے اور غرور و تکبر کے طور پر اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسیٹ کر چلے ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر غفاری[ل] کے ذریعہ رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ روز محشر اللہ تین شخصوں سے کلام نہیں کرے گا ۔ ان کی طرف نظر نہیں کرے گا ۔ انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اس جملہ کو رسول اکرمؐ نے تین مرتبہ ادا فرمایا ۔ اس پر میں (ابو ذر غفاری) نے کہا رسول اللہؐ یہ نقصان و خسارے والے کون لوگ ہیں ؟ ارشاد فرمایا کپڑا لٹکانے والے، کچھ دے کر احسان جتلانے والے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال تجارت کو رواج دینے والے ۔ امام نووی ؒ نے لکھا ہے ازار لٹکانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے تہبند و پائیجامہ وغیرہ کے پائینچوں یا باقی ماندہ نچلے کپڑے کو از راہ تکبر و غرور زمین پر گھسیٹ کر چلے ۔ اور خیلاؔر کے معنی غرور و تکبر کے ہیں اور غرور کے ساتھ اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسیٹ کر چلنا یہ وعید ان لوگوں کے لئے جو غرور و تکبر کرتے ہیں ۔ اور بلا شک خبر رسول اکرمؐ نے اس بارے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اجازت دی کہ وہ کپڑے گھسیٹ کر چل سکتے ہیں کیونکہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو غرور و تکبر کریں ۔ اور آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنا تہبند اسی طرح باندھ سکتے ہیں جو چلنے میں زمین پر گھسٹتا رہتا ہے ۔ امام جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ صرف ازار کو گھسیٹ کر چلنے کے الفاظ حدیث میں اس لئے ہیں کہ لوگ عموماً ازار ہی لمبی پہنتے تھے ۔

ل ایک قبیلہ کا نام ہے اور غفاری غفار کی جانب منسوب ہے ۔ یہ غین کے زبر کے ساتھ ہے ۱۲

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ صرف ازار لٹکانا حکم رسالتمآبؐ میں خصوصی حکم نہیں ہے بلکہ ہر کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت ہے جیساکہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ازار قمیص اور عمامہ بھی زمین پر گھسیٹتا جاتا ہے اور جس نے اپنے جسم کا کوئی لباس بھی ازراہ غرور زمین پر گھسیٹا تو روز محشر اللہ اس کی جانب نظر کرم نہیں کرے گا۔

اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بہ اسناد حسن تحریر کیا ہے۔ (ختم شدہ کلام امام نوویؒ)

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ اکثر احادیث میں صرف کپڑے گھسیٹ کر چلنے اور بعض احادیث میں ازار گھسیٹ کر چلنے کی ممانعت کے الفاظ ہیں۔ اور گھسیٹ کر چلنے میں کسی خاص کپڑے کا ذکر کرنا شاید راوی کے اپنے ذاتی فہم کی بات ہے ورنہ ہر وہ لباس جو پہنا جاتا ہے اسے ازراہ غرور گھسیٹ کر چلنے کی شارعؑ نے ممانعت فرمائی ہے اگرچہ ازار گھسیٹنے کے الفاظ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تیسرا مقالہ پندرہویں شعبان کی شب میں شب بیداری، دن میں روزہ اور وظائف و اعمال کے ثبوت درج ذیل ہیں حضرت علیؓ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا پندرہویں شعبان کی شب میں شب بیداری کرو اور دن میں روزہ رکھو (تاختم حدیث)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میری باری تھی۔ اور رسول اکرمؐ میرے گھر میں تھے۔ لیکن آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا تو آپؐ کو نہ پایا اور میرے دل میں دوسری عورتوں والی بات آئی چنانچہ میں چادر اوڑھ کر دوسری ازواج کے گھروں میں گئی لیکن وہاں آپؐ نہ ملے تو میں گھر لوٹ آئی اور میں نے آپؐ کو اپنے کمرہ میں اسی حالت میں سجدہ ریز دیکھا گویا کوئی کپڑا اکھٹا پڑا ہو۔ آپؐ سجدہ میں یہ دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ میرے خیال و ضمیر نے تجھے سجدہ کیا اور میرا دل بھی تیرے حضور سجدہ ریز ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے بذات خود اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اے عظیم و برتر! تو ہی ہر بڑے کام کا

مرکز امید ہے میرے گناہ معاف کر دے۔ اے اللہ میں اپنی اس پیشانی سے تجھے سجدہ کرتا ہوں جس کا تو ہی خالق وصورت گر ہے۔ اے اللہ تو نے ہی آنکھ اور کان عنایت فرمائے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے سر مبارک اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ دعا مانگی اے اللہ تیرے غصہ سے پناہ مانگتا اور تیری رضامندی کا طالب ہوں۔ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا اور تیرے عفو ورحم کا طالب ہوں۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ میں ہمہ دم بیش تیری ویسی تعریف وثنا کرتا ہوں جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ اور جس طرح میرے بھائی داؤدؑ نے دعا کی تھی ویسی ہی میں بھی یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تیرے حضور میں اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہوں اور سجدہ صرف تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ اس کے بعد سر مبارک اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ مجھے وہ پاکیزہ دل عنایت فرما جس میں شرک کا بالکل شائبہ نہ ہو، جو فسق و فجور اور سختی کرنے سے بلند ہو۔ پھر وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آئے اور میری چادر اوڑھلی اور میری حالت یہ تھی کہ میری سانس پھول رہی تھی۔ یہ دیکھ کر فرمایا اے حمیرا کیا بات ہے؟ سانس کیوں پھول رہی ہے؟ میں نے پورا ماجرا کہا تو میرے گھٹنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا واہ[1] ان گھٹنوں نے آج کی رات ملاقات نہیں کی۔ حالانکہ آج پندرھویں شعبان کی شب ہے جس میں اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اور مشرک وکینہ ور کے سوائے اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے۔ (بیہقی)

امام وقت عارف باللہ شیخ ابوالحسن بکریؒ کا بیان ہے کہ اس رات یہ بہترین دعا کرنی چاہیئے۔ اے کرم پرور اللہ! عفو و درگذر تجھے محبوب ہے میرے گناہ معاف کر دے۔ اے اللہ! میں تیرے حضور عفو و عافیت اور دین و دنیا میں دائمی امن وامان وعافیت کا طلبگار ہوں۔ اس کے بعد شیخ نے کہا اگر چہ متذکرہ

---

[1] قاموس میں ویس کے معنی لکھتے ہیں کہ وہ جملہ ہے جو از راہ مہربانی بچوں کو بہلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن میں مترجم نے اس کا ترجمہ "واہ" کیا ہے۔ اللھم اغفرلی ذنوبی وخطیاتی۔ (اقبال الدین احمد)

دعا لیلۃ القدر میں کی جاتی ہے۔ لیکن شب قدر کے بعد، شعبان کی پندرھویں شب افضل ہے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔

اس شب کی بہترین دعا

بہترین دعا وہ ہے جو عمدہ اسناد و روایات کے ساتھ بیان کی گئی ہو۔ چنانچہ ابو بُرَیْدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آدم عؑ نے آسمان سے زمین پر آکر خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم کے عقبی حصہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا کی۔ اے اللہ تو میرا ظاہر و باطن جانتا ہے۔ میں تجھ سے اس ایمان کا طلبگار ہوں جو قلب کی قوت دے۔ اور وہ سچا ایقان عنایت کر۔ جس کے ذریعہ یقین کامل ہو جائے کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے لکھ دیا ہے۔ اے اللہ اپنی مرضی پر مجھے راضی برضا رہنے کے لئے ثابت قدم رکھ۔ اس پر اللہ نے آدم عؑ سے بذریعہ وحی کہا اے آدم عؑ تم نے جو دعا مانگی وہ میں نے قبول کی اور آئندہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی یہ دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا، اس کی مغفرت کروں گا۔ اس کے غم و آلام دور کروں گا۔ اور ہر تاجر کو اتنا زیادہ دوں گا۔ کہ دنیا اس کے ناک رگڑتی آئے گی اگرچہ تاجر کو اس کی خواہش نہ ہو۔

شعبان کی پندرہویں شب میں شب بیداری کا حکم

شعبان کی پندرہویں شب میں مختلف روائتیں ہیں۔

تابعین میں سے خالد بن معدان، مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہ شب بیداری کے قائل ہیں۔ اور عطاء و ابن ابی مُلیکہ وغیرہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور علماء شافعی و مالکی کا بھی یہی مسلک ہے۔

خالد بن معدان، لقمان بن عامر اور اسحٰق بن راہویہ مسجد میں جمع ہو کر اس رات شب بیداری کرتے تھے۔ اور خالد و لقمان کی یہ حالت تھی کہ شعبان کی پندرہویں شب میں یہ دونوں عمدہ لباس زیب تن کرتے، سرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتاں جاگتے تھے۔

اب جو شخص شعبان کی پندرھویں رات کو شب بیداری کرے تو یہ امر احادیث

کے مطابقت میں بالکل مستحب ہے۔ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن احادیث سے کسی فعل کا جائز ہونا پایا جائے وہ فعل مستحب ہے۔ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ سال بھر کی حسب ذیل چار راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ ان شبوں میں بہت زیادہ خیر و برکت نازل فرماتا ہے۔

اول یکم رجب کی شب، دوم پندرہویں شعبان کی شب، سوم عیدالفطر کی شب اور چہارم بقرعید کی شب۔

میری (عبدالحق کی) رائے میں یہ روایت قابلِ نظر ہے۔

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے ایک جمعہ کی رات، ایک عیدین کی رات، ایک یکم رجب کی رات اور ایک پندرہویں شعبان کی رات۔

امام احمد ابن حنبلؒ نے شعبان کی پندرہویں شب میں شب بیداری کے اثبات یا نفی کی بابت کوئی رائے نہیں دی ہے۔ حالانکہ عیدین کی شب میں جاگنے کی بابت دو روایتیں تحریر کی ہیں۔

رسول اکرمؐ کا یہ عمل ثابت ہے کہ پندرہویں شعبان کی شب میں مسلمان مرد و زن اور شہدا کی دعائے مغفرت کے لئے آپؐ قبرستان تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات رسول اکرمؐ میرے گھر تشریف لائے اور لباس اتارنے لگے لیکن پورا لباس اتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا۔ اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپؐ میری کسی سوکن ہاں جا رہے ہیں آپؐ کی روانگی کے بعد میں تعاقب میں چلی یہانتک کہ میں نے آپؐ کو بقیع غرقد میں اس حالت میں دیکھا کہ

مسلمان مرد و زن اور شہدا کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر
میں نے دل میں کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ اللہ کے کام میں مشغول
ہیں اور میں دنیاوی کام میں لگی ہوں۔ اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے گھر کمرہ
میں آگئی۔ میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپؐ تشریف فرما ہوئے اور
فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہی ہے؟ میں نے کہا میرے ماں
باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ تشریف لاکر لباس اتارنے لگے اور لباس اُتارنے نہ
پائے تھے کہ کھڑے ہو کر دوبارہ لباس زیب تن کیا۔ اس پر مجھے رشک آیا اور
گمان ہوا کہ آپؐ کسی اور ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جارہے ہیں: تاآنکہ
میں نے آپؐ کو قبرستان بقیع میں مشغول دعا دیکھا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ
کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس رسول اکرمؐ تم پر ظلم کرے گا۔ واقعہ یہ تھا کہ
جبریلؑ آئے اور انہوں نے کہا آج شعبان کی پندرھویں شب ہے۔ جس میں
قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالےٰ اپنے بندوں
کی مغفرت کرتا ہے اور مشرک، کینہ ور، قاطع رحم و بدسلوک، غرور سے زمین پر
لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور دوامی شراب خور کی طرف
اسی شب نظر کرم نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپؐ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے
عائشہؓ شب بیداری کی اجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ
آپؐ پر قربان! بصد شوق۔ چنانچہ آپؐ کھڑے ہوگئے اور عبادت کرنے لگے۔
اندرون نماز آپؐ نے ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپؐ کی قبض روح کا گمان
ہوا۔ میں اٹھ کر آپؐ کو دیکھنے بھالنے لگی۔ میں نے آپؐ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو
ان میں حرکت تھی۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی اور میں نے آپؐ کو اندرون سجدہ یہ دعا
کرتے سُنا۔ اے اللہ میں تیرے عفو و کرم کی طلب کے لئے تیرے مواخذہ کرنے سے
پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری رضامندی کے لئے تیری ناخوشی سے پناہ مانگتا ہوں
اے اللہ تیرے جلال و جمال کی قسم میں تیری ہی پناہ دہی کا خواستگار ہوں اور
مجھ سے ویسی حمد و ثنا کرنا ممکن ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔
صبح کو میں (عائشہؓ) نے آپؐ سے ان دعاؤں کا تذکرہ کیا، فرمایا یہ دعائیں

یاد کر لو اور دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو۔ کیونکہ جبرئیلؑ نے مجھے یہ دعائیں سکھائیں اور کہا سجدہ میں یہ دعائیں مکرر سہ کرر پڑھی جائیں۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ شعبان کی پندرہویں شب میں نماز پڑھ رہے تھے اور بحالت نماز آپ ﷺ نے ایک اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے آپ ﷺ کی قبض روح کا گمان ہوا چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کا انگوٹھا ہلایا جس میں حرکت معلوم ہوئی تو میں اپنی جگہ لوٹ آئی۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پوری کر کے کہا اے عائشہ اے حمیرا! کیا تمہیں یہ گمان ہوا کہ نبی اللہ نے تم پر زیادتی کی؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو آپ ﷺ کے طویل سجدہ سے روح قبض کا گمان ہوا تھا۔ اس پر ارشاد عالی ہوا جانتی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مزید نظر کرم فرمانے کے لئے آسمان دنیا پر نزول اجلال کرتا ہے اور طالبان کی مغفرت کرتا اور خواہان کرم پر رحم و کرم فرماتا ہے اور حاسد و کینہ ور کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ (بیہقی)

احادیث موضوعہ

شعبان کی پندرہویں شب میں نمازیں پڑھنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں (علی رضی اللہ عنہ) نے خود دیکھا ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب کو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے چودہ رکعات پڑھ کر نشست کی اور بیٹھے بیٹھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورہ الناس چودہ چودہ مرتبہ پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی اور لقد جاءکم رسول من انفسکم کی آیت ایک ایک مرتبہ پڑھی بعد فراغت نماز دعا میں نے آپ ﷺ سے وہ سب کچھ پوچھا جو آپ ﷺ کو روبہ عمل لاتے دیکھا تھا جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسا تم نے کرتے دیکھا ہے ایسے عمل جو شخص کرے گا اسے بیس پسندیدہ حج اور بیس سال کے مقبول روزوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ اور صبح کو روزہ رکھنے کے سبب اس کو دو سال گذشتہ اور ایک سال آیندہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں درج کر کے آخر میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوعات کے مشابہ ہے اور چونکہ اس کے راوی مجہول ہیں اس لئے یہ

منکر کو ناپسندیدہ ہے۔ نیز اس حدیث کو علامہ جوزقانی نے باطل وغلط احادیث میں شمار کیا ہے اور علامہ ابن جوزی نے موضوعات میں تحریر کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی اسناد تاریک ہیں۔

کتاب تنزیہہ الشریعت میں احادیث موضوعہ کے ضمن میں حضرت علیؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ اے علی! شعبان کی پندرھویں شب میں جس نے سو رکعات اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی (تاختم حدیث) تو اللہ تعالیٰ اپنے معزز فرشتوں کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندہ کا کوئی گناہ قلمبند نہ کرو بلکہ آیندہ سال تک اس کی نیکیاں لکھتے رہو۔ اور جو شخص یہ نماز پڑھے گا۔ اللہ اس شب کی اس نماز کے سبب اس کا نام عابدوں کی فہرست میں لکھوا دیتا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

ایک حدیث یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں جس نے سو رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں ایک ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی تو اس کا اس وقت انتقال ہوگا جبکہ اس کے جواب میں سو فرشتے آچکیں گے۔ ان سو فرشتوں کے منجملہ (۳۰) جنت کی خوشخبری دیں گے۔ (۳۰) دوزخ سے روکیں گے (۳۰) گناہ وجرائم سے باز رکھیں گے اور باقی (۱۰) فرشتے اس کے دشمنوں کو جھٹلائیں گے ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس روایت میں بدنام اور مجہول راویوں کی کثرت ہے۔

حضرت علیؓ کی زبانی ایک روایت یہ ہے کہ میں نے بچشم خود رسول اکرمؐ کو شعبان کی پندرھویں شب میں کھڑے ہو کر (۱۴) رکعات پڑھتے دیکھا ہے۔ (تاختم حدیث) اس روایت کی بابت بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی اسناد تاریک اور راوی مجہول ہیں۔

بدعتیں ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے یہ رواج کر لیا ہے کہ پندرھویں شعبان کی رات کو اپنے گھروں کی دیواروں پر چراغ جلاتے اور فخر یہ روشنی کرتے ہیں کہ ہم نے ایسی اچھی روشنی کی ہے جو دوسرے

سے اچھی ہے اور ہم اتنے آدمی ہیں جو روشنی کرتے ہیں فرداً فرداً اور اجتماعی حیثیت سے اس رات میں آتش بازی چھوڑنے اور دیگر کھیل کود کرتے ہیں، یہ وہ امور ہیں جن کی اصلیت احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی غیر معتبر کتاب میں بھی ان امور کے مسنون و سنت ہونے کی کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پائی نہیں جاتی۔

ممالک عربیہ میں سے حرمین شریفین اور غیر عربی ممالک کے کسی دوسرے شہر میں (ہندوستان کے سوائے) ان امور کا کوئی رواج نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے، عین ممکن یہ ہے بلکہ یقین واثق ہے کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے دیگر رسوم انجام دینے کی طرح ہندی مسلمانوں نے اس رسم کی پیروی کی جیسے ہندو، دیوالی کے تہوار پر اپنے گھروں کی دیواروں اور طاقوں میں دیئے جلاتے ہیں۔ اور ہندوستان کے ہندوؤں میں کفر کی وجہ سے بدعتی امور بکثرت رائج ہیں، چونکہ مسلمانوں کے ہندوؤں سے بڑے اختلاط رہے۔ ہندوؤں نے اپنی عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کی شادیاں کیں اسی اختلاط عام اور رہن سہن کے طریقہ اختیار کرنے کے سبب سے مسلمانوں نے بھی روشنی کرنے کی رسم ڈال لی ہے۔ بعض کہتے ہیں "ہم بھی کسی سیٹھ ساہوکار سے کم نہیں جس طرح وہ روشنی کرتے ہیں ویسی ہی بلکہ اس سے اچھی ہم کرتے ہیں۔

بعض متاخرین علماء کا بیان ہے کہ مخصوص راتوں میں بکثرت روشنی کرنا بدعت شنیعہ (بری بدعت) ہے اس لئے کہ ضرورت سے زیادہ روشنی کرنے کے مستحب ہونے کا شریعت میں کوئی حکم نہیں ہے[1]

علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ چراغاں اور روشنی کرنے کی ابتداء برمکیوں نے کی ہے جو نسلاً و اعتقاداً آتش پرست تھے اور ظاہری اسلام لانے کے بعد بھی انہوں نے اپنے وہمی و خیالی امور کو اسلام میں جاری رکھنے کی حتی الامکان کوششیں کیں کیونکہ اعتقادی طور پر ان کو قدیم رواج کے درست ہونے کا یقین تھا۔ نیز اسلام میں قدیم رواج و رسوم کو باقی رکھتے ہیں ان کی مصلحت یہ تھی کہ اسلام کے پردہ میں چراغ جلا کر اس کو سجدہ کرتے ہوئے آتش پرستی کی روح باقی رکھیں اور طُرّہ یہ ہے کہ جاہل ائمہ مساجد نے چراغ و روشنی اور نماز رغائب کی آڑ میں لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ بنا لیا ہے تاکہ اپنی قیادت و سرداری جتا کر دولت گھسیٹ سکیں۔ ساتھ ہی قصہ خواں مجالس میں خوب قصے بیان کر سکیں۔ اور غریبوں سے روپے بیلتے رہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ ان تمام منکرات کے بُطلان و ابطال کے لئے اللہ نے ائمہ ہدیٰ پیدا کئے ہیں، کہ منکرات ناپید ہو جائیں۔ ان ائمہ ہدیٰ میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے دوسری صدی ہجری ممالک عرب و شام کے اندر منکرات کو اچھی طرح ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔

تذکرہ میں علامہ طرطوسی نے لکھا ہے کہ ختم قرآن کی شب میں اجتماع، منبروں کا قیام عورتوں مردوں کا میل جول اور کھیل کود وغیرہ میں باہمی اختلاط اور زمانہ حال کے اعمال و کردار ناگفتہ بہ یہ سب کے سب کام کوئی اصلیت نہیں رکھتے اور ان کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے [1]

---

[1] اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو امور بدعت انجام دینے سے محفوظ رکھے بدعت ہی وہ جرم عظیم ہے جو عقبیٰ کو خراب کرتی اور ملت اسلامیہ کی مرکزیت پارہ پارہ کرتی ہے۔ (اقبال الدین احمد) ۱۲

رمضان

ماہ رمضان کے روزے اور قیام یعنی تراویح کے احکام و متعلقہ مسائل اور تراویح کی بابتہ علماء کا باہمی اختلاف۔

بعض علماء تراویح کو نفل، بعض مستحب اور بعض سنت کہتے ہیں۔ اور تراویح کو سنت کہنے والے ہی صحیح راہ پر ہیں۔ اور یہی صحیح ہے کہ مرد و زن کے لئے تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یہ وہ مسنون طریقہ ہے جو بزرگوں سے لے کر اب تک جاری ہے۔ اور مندرجہ ذیل روایت کے پیشِ نظر کوئی اختلاف باقی نہیں رہا ہے۔

امام اعظم، ابو حنیفہؒ نے امام حسن ابن علیؓ کی زبانی بیان کیا ہے کہ تراویح پڑھنا سنت ہے اور اسے کسی حال میں ترک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اکرمؐ نے ایام رمضان میں نماز تراویح پڑھی اور گاہے ترک کرتے ہوئے فرمایا میں اس خوف سے مسلسل نہیں پڑھتا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء راشدین ہمیشہ تراویح پڑھتے تھے اور رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے لوگو! میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر سختی کے ساتھ عمل کرو۔ فقہ کی بعض کتابوں میں مرقوم ہے اگر شہر کے باشندے تراویح پڑھنا چھوڑ دیں تو حاکم وقت کے لئے لازمی ہے کہ وہ تارکین تراویح کو قتل کردے۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے غلام ذکوانؓ کے پیچھے تراویح پڑھتی تھیں اور یہی عمل ام سلمہؓ کا تھا کہ وہ دیگر خواتین کے ساتھ جماعت کے طور پر اپنے غلام ام حسن بصری کی امامت میں تراویح پڑھتی تھیں۔ جسے ہم تفصیل کے ساتھ چند عنوانات میں بیان کرتے ہیں۔

رکعات تراویح

ہمارے مسلک شریعت اسلامیہ میں (۲۰) رکعات تراویح پڑھنا ہی سنت ہے۔

بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے دور خلافت میں صحابہ (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ و علی مرتضیٰ رضؓ کے زمانہ میں بھی (۲۰) ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ ماہ رمضان میں (۳) وتر پڑھتے تھے۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک حدیث مذکورہ بالا مقبول و معتمد علیہ ہے اس لئے کہ رسول اکرمؐ اور صحابہ تراویح کی (۲۰) رکعات ہی پڑھتے تھے۔

بعض لوگ حضرت عائشہؓ سے مروی روایت کو صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اپنی شب بیداری کی عادت طیبہ کے موافق (۱۱) رکعات ہی پڑھتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بعض لوگ (۱۱) رکعات پڑھتے تھے تاکہ عمل رسول اللہؐ سے مشابہت ہو جائے لیکن صحابہ و تابعین اور بعد کے بزرگوں کے عمل سے یہ امر تصفیہ شدہ ہے کہ تراویح کی (۲۰) رکعات ہی پڑھی گئی ہیں اور اب بھی (۲۰) رکعات ہی پڑھتے ہیں جو مشہور و معروف ہے۔

ایک روایت میں (۲۳) رکعات پڑھنا تحریر ہے جس میں (۳) وتر بھی جمع کر لئے گئے ہیں۔

امام مالکؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تراویح کی (۳۶) رکعات ہیں اور دوسری روایت میں (۳۹) رکعات مذکور ہیں جن میں وتر بھی شامل ہیں۔ یہ عمل صرف باشندگان مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ باشندگان مکہ معظمہ کا دستور رہا کہ وہ خانہ کعبہ کے سات چکر لگاتے اور طواف کی دو دو رکعتیں ہر دو رکعات تراویح اور وتر کے درمیان ادا کرتے۔ اور باشندگان مدینہ خانہ کعبہ کے اطراف طواف کرنے کی فضیلت سے دور رہنے کے سبب (۲۰) رکعات تراویح کے بعد چار چار رکعات مزید پڑھتے ہیں اور اپنی ان اضافہ کردہ (۱۶) رکعات کو (سنۃ عشریہ) کہتے ہیں اور ان کی یہ عادت آج تک جاری و ساری ہے اس طرح (۳۶) رکعات تراویح کے نام سے کہی جا سکتی ہیں۔ نیز اسی طرح

(۳۶) رکعات پڑھنے کی روایت حضرت عمرؓ سے بھی منسوب کی جاتی ہے جو مشہور نہیں ہے۔

بحالت موجودہ اگر آج بھی (۲۰) رکعات تراویح پر مزید اضافہ کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ممانعت نہیں۔ اور اس میں امام و مقتدی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ سب برابر ہیں رستہ عشریہ کو علیحدہ پڑھنا مناسب ہے کیونکہ تراویح کے سوائے کوئی اور نماز باجماعت پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ اور باشندگان مدینہ جو ستہ عشریہ کو باجماعت ادا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے نزدیک نفل باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

متاخرین علماء مصر شیخ قاسم حنفی کا بیان ہے کہ باجماعت نفل ادا کرنا عمل مکروہ ہے کیونکہ نفل پڑھنا اگر مستحب ہوتے تو دوسری فرض نمازوں کی مانند ان کا باجماعت پڑھنا افضل ہوتا۔ اور اگر نماز نفل باجماعت پڑھنے کا حکم ہوتا تو شب بیداری نماز تہجد باجماعت ادا کر کے طالب فضیلت پاتے اور اس صورت میں نماز نفل باجماعت ادا کرنا افضل ہو سکتی تھی۔ اور جبکہ رسول اکرمؐ اور صحابہؓ کے طرز عمل و عبادت سے نفل باجماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو اس صورت میں بھی معلوم ہوا کہ نفل باجماعت ادا کرتے ہیں کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے۔

تراویح میں نشست

مستحب یہ ہے کہ چار رکعات تراویح پڑھنے کے بعد جتنے وقفہ میں ایک ترویحہ (چار رکعت) پڑھتے ہیں اتنی مدت نشست کرے یعنی (۲۰) رکعات تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد (۵) مرتبہ بیٹھنا مستحب ہے۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور باشندگان حرمین شریفین کا بھی یہی طرز عمل اور یہی طریقہ ہے اور چونکہ لفظ تراویح راحت سے ماخوذ ہے۔ اس لئے چار رکعات کے بعد ترویحہ (ایک رکعت کے وقفہ کے برابر آرام کرنا) ضروری ہے اور آرام کرنے ہی کی وجہ سے ترویحہ کا محاورہ مشہور ہے جو اپنے نام کے سبب کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ باشندگان حرمین شریف اور تمام بزرگوں کا یہی قول و عمل ہے کہ ترویحہ کرتے ہیں۔ باشندگان

مکہ معظمہ کا قاعدہ یہ ہے کہ تراویح پڑھنے کے درمیان میں وہ خانہ کعبہ کا (۷) مرتبہ طواف کرتے ہیں۔ اور باشندگان مدینہ منورہ ستہ عشریہ کی چار چار رکعات پڑھتے اور اسی طرح تمام ممالک اسلامیہ میں ہر چار رکعت کے بعد آرام سے بیٹھتے ہیں۔

نشست ترویحہ ہر چار رکعات کے بعد نشست ترویحہ میں اختیار ہے کہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھے چاہے "لاالہ الااللہ" کی خواہ تلاوت قرآن کریم کرے یا خاموش بیٹھا رہے۔

اگر چار رکعات کے بعد ترویحہ نہ کیا جائے یعنی آرام سے نہ بیٹھیں تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں اور اکثر علماء و محدثین کے نزدیک ترویحہ ترک کرنا فعل غیر مستحب ہے۔ اور باشندگان حرمین شریفین کے عمل کا مغائر ہے۔

مستحب قرأت میری (عبدالحق محدث دہلویؒ کی) اللہ تعالیٰ اصلاح حال کرے اور جس طرح آغاز و حال اچھا کیا ہے ویسے ہی بلکہ اس سے زیادہ انجام اچھا کرے رائے یہ ہے کہ بزمانہ موجودہ ترویحہ ندارد ہے۔ اور حافظ صاحبان کا یہ حال ہے کہ تراویح میں وہ اتنی لمبی قرأت کرتے ہیں جو نمازیوں پر بار بن جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات چند رکعات میں پوری رات کٹ جاتی ہے۔ آہستہ پڑھنے کا عمل مستحب، جو بزرگوں سے بطور ورثہ چلا آرہا ہے وہ ترک کر کے حافظ صاحبان طویل قراوت کے ذریعہ عمل مستحب کو فعل غیر مستحب بنا رہے ہیں۔ حالانکہ مستحب یہ ہے کہ قرأت میں میانہ روی سے کام لیا جائے۔ اور جس طرح چار رکعات کے بعد ترویحہ کرتے ہیں ویسے ہی قرأت کو کوتاہ کیا جائے اور لمبی قرأت نہ کی جائے جو زیادہ مستحسن ہے تاکہ امر مستحب ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور بآسانی ترویحہ کے عمل استحباب کا ثواب ملتا رہے تراویح کی مقدار قرأت کو آئندہ بیان کیا جاتا ہے چار رکعتوں میں معتدل مقدار قرأت کے ساتھ جو مدت ہوتی ہے اگر اس کی ایک رکعت سے کم وقفہ کا ترویحہ بھی کیا جائے تو انشاءاللہ کافی ہوگا اور ہم سب اپنے اعمال کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کے خواستگار

ہیں اللہ ہمارے اعمال قبول فرمائے۔ (آمین)۔

نیت تراویح

نماز تراویح، سنت الوقتۃ یا نفل پڑھنے کی ماہ رمضان میں نیت کی تو ایسی نیت کرنا جائز ہے۔

البتہ مطلق نماز یا نفل کی نیت کرنے میں مشائخ کا باہمی اختلاف وہی ہے جو سنت مؤکدہ کی نیت کرنے میں اختلاف رائے ہے۔

بعض متقدمین کا بیان ہے کہ نماز تراویح پڑھنے کے لئے نیت کرنا اس لیے جائز ہے کہ تراویح سنت ہے، اور نفل کی نیت یا مطلق نماز کی نیت کرنے سے سنت نماز کی ادائیگی نہیں ہوتی ہے۔ جس کا ثبوت وہ روایت ہے جو امام اعظم رح نے امام حسن سے دو رکعات نماز فجر کے بارے میں بیان کی ہے اس سے بھی ثابت ہے کہ تراویح کی نماز بھی فرض نمازوں کے مانند ایک مخصوص نماز ہے جس میں فرض نماز کی خصوصیات کی رعایت رکھنا واجب ہے۔ لہذا ان تمام حالات و احکام کی موجودگی میں مطلق نیت ٹھیک نہیں بلکہ نماز تراویح کی نیت کرنا واجب ہے۔

اور اکثر متاخرین کی رائے ہے کہ نماز تراویح اور تمام دیگر سنت نمازیں مطلق نیت نماز کرنے سے ادا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ نماز تراویح نفل ہے اور نماز نفل مطلق نیت نماز سے ادا ہوتی ہے۔

احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز تراویح، سنت موقتہ نفل ماہ رمضان اور تمام دیگر سنتوں میں نیت کرنا ضروری سنت ہے نیز وہ نماز جو رسول اکرم ﷺ کی متابعت میں پڑھی جائے اس کی بھی نیت کی جائے تاکہ کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز تراویح میں ہر دوگانہ کی علیحدہ علیحدہ نیت کی جائے۔ یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ نماز تراویح پوری کی پوری ایک نماز کی مانند ہے جس کی پہلی مرتبہ نیت کرنا واجب ہے۔ اور ہر دوگانہ پڑھنے کی علیحدہ نیت کرنے کی لازماً ضرورت نہیں ہے۔

مقدار قراءت

نماز تراویح میں کس قدر قرآن کریم پڑھا جائے اس میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں نماز تراویح میں اتنا قرآن کریم پڑھا جائے جتنا نماز مغرب

ہیں پڑھتے ہیں کیونکہ نماز تراویح دیگر فرض نمازوں کی بہ نسبت اخف ہے یعنی فرض نماز سے زیادہ اعلیٰ نہیں ہے۔

میں عبدالحق کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا یہ قول درست و صحیح اس لئے بھی نہیں کہ اتنی کم مقدار میں تلاوت کرنے سے ماہ رمضان میں قرآن کریم ختم نہیں ہو سکتا

بعض کہتے ہیں کہ نماز تراویح کی رکعات میں اتنا قرآن پڑھا جائے جتنا کہ نماز عشاء میں پڑھتے ہیں اس لئے کہ تراویح کی نماز وقت کے لحاظ سے نماز عشاء کے تابع ہے[1]

حسن بن زیادؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی زبانی بیان کیا ہے کہ ہر رکعت میں تقریباً دس آیات تلاوت کی جائے اس طرح ماہ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم ہو جائے گا اس لئے کہ نماز تراویح کی روزانہ بیس کے لحاظ سے ایک ماہ میں چھ سو رکعات ہوتی ہیں اور قرآن کریم کی چھ ہزار آیات ہیں[2]۔ اس حساب سے روزانہ تقریباً دس آیتیں پڑھنا مناسب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بیس سے لے کر تیس آیات تلاوت کی جائیں جیسا کہ

---

[1] نماز تراویح سنت اور عشاء فرض ہے۔ تابع ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عشاء پڑھنے کے بعد تراویح نہ پڑھی جائے۔ اور وقت کے لحاظ سے ایک نماز کا دوسری کے تابع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا تابع و متبوع کے لحاظ سے متبوع کی ادائیگی کوئی ضروری نہیں ہوتی۔ حالانکہ تراویح پڑھنے کا رسول اکرم ﷺ نے خود حکم دیا اور عمل کر کے سبق بھی دیا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وقت کی بچت کے لئے اتنی کم تر تلاوت کی جائے کہ قرآن کریم ختم ہو سکے۔ اور اس نعمت غیر مترقبہ کو نہ کھویا جائے۔ جو رمضان کی راتوں میں شب بیداری سے حاصل ہوتی ہے۔ از مترجم ۱۲۔

[2] بالکل درست کہ چھ ہزار آیات قرآنی کو روزانہ بیس آیات کے حساب سے تیس دن میں پورا کیا جا سکتا ہے لیکن ۲۹ کا چاند ہونے پر کچھ آیات باقی رہیں گی اس لئے مناسب ہے کہ بڑی آیات بیس اور چھوٹی آیات بیس سے زیادہ پڑھی جائیں تاکہ بسہولت ۲۷ سے پہلے ہی ایک قرآن کریم کا ختم ہو سکے۔ یعنے شب قدر کی برکتیں بھی ۲۷ کو حاصل ہو جائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تین اماموں کو طلب کر کے فرمایا تم میں سے ایک امام ہر ایک رکعت میں (۳۰) آیات اور دوسرا (۲۵) آیات اور تیسرا (۲۰) آیات تلاوت کرے اور حضرت عمر فاروقؓ کا یہ حکم بربناء فضیلت ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کا حکم بربناء سنت ہے اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے کہ ماہ رمضان میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔ اور دو مرتبہ میں قرآن ختم کرنا بہتر ہے۔ اور تین مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔

امام اعظمؒ کا بیان ہے کہ ختم ایک مرتبہ ہی میں ہوتا ہے دو اور تین مرتبہ میں ختم کرنے کا حکم حضرت عمرؓ کا ہے[۱]۔

بعض فقہاء و علماء کا مسلک و قول ہے کہ ستائیسواں رمضان کو قرآن ختم کرنا مستحسن ہے تاکہ شب قدر کی برکتیں بھی حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ اکثر محدثین نے احادیث بیان کی ہیں کہ ستائیسویں ہی شب قدر ہے۔

مشائخ بخارا نے قرآن کریم کے (۵۴۰) رکوع قرار دیئے ہیں اور قرآن کریم میں اس کے نمبر بھی لکھے ہیں تاکہ ستائیسویں شب کو بآسانی قرآن ختم کیا جاسکے۔

ہمارے بعض متقدمین مشائخ نے لکھا ہے افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں (۳۰) آیات پڑھی جائیں تاکہ ہر دسویں شب میں ایک قرآن کریم ختم ہو سکے۔ اور ہر دس دن کو متمیز و مخصوص کر لینا آسان کام ہے اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ رمضان کے پہلے دہاہے میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ دوسرے دہاہے میں مغفرت کی جاتی ہے۔ اور تیسرے دہاہے میں مسلمانوں کو آتش دوزخ سے چھٹکارا دیا جاتا ہے۔

امام اعظمؒ کا بیان ہے کہ ماہ رمضان میں وہ (۶۱) قرآن کریم ختم کرتے تھے جس کی تفصیل یہ کہ (۳۰) قرآن کریم دن میں (۳۰) قرآن کریم رات میں اور ایک

---

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شخص کے بعد دوسرا اور تیسرا حافظ باری باری سے قرآن ختم کریں اور حدیث کے موافق ماہ رمضان میں ایک قرآن کریم تو ختم ہو ہی جائے۔

قرآن مجید نماز تراویح میں پڑھا کرتے تھے[1]

امام شافعیؒ نے مواہب لدنیہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ماہ رمضان میں (۶۱) قرآن کریم ختم کرتے تھے (جس کی تفصیل لکھی گئی ہے)

فقہاء کرام کا بیان ہے کہ تراویح کی ہر دو رکعات میں تلاوت قرآن کریم کرنے میں میانہ روی افضل ہے یعنی پہلی رکعت میں زیادہ پڑھا جائے اور دوسری میں پہلی سے کم۔ جیساکہ حسن بن زیاد نے امام اعظم ابو حنیفہ کی زبانی روایت کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کم تلاوت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اور تراویح کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ تلاوت کرنا غیر مستحب ہے اور اسی پر تمام محدثین و علماء فقہا کا اتفاق ہے۔ اور دوسری نمازوں میں بھی مستحب یہی ہے کہ پہلی رکعت کی بہ نسبت دوسری رکعت کے اندر کم مقدار میں تلاوت کی جائے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

رکعات میں مقدار قرأت

دونوں رکعتوں میں مساوی طور پر قرآن کریم پڑھا جائے یا کم و بیش اس پہ تمام علماء متفق نہیں ہیں۔

امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ دونوں رکعات میں مساوی طور پر تلاوت کی جائے۔ امام محمدؒ کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ دوسری نمازوں کی مانند تراویح کی رکعات میں بھی دوسری رکعت کی بہ نسبت پہلی رکعت میں زیادہ تلاوت کی جائے۔

مسئلہ تلاوت غیر مرتبہ

نماز تراویح کے اندر دوران ختم قرآن میں اگر بعد والی سورۃ یا آیتیں پہلے پڑھ لی گئی ہوں تو اب جبکہ ان کے پڑھنے کی نوبت آئی ہے انہیں دوبارہ پڑھا جائے یا نہیں؟

---

[1] یعنی رمضان میں ایک قرآن دن کے وقت اور ایک رات کے وقت اور تراویح میں ایک سیپارہ تلاوت کرتے تھے ۱۲

اس کا جواب یہ ہے کہ مستحب یہی ہے کہ جن آیات و سورۃ کو پہلے پڑھ لیا ہے ان کو پڑھنے کی نوبت پر دوبارہ پڑھے تاکہ ترتیب تلاوت باقی رہے بعض کہتے ہیں کہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ترتیب و تلاوت قرآن پورا ہو چکا ہے جس میں کوئی فساد بھی واقع نہیں ہوا تھا اور صحیح قول یہی ہے کہ دوبارہ پڑھے تاکہ نماز صحیح ترتیب قرآن کے ساتھ ہو اور تلاوت قرآن کی ترتیب باقی و برقرار رہے۔

لقمہ کا حکم نماز تراویح میں لقمہ دینے کے بارے میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ دوسری فرض نمازوں کے مانند ہے اس لئے لقمہ نہ دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز تراویح میں لقمہ دینا اس لئے ضروری ہے تاکہ قرأت قرآن کریم کی ترتیب چھوٹنے نہ پائے اور ترتیب کے ساتھ صحیح تلاوت قرآن کی جائے۔ اور فتویٰ اس پر ہے کہ لقمہ دیا جائے جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

امامت خوش الحان بعض فقہاء کہتے ہیں کہ نماز تراویح میں لوگوں کو چاہیئے کہ خوش گلو کو امام تراویح نہ بنائیں بلکہ ایسے صحیح پڑھنے والے کو آگے بڑھائیں جو صحیح مخارج کے ساتھ تلاوت کرتا ہو اس لئے کہ جو امام خوش آوازی سے پڑھے گا۔ وہ خشوع و خضوع اور آیات الٰہی میں غور و فکر کرنے سے اکثر بے نیاز ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جو شخص راگ والے سے بحیثیت امام تلاوت کرتا ہو تو اسے لازم ہے کہ وہ امامت نہ کرے اور جو امام کہ اعراب و حرکات میں غلطی کرتا ہو وہ بھی امامت سے پرہیز کرے اور لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے اشخاص کو امام نہ بنائیں۔ (سنن الھدیٰ)

لازمات امام جو امام کہ فقیہ و قاری ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے قاری کی اقتداء میں قرأت نہ پڑھے بلکہ خود بذاتہ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کرے امام کو چاہیئے کہ رکوع و سجود میں تین تین تسبیحات سے کم نہ پڑھے۔ اور ثناء یعنی سُبحانک اللّٰھم پوری پڑھے اور درود شریف پڑھنے کو بھی ترک نہ کرے کیونکہ یہ سب چیزیں نماز میں

پڑھنا مسنون نہیں۔ اگرچہ بعض کتابوں میں اس کے خلاف بھی تحریر ہے لیکن صحیح یہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔

دعائے ماثورہ امام کو معلوم کر لینا چاہیئے کہ دعائے ماثورہ کے پڑھنے میں اگر مقتدی گراں بار ہوتے ہیں تو دعائے ماثورہ اور مقررہ دعائیں نہ پڑھے۔ ورنہ دعائے ماثورہ پڑھنا ضروری ہے لہٰ

ترتیب تلاوت نمازی جب آخری دو رکعات پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں معوذتین پڑھ لی ہو تو دوسری رکعت میں تلاوت قرآن کریم کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ بقر کی چند آیات تلاوت کرے گویا منزل پر پہنچنے کے بعد سفر کی دوسری منزل شروع کر دی ہے۔

ا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس دوسری رکعت میں سورۃ قل اعوذ برب الناس مکرر پڑھنا چاہیئے۔ اور کوئی دوسری سورۃ یا آیات نہ پڑھی جائیں تاکہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب برقرار رہے۔

حرمین شریفین اور دیگر بلاد عرب میں طریقہ یہ ہے کہ والضحٰے سے لیکر آخر تک قرآن کریم کی سورتیں نماز تراویح میں پڑھتے ہیں۔ اور تراویح پڑھنے کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ یہی مذہب مختار اور صحیح طریقہ ہے۔ اور اگر صرف اللہ اکبر پڑھا جائے تب بھی درست ہے اگر امام حافظ قرآن نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے۔

بعض کہتے ہیں کہ نماز تراویح پڑھتے میں افضل یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھے تاکہ تعداد رکعات میں اسے شبہ نہ رہے اور وہ اپنے دل میں رکعات شمار نہ کرتا رہے۔ اور اس صورت میں قرآن کریم میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز نہ ہو سکے گا۔

بزمانہ موجودہ حرمین شریفین اور عرب کے دوسرے شہروں میں یہ معمول ہے کہ نماز تراویح کی پہلی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الفیل اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص۔ اور دوسری دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ لایلاف اور دوسری میں سورۃ اخلاص۔ اسی طرح آٹھویں دو رکعتوں میں پہلی اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص۔ اور نویں دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں قل ہو اللہ اور دوسری میں قل اعوذ برب الفلق اور دسویں دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں قل ہو اللہ اور دوسری میں قل اعوذ برب الناس پڑھتے ہیں۔

تراویح باجماعت

باجماعت تراویح ترک کر کے اپنے گھر میں تراویح پڑھنے کے بارے میں علماء کا اختلاف باہمی ہے۔

بعض کہتے ہیں جس نے باجماعت تراویح پڑھنا ترک کی، اس نے سنت نبوی کو ترک کر دیا۔ اور برا اقدام کیا۔ کیونکہ مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے تراویح ہمیشہ باجماعت پڑھی ہے۔ اور اسی طرح صحابہؓ کا عمل رہا ہے۔ اور اسی پر تمام علماء و فقہاء کا اتفاق ہے۔

بعض دوسرے کہتے ہیں کہ تارک تراویح باجماعت نے فضیلت ترک کی جس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ جس زمانہ میں رسول اللہ نے باجماعت تراویح پڑھنا ملتوی کی تھی اس زمانہ میں صحابہؓ کو یونہی چھوڑ دیا کہ وہ اپنے گھروں میں جس طرح چاہیں تراویح پڑھیں اور یہی کیفیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں رہی کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں منفرداً تراویح پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں باجماعت تراویح ادا کرنے کا انتظام کیا گیا اور سب لوگوں نے اسی پر اتفاق کیا اور وہ حقیقت

با جماعت تراویح پڑھنا ہی افضل ہے۔

شیخ قاسم الحنفی کا بیان ہے کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ با جماعت تراویح پڑھنا سنتِ کفایہ ہے یعنی اگر اہل مسجد نے با جماعت تراویح پڑھنا ترک کر دی تو محلہ والے سب کے سب ترک سنت کی وجہ سے گنہگار ہوئے۔

مسجد میں با جماعت تراویح ہوتے کے باوجود کوئی شخص با جماعت تراویح نہ پڑھ کر صرف اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو یہ تارک فضیلت ہوا۔ اور خطاوار و گنہگار نہیں ہوا۔[1]

گھر میں جماعت

گھر میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کے بارے میں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی بھی فضیلت ہے لیکن مسجد میں جماعت تراویح پڑھنے کی افضیلت و فضیلت زیادہ ہے۔ اور جس نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھی اس نے ایک فضیلت حاصل کی اور دوسری بڑی فضیلت ترک کر دی۔ اور یہی احکام فرض نمازوں کے ہیں۔

بعض دوسرے کہتے ہیں کہ تراویح سنتوں کی طرح ہے جو علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ طرزِ عمل خلوص و اخلاص سے قریب اور فریب ریاکاری سے بعید ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ مردوں کے لئے فرض نمازوں کے علاوہ دیگر تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں۔

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ حدیث مذکورہ بالا میں فضیلت ان نمازوں کے بارے میں وارد ہے جو با جماعت ادا نہیں کی جاتی ہیں۔ اور تراویح وہ نماز ہے جو با جماعت ہی پڑھی جاتی ہے۔ نیز با جماعت تراویح پڑھنے کے احکام، رسول اللہ سے ثابت ہیں، جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے جو شخص زبردست فقیہ وحاکم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں نیز اس کی وجہ سے لوگ بکثرت جماعت میں شریک ہوتے ہوں تو ایسے شخص کو جائز نہیں کہ وہ تراویح با جماعت مسجد میں ادا نہ کرے۔ یعنی ایسے شخص کو تراویح با جماعت ترک کرنا نہیں چاہیئے البتہ جس شخص میں یہ صفات مذکورہ نہ ہوں اور وہ مسنون قرأت وغیرہ کے ساتھ اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہو تو ایسا شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ مجبوریاں لاحق ہوں۔

امامت بہ اجرت لوگوں کا کسی شخص کو اجرت دے کر امام بنانا مکروہ ہے اور امامت کے فرائض کرنے کے لئے اجرت لینا بھی مکروہ ہے کیونکہ اجرت مقرر کرنا فاسد ہے اور بنا ر فاسد علی الفاسد، فاسد ہی ہے۔

دو امام اگر نماز تراویح پڑھانے کے لئے دو امام مقرر کئے جائیں اور ہر ایک امام دو دو رکعات پڑھائے تو یہ فعل غیر مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار چار رکعات پڑھائے اور یہی عمل صحیح روایت سے ثابت بھی ہے۔ اس طرح یہ امر بھی جائز ہے کہ ایک امام فرض نماز پڑھائے اور دوسرا تراویح۔

ایک امام دو مساجد اگر کوئی امام، دو مساجد میں مکمل طور سے تراویح پڑھائے تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دونوں مسجد والوں کی نماز جائز طور پر ادا ہو گی۔ اس کی مثال بالکل ویسی ہے جیسے کوئی مؤذن اذان دے کر اقامت کہے اور نماز پڑھے پھر دوسری مسجد میں اذان دے کر وہاں بھی نماز پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔[ئے]

بیٹھ کر تراویح پڑھنا بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے بیٹھ کر تراویح پڑھنا کسی حال میں بھی مستحب نہیں ہے

البتہ بعض جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔

اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے بھی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے برعکس تمام کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ فجر کی دو سنتیں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور جو لوگ بیٹھ کر تراویح پڑھنا ناجائز کہتے ہیں وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ تراویح اسی طرح سنت ہے جیسے فجر کی سنتیں اور بیٹھ کر تراویح پڑھنے کو جائز کہنے والے جواب دیتے ہیں کہ یہ نفل ہیں جن کو فجر کی سنتوں سے خصوصی مشابہت دینا درست نہیں ہے اس لئے دیگر تمام سنتوں اور نفل کی طرح اس کا حکم ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ اور یکر ثبوت پیش کرتے ہیں کہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے عذر و بلا عذر میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اور یہ روایت ابو سلیمان نے بیان کی ہے واقعہ حقیقی یہ ہے کہ بیٹھ کر تراویح پڑھنا کسی صورت میں بھی مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کے عملِ مسلسل کے خلاف ہے[1]

بیٹھ کر تراویح پڑھانا

عذر یا بغیر عذر کے امام کے بیٹھ کر تراویح پڑھانے میں بھی جائز و ناجائز اور استحباب کے اقوال ہیں۔

جائز کہنے والے کہتے ہیں امام اعظمؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سب کے نزدیک بیٹھ کر تراویح پڑھانا جائز ہے اور اگر مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھتے تب بھی جائز ہوتا لیکن جبکہ مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

بعض لوگ بیٹھ کر تراویح پڑھانے کو ناجائز کہتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ امام محمدؒ نے بیٹھ کر تراویح پڑھانے کو ناجائز قرار دیا ہے بیٹھ کر تراویح پڑھانا مستحب کہنے والے کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مستحب ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی بعذر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں اور بیٹھنے کی بہ نسبت کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے اور جس طرح بیٹھ کر فرض پڑھنا جائز نہیں بالکل اسی طرح نفل بھی بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

تراویح میں بیٹھے رہنا

نماز تراویح میں جبکہ امام تراویح پڑھا رہا ہو کسی مقتدی کو جائز نہیں کہ وہ رکوع کے انتظار میں بیٹھا رہے اور جب امام رکوع کرے تو جھٹ اٹھ کر رکوع میں شامل ہو جائے اس طریقہ عمل سے نماز پڑھنے میں سستی کا اظہار ہوتا اور منافقین سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ اس طرح عکاسی کرتے ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں[1]۔ نیز جب نیند کا غلبہ ہو تو نیند کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے بلکہ اس وقت نماز نہ پڑھنا چاہیئے جبکہ نیند بالکل غائب ہو جائے اور انسان اچھی طرح بیدار ہو۔ نیند کی حالت میں نماز پڑھنے سے غور و فکر کی قوت فوت ہو جاتی۔ اور سستی و کاہلی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی حکم موسم گرما میں کھلی جگہ میں نماز پڑھنے کا ہے کہ موسم گرما میں کھلی جگہ میں نماز نہ پڑھی جائے بلکہ سایہ میں ادا کی جائے تاکہ آیات تلاوت قرآن کریم میں غور و فکر کیا جا سکے اور کسی قسم کا تکدر نہ رہے (خلاصہ) غرضکہ احکام الٰہی کی پابندی کی جائے جیساکہ حکم الٰہی ہے اے محبوب رب العالمین فرما دیجئے آتش دوزخ کی گرمی بہت زیادہ ہے کاش لوگ اسے سمجھتے۔ (آیت قرآن کریم)

مسائل وتر با جماعت

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر ماہ رمضان میں با جماعت پڑھنا افضل ہے۔ اور اس افضیلت کے بارے میں علماء باہم مختلف الخیال ہیں بعض کہتے ہیں کہ جماعت افضل ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ اپنے گھر میں تن تنہا وتر پڑھنا افضل ہے کیونکہ تراویح با جماعت کی طرح سے صحابہؓ نے با جماعت وتر نہیں

---

[1] سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرنے سے نماز اپنی پوری حقیقت کے ساتھ مکمل طور پر ادا نہیں ہوتی۔ اور غفلت کرنے والے انعام و اکرام الٰہی سے محروم رہتے ہیں۔ لوگ اللہ کے دین کو روا جی مذہب بنانے سے گریز کریں ۱۲

پڑھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تبیین، عنایۃ و شرح ہدایۃ از ابن ہمامؒ)۔

ایک روایت یہ ہے کہ تراویح کے بعد باجماعت وتر وہ پڑھیں جو تہجد گذار نہ ہوں اور تہجد گذاروں کے لئے لازمی ہے کہ نماز تہجد کے بعد وہ وتر پڑھیں۔

تمام صلحاء علماء و فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ماہ رمضان میں وتر کی تینوں رکعات میں امام با آواز قرأت کرے اور منفرد کو اختیار ہے کہ با آواز پڑھے یا آہستہ دل میں پڑھے۔

دعائے قنوت

دعائے قنوت با آواز یا آہستہ پڑھنے اور دعائے قنوت ہاتھ باندھ کر پڑھنے یا ہاتھ چھوڑ دینے اور مقتدی کے وتر میں دعائے قنوت پڑھنے یا خاموش رہنے کے مسائل میں علماء کا باہمی اختلاف ہے چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ مقتدی وتر میں دعائے قنوت کو بالکل اس ملحق کے الفاظ تک پڑھے اور اس کے بعد خاموش رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مقتدی وتر کو آمین آمین کہنا چاہیئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مقتدی وتر کو اختیار حاصل ہے خواہ وہ دعائے قنوت پڑھے خواہ آمین کہے۔ کتاب تبیین میں ہے مقتدی کو چاہیئے کہ دعائے قنوت پڑھنے والے امام کا اتباع کرتے ہوئے آہستہ دعائے قنوت پڑھتا رہے اس لئے کہ دعائے قنوت دراصل ایک دعا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ قنوت با آواز پڑھی جائے۔ امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے۔

اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دعائے قنوت با آواز پڑھی جائے اور وتر کی آخری رکعت میں الحمد و سورۃ پڑھنے کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر باندھ لینے اور دعائے قنوت پڑھنے کے احکام صلحاء و علماء کے حق بجانب ہیں۔

کا بیان ہے کہ احتیاطاً جماعت کے ساتھ ایک دوگانہ اور پڑھ لیں اور شک و شبہ دور کر لیں۔

بعض کہتے ہیں کہ مزید دوگانہ نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ بر بنا رشک و شبہ، نماز تراویح کی رکعات میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور عمدہ صورت یہ ہے کہ سب لوگ علیحدہ علیحدہ منفرداً احتیاطاً ایک ایک دوگانہ پڑھ لیں تاکہ (۲۰) رکعات کی تکمیل سنت نبوی ہو جائے۔

جماعت نوافل نفل نمازوں کو جماعت سے نہ پڑھا جائے اور نفل نمازوں کی جماعت بنانے سے پرہیز کیا جائے۔

ایک ترویحہ دو امام دو اماموں کے ایک ترویحہ یعنی ایک دوگانہ پڑھانے کے مسئلہ کے بارے میں علمار باہم مختلف الرائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ دو اماموں کی موجودگی کی صورت میں ایک امام ایک دوگانہ یعنی صرف دو رکعت پڑھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ جائز ہے۔ ...... اور بعض اسے ناجائز کہتے ہیں۔ اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح ایک ایک امام کا دو، دو رکعات پڑھانا غیر مستحب ہے۔ نیز علمار حرمین شریفین کا عمل یہی ہے کہ ایک ایک امام ایک ایک ترویحہ یعنی چار چار رکعات پڑھاتے ہیں اور اس عمل کی صورت میں امام کی تبدیلی سے آرام کی سہولت میسر ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے انتظار میں نماز پڑھانے کے لئے بالکل مستعد و چست رہنا ہے۔

وقت تراویح نماز تراویح پڑھنے کے وقت کے بارے میں علمار باہمی مختلف الرائے رکھتے ہیں علمار احناف اور شیخ اسمٰعیل زاہدؒ کا بیان ہے کہ طلوع فجر تک پوری رات نماز تراویح پڑھی جا سکتی ہے عام اس سے کہ لوگوں کے مقرر کردہ وقت عشار سے پہلے یا بعد سے تراویح پڑھنے کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ خواہ وتر پڑھنے کے وقت سے پہلے آغاز کی جائے یا بعد کو۔ کیونکہ دراصل رات کے وقت تراویح پڑھنے کے احکام ہیں۔

عام علمار بخارا کا بیان ہے کہ نماز تراویح کا وقت عشار و وتر کے درمیان۔۔

چند ترویحہ چھوٹ جانے پر وتر اگر کسی چند رکعات نماز تراویح چھوٹ جائیں اور وہ امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا ہو۔ اور بعد نماز تراویح امام وتر پڑھتے کھڑا ہو۔ اس صورت میں بعض کہتے ہیں کہ چند رکعات چھوٹ جانے والے شخص کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ نماز وتر پڑھ لے اور اس کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھ لے۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ اولاً اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح کو مکمل کرے[1]

رکوع قبل قنوت مقتدی کے دعائے قنوت مکمل کرنے سے پہلے اگر امام رکوع میں جائے تو مقتدی کو چاہیئے کہ امام کی پیروی میں رکوع کرے اس لئے کہ دعائے قنوت پڑھنا فرض نہیں ہے۔

مسبوق اور وتر مسبوق یعنی بعد کو اکثر نماز میں شریک ہونے والا اگر امام کے ساتھ وتر میں دعائے قنوت پڑھ چکا ہو تو بعد ختم جماعت اپنی چھوٹی ہوئی رکعات کو مکمل کرے اور اپنی آخری رکعت میں مکرر دعائے قنوت نہ پڑھے۔

مقدار رکعات میں شبہ دوران نماز تراویح میں اگر یہ شبہ ہو کہ نو دوگانہ پڑھے ہیں یا دس تو اس بارے میں بعض علماء

---

[1] امام محمد بن فضل کا فتویٰ ہے کہ امام کے ساتھ وتروں میں شریک نہ ہو بلکہ اولاً اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح مکمل کرے۔ اور صدر الشہید کا بیان ہے کہ امام کے ساتھ وتروں میں شریک ہو جائے اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھے (تفصیل کے لئے دیکھئے السراج الوہاج) شیخ امام ظہیر الدین کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ اگر کسی کی دو یا چار رکعات تراویح چھوٹ گئی ہوں اور امام وتر پڑھانے کے لگے تو اس شخص کو چاہیئے کہ امام کے ساتھ وتر پڑھ لے اور با جماعت وتر نہ چھوڑے اس کے بعد چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھے اور یہی مسئلہ عامہ میں بھی تحریر ہے۔ ۱۲

کا وقت ہے اگر قبل عشاء یا وقت وتر کے بعد نماز تراویح پڑھی تو نماز تراویح بروقت ادا نہ ہوگی اس لئے کہ روایات اسی کے موافق ہیں۔ اور روایات کی پیروی کرتے ہوئے ہی تراویح پڑھی جاتی ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک پوری رات تراویح پڑھنے کا وقت ہے۔ اگر لوگوں کے مقرر کردہ وقت عشاء سے پہلے آغاز کی جائے یا طلوع کے بعد تک پڑھی جاتی رہے تب بھی جائز ہے۔ البتہ نماز عشاء کی سنتوں سے پہلے تراویح پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن مؤکدہ کے بعد ہی میں تراویح پڑھنا مسنون ہے۔ اس لئے کہ تراویح رمضان کے علاوہ عشاء کے بعد دیگر مسنون، دراصل نوافل کے مشابہ ہیں۔ اور وتر پڑھنے کے بعد بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور ثابت شدہ ہے کہ پچھلی رات میں وتر پڑھنا افضل ہے اور ایک تہائی یا نصف شب تک میں تراویح پڑھنا مستحب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نصف شب کے بعد نماز تراویح شروع کرنا اسی طرح مکروہ ہے جس طرح نماز عشاء میں اتنے زیادہ وقت تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ نماز تراویح تاخیر سے پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ رات کی نماز ہے اور آخر وقت تک میں اس کا پڑھنا افضل ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ آدھی رات تک تراویح پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ اور اکثر لوگوں کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

خلاصہ میں مرقوم ہے کہ رات کے زیادہ سے زیادہ حصہ میں آرام و انتظار کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنا افضل ہے اور رات کے پچھلے پہر تک نماز تراویح پڑھتے رہنا بغیر کسی کراہت کے بالکل جائز ہے اور یہی درست ہے۔

تراویح کی قضا پوچھا جاتا ہے کہ اگر نماز تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا جماعت کے ساتھ کی جائے یا بغیر جماعت کے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی قضا نماز جماعت [illegible] سے نہ پڑھی جائے۔ البتہ انفرا...

طور پر اس قضاء کو ادا کرنے کے بارے میں علماء باہم مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دوسرے دن تراویح پڑھنے سے پہلے یہ قضاء تراویح پڑھ لی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہ رمضان ختم ہونے کے بعد کو قضا تراویح پڑھی جائے، بعض کہتے ہیں کہ فوت شدہ تراویح بصورت قضاء مطلقاً نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ کی بہ نسبت غیر مؤکدہ ہے اور مؤکدہ سنتیں جو قضا ہوتی ہیں۔ وہ بعد کو نہیں پڑھی جاتی ہیں۔ یعنی ہمارے اصحاب کے نزدیک قضا سنتیں ادا نہیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قضا تراویح کو کسی دوسرے وقت نہیں پڑھتے ہیں یہی اس کی دلیل ہے کہ قضا تراویح کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ اور یہی مسئلہ سب کے نزدیک اجماعی طور پر صحیح ہے کہ جو نماز تراویح قضاء ہو چکی ہے اسے انفرادی طور پر پڑھنا مستحب ہے۔

شیخ قاسم حنفی نے لکھا ہے جس طرح نماز مغرب کی سنتوں کی قضا نہیں پڑھتے اسی طرح تراویح کی قضا نماز کا حال ہے کہ انہیں کسی دوسرے وقت نہیں پڑھا جاتا۔

سنن ہُدیٰ میں سراجیہ سے منقول ہے کہ قضا نماز تراویح کو انفرادی طور پر پڑھنا بہتر و مستحسن ہے۔

شوال

حج کے مہینوں کے منجملہ شوال مبارک مہینہ ہے، جسے ماہ فطر بھی کہتے ہیں۔ اور یکم شوال کو عید کا دن، گناہوں کی مغفرت کا دن ہے۔

ایک حدیث حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار صالح بندوں پر فخر و مباہات کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے اے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کو کیا اجرت دی جائے جو اپنا مقررہ کام اچھی طرح انجام دے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ اس کا صلہ یہ ہے کہ مزدور کو پوری پوری مزدوری دی جائے۔ اس پر اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ اے فرشتو سنو! میرے بندوں نے بشمول مرد و زن میرے احکام کی تکمیل کی ہے۔ اس پر فرشتے باآواز بلند لبیک کہتے ہیں اور بندوں کے اعمال کا اقرار کرتے ہیں پھر اللہ تعالےٰ کہتا ہے مجھے قسم ہے میرے عزت و جلال، جود و کرم علاو مرتبت و رفعت متعالی کی کہ میں روزہ دار بندوں کی جو عید کے دن دعا کرتے ہیں ان کی دعائیں قبول کروں گا اور جاؤ کہہ دو کہ اے بندو! میں نے تمہارے گناہ معاف کئے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا" راوی انس رضؓ کا بیان ہے کہ یہ روزہ دار جو عید کے دن دعا کرتے ہیں ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ مغفور گناہوں سے پاک ہو کر عید گاہ سے اپنے گھر واپس جاتے ہیں۔ (شعب الایمان از بیہقیؒ)[1]

عید گاہ جانے سے پہلے مسنون افطار

عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لینا مسنون ہے۔

---

[1] مندرجہ بالا حدیث کی ابتدائی عبارت یہ ہے (ترجمہ) حضرت انس رضؓ کا بیان ہے، شب قدر میں جبرئیل امین اپنی متعلقہ جماعت فرشتگان میں آتے ہیں اور یہ فرشتے ان لوگوں پر جو کھڑے بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے ہوتے ہیں ان پر درود سلام پڑھتے ہیں۔ اور پھر عید کے دن ان عبادت گذار صلحاء روزہ داروں پر فخر و مباہات کرتے ہوئے اللہ اپنے (باقی بر صفحہ آئندہ)

بخاری میں انسؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول اللہ نماز عید الفطر پڑھنے سے پہلے طاق عدد کھجوریں نوش فرماتے تھے۔

حاکم نے عتیبہ بن عبید کی زبانی لکھا ہے کہ نماز عید الفطر پڑھنے سے پہلے رسول اکرمؐ تین، پانچ سات یا کم و بیش کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

محدثین نے لکھا ہے کھجوریں کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کھجوریں ایسی میٹھی ہوتی ہیں جن سے اس قوت بینائی میں اضافہ ہوتا ہے جو روزہ رکھنے سے کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کھجوریں کھانا مستحب ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی لکھا ہے کہ شیرینی دل کو نرم کرتی ہے اور مزاج ایمانی کے موافق ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ مسلمان، نہایت ہلکا پھلکا اور آنکھوں کو خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ اور جس نے خواب میں خود کو حلوہ (کوئی شیرین چیز۔ شیرین میوہ وغیرہ) کھاتے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے عنقریب لذت ایمانی میسر ہو گی۔ اسی لئے شہد اور کھجور سے افطار کرنا افضل ہے۔ علاوہ بریں کھجوریں اکثر خصوصیات ہیں اور مدینہ منورہ کی کھجوروں کا کیا کہنا (کھجوروں کی خصوصیات علیحدہ لکھی جاتی ہیں)

غرضکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے تین، پانچ یا سات کھجوریں کھانا چاہیئے۔

ستہ شوال ماہ شوال میں چھ روزے رکھنا مسنون ہیں جو حسب ذیل احادیث سے ثابت ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی زبانی مذکور ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھ کر شوال کے چھ روزے رکھے، گویا اس نے زمانہ بھر روزے رکھے اور یہ اس وقت ہے جبکہ تمام عمر بھر روزہ دار رہا ہو۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) مقرب فرشتوں سے کہتا ہے اے فرشتو بتاؤ اس مزدور کو کیا مزدوری دی جائے، جس نے اپنے مقررہ فرائض پوری طرح ادا کئے (مشکوٰۃ) سلہ جو ہندسہ دو سے کٹ نہ سکے وہ طاق ہے جیسے ایک تین پانچ سات نو وغیرہ ۱۲

اور جس نے اس ماہ روزے رکھے گویا اس نے ایک سال کے برابر روزے رکھے۔

علاوہ ازیں ابن ماجہ نے حضرت ثوبان کی زبان بھی اسی مضمون کی حدیث لکھی ہے۔ اور ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے مستقل نہیں رکھے جاتے بلکہ عید کا دن چھوڑ کر دوسرے شوال سے مسلسل چھ روزے رکھنے کا حکم ہے۔

امام شافعی کا قول یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے مسلسل رکھے جائیں۔ اور ان چھ دن کے درمیان کوئی روزہ ترک نہ کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک عام ہے چاہے مسلسل رکھیں خواہ غیر مسلسل۔ نیز امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ غیر مسلسل روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور نصاری عیسائیوں سے مشابہت بھی نہیں ہوتی۔

نماز عید سے پہلے غسل

فقہاء نے لکھا کہ عیدین میں نماز سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔ اور اجتماع عامہ کے مدِ نظر عیدین کے غسل کو جمعہ کے غسل پر قیاس کیا ہے۔

فاکہ بن سعد صحابیؓ کا بیان ہے کہ عید الفطر، عید الضحیٰ اور عرفہ کے دن رسول اکرمؐ غسل فرماتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، طبرانی کی معجم، بزاز کی مسند میں یہ حدیث مرقوم ہے اور زشمنی کا بھی یہی قول ہے)۔

شیخ ابن ہمام اور امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

شرح کتاب الخرقی میں مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں تحریر ہے کہ فاکہ بن سعد اپنے اہل وعیال کو عید الفطر اور عید الضحیٰ اور عرفہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور یہی روایت عبداللہ ابن احمد اور ابن ماجہ نے لکھا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں شعبی کے حوالہ سے زیاد بن عیاض اشعری کی زبانی لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا رسول اکرمؐ کی تمام سنتیں تو تم ادا کرتے ہو لیکن عیدین میں تم غسل نہیں کرتے حالانکہ یہ بھی سنت ہے۔

یہ روایت ابن مندہ اور ابن عساکر نے تحریر کر کے لکھا ہے کہ عیاض رح کی

زبانی یہ روایت صحیح ہے لیکن ابن عیاض کا قول غیر محفوظ ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز صحاح ستہ میں مذکورہ بالا حدیث مرقوم نہیں۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ کی یہ کیفیت درج ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت ابن عمرؓ نہایت سختی سے سنت نبوی کی پیروی کرتے تھے اس لئے حدیث غسل صحیح ہے۔

راستہ میں تکبیرات پڑھنا

امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا سنت ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ بقر عید کے دن باآواز تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور عید الفطر کے دن بہست آواز سے تکبیرات پڑھنا سنت ہے۔ اور آہستہ تکبیر کہنا بہر حال ایک امر مستحسن ہے۔ نیز ذکر الٰہی ہر وقت مستحب ہے۔

"خلاصہ" میں اصل تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد میں کمی بیشی الفاظ کی بابت لوگوں کی باہمی اختلاف رائے لکھی گئی ہے۔

امام اعظمؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عید الفطر میں بھی عید گاہ جاتے وقت باآواز تکبیرات پڑھی جائیں۔ اور یہی ابن ہمام کی شرح میں لکھا ہے۔

دیگر ائمہ اس روایت ابن عمرؓ سے استدلال لاتے ہیں جو دار قطنی نے لکھی ہے کہ رسول اکرمؐ عید الفطر کے دن عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔

شمنیؒ نے بیان ہے کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کے حوالہ سے حدیث موقوف ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس حدیث کو اس لئے ضعیف لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن محمد بن عطار بھی ہے جو خود ضعیف ہے اور ابن عمرؓ کی زبانی دار قطنی نے جو حدیث لکھی ہے اس سے تکبیرات کا باآواز بلند۔۔۔ کہنا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ نیز کسی صحابیؓ کا قول قرآن کریم کی آیت "دون الجھر من القول" (زور سے نہ پڑھو) کے مغایر کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے "لوگو تکبیر سنکر میں نے اپنے شتر بان سے

کہا کیا امام نے تکبیر کہی ؟ اس نے جواباً کہا جی نہیں“ اس کے بعد فرمایا ہم نے عرصہ تک رسول اکرمؐ کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے لیکن ہم میں سے کسی صحابی نے بھی امام کی تکبیر کہنے سے پہلے تکبیر نہیں کہی۔

ابو جعفر کا بیان ہے کہ لوگوں کو عید گاہ کے راستہ میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی سے نیک کاموں کی انجام دہی میں ان میں ذوق و شوق کم ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ چونکہ تکبیرات پڑھنا مستحسن ہیں اس لئے لازمی طور پر مستعدی سے پڑھی جائیں۔

عیدگاہ آنے جانے کا راستہ

عید کے دن عید گاہ آمد و رفت کے دو راستہ اختیار کرنا سنت ہے بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نبی خاتم عید کے دن عید گاہ ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپسی فرماتے۔

ترمذی دارمی نے ابو ہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ سرور عالمؐ عید کے دن ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے مراجعت فرما ہوتے۔

رسول اکرمؐ کی روانگی و مراجعت کے دو مختلف راستوں کی آمد و شد میں جو اسرار و رموز اور نکات ہیں اسے ہم (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اپنی کتاب شرح سفر السعادت میں تفصیل سے لکھا ہے۔

علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ راستہ کی تبدیلی صرف امام کے لئے ہے یا تمام نمازیوں کے لئے اس پر مفتی بہ قول یہی ہے کہ امام اور دیگر نمازی سب کا فرداً فرداً ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا رسول اکرمؐ کی متابعت کی دلیل ہے۔

نوافل قبل و بعد نماز عید

نماز عید سے پہلے اور بعد کے نوافل پڑھنے کے بارے میں معلومات کرا دینا ضروری ہے تاکہ لوگوں کا خلجان رفع ہو جائے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے عید کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے پہلے یا بعد کوئی

نماز نہیں پڑھی (تاختم حدیث)

ترمذی نے عبداللہ ابن عمرؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت لکھی ہے کہ سرور عالمؐ کے اہل علم صحابہؓ کا یہی معمول رہا اور اکثر اہل علم تابعینؒ کا بھی یہی عمل رہا کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ حال کے چند لوگوں نے قبل و بعد نماز عید، مگر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور صحیح وہی ہے کہ رسول اکرمؐ، صحابہؓ و تابعینؒ کوئی بھی نماز عید کے سوائے کوئی دوسری مزید نماز نہیں پڑھتے تھے۔

شرح کتاب الحزبی میں مؤلف نے جو امام احمد بن حنبل کے مسلک کے پیرو ہیں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت علیؓ نے عبداللہ ابن مسعودؓ انصاری کو اپنا قائم مقام امام بنا کر عید گاہ روانہ کیا جہاں عبداللہ ابن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا امام کے نماز پڑھانے سے پہلے کوئی نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (نسائی)۔

ابن سیرین کی روایت ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ نے عید گاہ میں عید کے دن امام کے نماز پڑھانے سے پہلے لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کیا۔ (اسے سعید نے بھی بیان کیا ہے)

الزم نے زہری کا قول لکھا ہے کہ میں (زہری) نے اپنے علماء وقت کسی کی زبانی بھی یہ نہیں سنا کہ کسی شخص نے نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی اور نماز پڑھی ہو۔

دراصل اختلاف اس امر میں ہے کہ یہ ممانعت صرف عید گاہ کے ساتھ مخصوص ہے یا گھر میں بھی پڑھنا ممنوع ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عید گاہ کے سوائے دوسرے مقام پر یہ ممانعت عائد نہیں یعنے عید گاہ کے سوائے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کچھ نفل پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نماز عید سے پہلے رسول اکرمؐ کوئی نفل نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ نماز عید سے واپسی پر دولت میں دو رکعات

پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ و مسند امام احمد)

ہدایہ میں تحریر ہے کہ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے جائیں۔ اور یہ کراہت صرف عیدگاہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ شرح ہدایہ میں ہے عیدگاہ جانے سے پہلے اگر نماز چاشت پڑھی جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ وغیرہ کہیں بھی مکروہ نہیں ہے شرح ہدایہ میں مرقوم ہے کہ امام اور دوسرے نمازیوں سب کو عیدگاہ میں قبل نماز عید نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہیں۔

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید صرف امام کو کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے دوسرے نمازیوں کو مکروہ نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید کسی نفل نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز نفل غیر مسنون ہے۔ اور اسی لئے مکروہ قرار دی گئی ہے۔

مؤلف فتح الباری نے لکھا ہے کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کو نفل پڑھنے میں ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد نفل یا سنت غیر مؤکدہ ہوں یا اس وقت میں پڑھنے کی ممانعت ہو۔ اور ان تمام صورتوں میں عیدگاہ یا عیدگاہ و مکان دونوں جگہ کے لئے ممانعت ہو سکتی ہے اور سلف ان تمام ممانعتی صورتوں میں باہم مختلف الرائے ہیں۔ علماء نہ عید کی نماز کے بعد نفل وغیرہ پڑھنے کے قائل ہیں اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع نہیں سمجھتے اور یہی مسلک امام اوزاعی امام ثوری اور حنفیوں کا ہے۔

علماء بصرہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع سمجھتے ہیں اور بعد کو ممنوع نہیں کہتے۔ اور یہی مسلک حسن بصری اور ایک دوسری جماعت کا بھی ہے۔

اہل مدینہ کہتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نہ پڑھے جائیں۔ اور یہی مسلک امام زہری، ابن جریج اور امام احمد کا ہے۔

بعض مالکی علماء کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ عیدگاہ میں امام کوئی نفل نہ پڑھے۔ جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کو جائز کہتے ہیں وہ استدلال لاتے ہیں کہ یہ

وقت نماز ہے اور وقت میں کوئی کراہت نہیں ہے اس لئے عیدگاہ میں بھی نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کی ممانعت کے قائل ہیں وہ یہ استدلال لاتے ہیں کہ رسول اکرم ؐ نے عیدگاہ میں نماز عید کے علاوہ کوئی نفل وغیرہ نہیں پڑھے۔ اور جس نے رسول اکرم کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ ہے۔

ماحصل اقوال و روایات اور حاصل کلام یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل پڑھنا رسول اللہ کے عمل و قول سے ثابت نہیں ہے۔

بعض لوگ عید کی نماز کو جمعہ کی نماز پر قیاس کرتے ہیں وہ مکرر سمجھ لیں کہ جمعہ الگ ہے اور عید الگ اور ان دونوں کے احکام بھی علیحدہ ہیں۔

البتہ صرف نفل پڑھنے کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ نفل اوقات مکروہ میں پڑھنا مکروہ ہے عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نفل بہر حصول تقرب الہٰی پڑھے جانے کا ہمارے ملک میں بھی رواج ہے۔

نماز عید کی قضا

نماز عید فوت ہو جانے پر اس کی قضا پڑھنے میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز عید کی قضا نہ پڑھی جائے اس لئے کہ نماز عید اپنی خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہدایہ کی بعض شروح میں مرقوم ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر حسب منشاء دو یا چار رکعات مانند نماز چاشت پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ صرف نماز عید کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دوسرے دنوں میں نماز چاشت کی مانند پڑھی جا سکتی ہے۔

محیط اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ عیدگاہ میں جسے امام کے ساتھ نماز عید نہ ملے اسے اختیار ہے کہ وہ عیدگاہ میں خود تنہا نماز پڑھ لے یا اپنے گھر جا کر پڑھے۔

اور افضل یہ ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر نماز چاشت کی مانند چار رکعات پڑھ لی جائیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بہ اسناد صحیح مروی ہے

کرحس کو عید کی نماز نہ ملی ہو وہ چار رکعات پڑھ لے۔

فتح الباری میں اس روایت کے آخر میں تحریر ہے کہ چار رکعات پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ"، دوسری میں "والشمس وضحٰها" تیسری میں "واللیل اذا یغشیٰ" اور چوتھی رکعت میں سورۃ "والضحیٰ" پڑھی جائے نیز اسی ضمن میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ان چار رکعات کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ان رکعات کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ عمدہ بہتر اجر وصلہ دیا جائے گا۔

اسی طرح حنبلی مذہب کے علماء بھی یہی روایت بیان کر کے ان چار رکعات کے بے پایاں ثواب بیان کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی ان چار رکعات کے بے حد و بےشمار ثواب کی روایت کی توثیق حضرت علیؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے کمزوروں کو چار رکعات بغیر تکبیرات و خطبہ کے پڑھائے۔

بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت انسؓ نے اپنے اہل وعیال و اولاد کو بصرہ سے دو فرلانگ دور موضع زاویہ میں جمع کیا۔ اور اطراف و اکناف کے لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کی۔ ان سب لوگوں کا قاعدہ تھا کہ وہ نماز عید کی دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ امام کے ساتھ نماز عید نہ ملنے کی صورت میں امام مالک اور امام شافعی کے قول کے موافق دو رکعتیں پڑھنا چاہیئے۔ اور امام احمد بن حنبل کے قول کے مطابق چار رکعات ادا کی جائیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب و قول کے موافق نماز عید فوت ہو جانے والے کو اختیار ہے خواہ وہ تنہا پڑھے خواہ نہ پڑھے اور پڑھنے کی صورت میں بھی اختیار ہے کہ دو رکعات پڑھے چاہے چار رکعات۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

ذی الحجہ

حضرت عباس رضؓ سے مروی ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا سال کے دلوں میں سے کوئی زمانہ جس میں بے انتہا عمل صالح یعنی نیکیاں وبھلائیاں کی گئی ہوں وہ ماہ ذی الحجہ کے عشرہ سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی مساوی درجہ نہیں رکھتا؟ ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی اللہ کو ان دلوں سے زیادہ محبوب نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ تین مرتبہ لوگوں نے یہی سوال کیا اور آپؐ نے تینوں مرتبہ یہی جواب عنایت فرمایا پھر فرمایا البتہ وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گیا اور وہیں میدان جہاد میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔ (بخاری)

ابن عوانہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں جابرؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔

علماء کہتے ہیں جس نے سال کے افضل دلوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے چاہیئے کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھنے کی منت پوری کرے اور جس نے سال کے کسی ایک افضل دن روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے عرفہ کے دن روزہ رکھ کر اپنی نذر پوری کرنا چاہیئے۔ اور جس نے ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو تو وہ جمعہ کے دن روزہ رکھے۔

فضیلت روز و شب کی وجہ عشرہ ذی الحجہ کے دلوں کی افضلیت اس لئے ہے کہ اس میں عرفہ کا دن واقع ہے۔ اور ماہ رمضان کے عشر آخر کی راتیں اس لئے افضل ہیں کہ ان میں شب قدر واقع ہے۔ اور چونکہ ماہ ذی الحجہ میں عرفہ کا دن آتا ہے اسی لئے اس دن کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزے بقر عید کے شروع کے نو دن میں روزوں کی فضیلت اور ان کے مستحب ہونے کی

احادیث درج ہیں۔

ابوداؤد و نسائی میں بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے منقول ہے کہ سرورِ عالم بقرعید کے (۹) دن، دسویں محرم، اور ہر ماہ تین دن کے روزے اکثر و بیشتر رکھا کرتے تھے۔ اور ہر ماہ کے تین دنوں میں سے پہلے پیر اور پہلی جمعرات کے دن روزہ دار رہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ ذی الحجہ کے عشرہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے۔

مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے عشرہ الحجہ میں رسول اللہ کو روزہ دار نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب یہ روایت دیگر احادیث روزہ کے منافی اس لئے نہیں کہ آپؓ سے رسول اکرمؐ کے روزہ دار نہ ہونے کی کیفیت کی روایت ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپؓ کو سرورِ عالمؐ کے روزہ دار ہونے کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بگر موانع مثلاً بیماری و سفر در پیش ہوں۔

نیز اس عشرہ کے مطلق عمل صالح کے بارے میں جو فضیلت کے احکام ہیں ان اعمال صالحہ میں روزہ کی فضیلت بھی داخل ہے۔ یعنی اعمال میں سے سب سے زیادہ فضیلت کی چیز روزہ ہے اور رمضان کے روزوں کے علاوہ عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کی زیادہ فضیلت ہے۔

متروکہ سنتیں

رسول اکرمؐ کی بعض سنتیں ایسی ہیں جنہیں عام طور پر لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں کہ جس نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا عام ازیں کہ وہ قربانی فرض ہو یا نفل ایسے قربانی کرنے والے کو لازم ہے کہ قربانی کرنے تک وہ اپنے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔

صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول الثقلین نبی خاتم النبیینؐ

نے فرمایا ماہ ذی الحجہ کے عشرہ اول میں اگر کوئی شخص قربانی کرنے کا خیال کرے تو اسے لازم ہے کہ قربانی کرنے تک وہ اپنے جسم اور چہرہ کے بالوں کو کاٹنے وغیرہ کے لئے ہاتھ نہ لگائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ لے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھ کر قربانی کرنیکا ارادہ کیا تو وہ اپنے ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ کٹوائے نہ منڈوائے۔

جامع الاصول میں صحیح مسلم کی یہ روایت عمر بن مسلم بن عمار لیثی کی زبانی نقل کی گئی ہے کہ عمر بن مسلم نے کہا بقرعید سے پہلے ایک دن ہم غسل خانہ عام میں گئے اور وہاں ہم نے نورہ (بال صفا پوڈر) لگایا۔ جس پر غسل خانہ والوں نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ ؐ نے اس زمانہ میں بال لینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد میں (عمر بن مسلم) نے حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس جاکر یہ واقعہ بیان کیا جنہوں نے کہا اے بھتیجے! لوگوں نے یہ حدیث طاق نسیاں بنا دی ہے اور اس پر عمل آوری ترک کر دی ہے۔ حالانکہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ؐ کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھا اسے لازم ہے کہ وہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ لے (تا ختم حدیث)

عرفہ کی فضیلت بقرعید کے مہینہ کے نویں دن کو عرفہ کا دن کہتے ہیں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے یا جمعہ کا دن؟

ایک روایت یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا افضل ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسے ہم نے تفصیل کے ساتھ سفر السعادت کے باب جمعہ میں بیان کیا ہے کہ عرفہ کا وہ دن زیادہ افضل ہے جس دن جمعہ بھی ہو۔

عرفہ کا روزہ جمہور کا قول ہے کہ عرفہ کا روزہ سنت ہے اور جو لوگ عرفات کے میدان میں نہ ہوں ان کا درجہ اولیٰ روزہ رکھنا چاہیئے۔

حضرت ام الفضل بنت حارثؓ کا بیان ہے کہ میں عرفہ کے دن سرور عالم ؐ کے

ساتھ تھی لوگوں میں تیز تیز گفتگو ہوئی۔ کسی نے کہا آپؐ روزہ دار ہیں کسی نے کہا آج آپؐ کا روزہ نہیں ہے۔ جس پر میں (ام الفضلؓ) نے آپؐ کے پاس میدان عرفات میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ جسے آپؐ نے نوش فرما لیا۔ اور آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ (متفق علیہ)

یہی روایت حضرت میمونہؓ سے بھی مروی ہے۔

ترمذی نے ابوہریرہؓ کے حوالہ سے عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں عبداللہ ابن عمرؓ رسول اکرمؐ کے ساتھ دوران حج میں ہمرکاب تھا۔ اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شریک تھے۔ آپؐ اور صدیق اکبر عرفہ کے دن روزہ دار نہ تھے۔ میں اور حضرت عمرؓ نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اور ہم سب عرفات میں تھے۔ رسول اکرمؐ نے ہمیں اس (عرفہ کے) دن روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا اور روزہ رکھنے کی ممانعت بھی نہیں فرمائی تھی۔

اکثر علماء کا یہی مسلک و عمل ہے کہ روزہ رکھ کر میدان عرفات میں نہیں جانا چاہئے۔ اور عرفات میں روزہ نہ رکھنا ہی مستحب ہے تاکہ دعا کرنے والے میں عبادتیں کرنے کی قوت باقی رہے۔

بعض علماء نے میدان عرفات میں جبکہ نویں تاریخ ذی الحجۃ کو وہاں حاجی قیام کرتے ہیں روزہ رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال گذشتہ و آیندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور مذہب حنفیہ یہی ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور خصوصاً وہ حاجی جن میں عبادت کرنے کی قوت و سکت نہ ہو ان کے لئے مستحب نہیں ہے۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

قیام عرفات

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب بارہ کوس کے فاصلہ پہ ایک مقام کو عرفات کہتے ہیں، جہاں نویں ذی الحجۃ کو حاجی ٹھہرتے ہیں۔

تعرّف و تعریف

میدان عرفات جس طرح دعائیں کی جاتی ہیں ویسے ہی دوسرے شہروں میں بعض لوگ لباس وغیرہ پہنتے

اور ویسے ہی عمل کرتے ہیں۔

واضح باد علماء احناف نے بیان کیا ہے میدان عرفات کے مانند عرفہ کے دن لوگوں کا کسی ایک جگہ جمع ہو کر عمل کرنا اور یہ خود ساختہ عرفہ منانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ عمل بالکل بے اصل ہے جس کی کوئی اساسی حقیقت نہیں ہے، اس کے برعکس امام ابویوسف اور امام محمدؒ نے اصول روایت کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عرفات نما اس قسم کا عرفہ منانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے بصرہ کے قیام کے زمانہ میں خود ایسی طرح عرفہ منایا تھا (اس کی اسناد غیر معلوم ہیں)

مؤلف نبیین نے بھی اس قسم کے عرفہ منانے کو غیر مکروہ لکھا ہے۔

جامع صغیر برہانی میں علماء کا یہ قول تحریر ہے کہ "تعریف" یعنی عرفہ کے دن لوگوں کا کسی مقام پر اس لئے جمع ہونا تاکہ میدان عرفات کی مانند عمل کر سکیں اور میدان عرفات کے اعمال کی مانند مشابہت پیدا کر سکیں یہ تعریف و خود ساختہ عرفہ منانا بالکل بے اصل و بے بنیاد کام ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس میں جو عبادت کی جاتی ہے وہ غیر مشروع نہیں ہے۔ کیونکہ جو عبادت کی جاتی ہے یا جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور بارگاہ الہٰی میں جس تضرع و عاجزی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں ان ہی سے کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی چیز سنت یا واجب نہیں ہے۔ اور یہی مضمون و مفہوم نجم الدین بلخی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ جامع صغیر میں مرقوم ہے کہ تعریف (یعنی تعرّف و خود ساختہ عرفہ منانا) جو لوگ کرتے ہیں یہ بے اصل و بے بنیاد ہے۔ اور اگر اس طرح تعریف یعنی تعرّف و عرفہ منایا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ شہر کے تمام صالح، عارف اور عالم ایک جا جمع ہو کر تکبیر و تہلیل کریں اس میں کوئی مضا نہیں لیکن عرفات کی مانند اپنے شہر میں تکبیر و تہلیل کرنا بے بنیاد کام ہے۔ اور یہ کوئی مسنون کام نہیں ہے۔ البتہ تہلیل و تکبیر پڑھنا اور عبادت الہٰی کرنا بذاتہ ایک عمدہ مذہبی کام ہے جس سے نیکیاں اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اور یہی مضمون و مفہوم "کافی" میں بھی مرقوم ہے۔ جس کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کام

مستحب ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں عبادت گذاروں کی مشابہت کی جاتی ہے ۔ جس کا اجر و بدلہ اللہ تعالےٰ دے گا۔ اور یہی مضمون و مفہوم سنن الہدیٰ میں بھی مرقوم ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ ذکر الٰہی، تسبیح و تہلیل اور اللہ کی جناب میں دعائیں مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس قسم کا خود ساختہ عرفہ منانا، تقریباً ہر زمانہ میں اکثر شہروں میں منایا جاتا رہا ہے۔ حجاج کے دنوں میدان عرفات کی طرح اپنے اپنے مقام و شہر میں احرام باندھ کر تلبیہ وغیرہ پڑھنا اور مقررہ آداب و طریق حجاج اختیار کرنا، بے اصل و بے بنیاد کام ہیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ وقوف میدانِ عرفات کی عبادات صرف میدان عرفات کے لئے مخصوص ہیں۔ باقی اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

علاوہ ازیں دیگر عبادات، ادعیہ و احکام وغیرہ کتب فقہ اور رسالہ جات عبادات میں مرقوم ہیں جو مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ چونکہ خود ساختہ عرفہ منانا کے احکام ہمیں لکھنا تھے جو ہم نے بہ توفیق الٰہی تحریر کر دیئے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید المرسلین امام المتقین حضور پرنور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ پر آپ کے آل و اصحاب پر اور آپ کے ان متبعین و پیروی کرنے والوں پر جو راہ حق کے رہنما اور علوم اسلامیہ کو زندہ کرنے والے ہیں آمین یا رب العالمین ۔ ❁

❁

چند مطبوعات دارالاشاعت . کراچی ع۱

اکسیر ہدایت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت از حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	کیمیائے سعادت اسلامی لٹریچر میں زندہ جاوید کتاب ہے جو اسرار تصوف، تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس اصلاح ظاہر و باطن میں بے نظیر کتاب ہے۔ مولانا فخرالدین لکھنویؒ نے سلیس اردو ترجمہ کیا ہے۔ عکسی طباعت مجلد اعلیٰ۔	۵۲/
المعجم اردو سے عربی جامع ڈکشنری	تقریباً چالیس ہزار الفاظ کی اردو سے عربی ڈکشنری مع اضافہ الفاظ مترادفہ و قواعد عربیہ، عکسی طباعت مجلد پلاسٹک کور۔	۳۶/
القاموس القرآن قرآنی ڈکشنری عربی سے اردو	از قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، جس میں قرآن کریم کے تمام الفاظ مع اردو تشریح اور ضروری صرفی و نحوی ترکیب کے درج ہیں اور اہم الفاظ پر تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ عکسی طباعت۔	۳۶/
اسلام کا نظام اراضی و عشر خراج مع فتوح الہند از مولانا محمد شفیع	زمینوں کی شرعی اقسام اور انکے احکام کی مکمل تحقیق۔ زمین کے متعلق قرآنی آیات کی تفسیر عشر و خراج کے تفصیلی احکام ہند و پاکستان کی اراضی کے متعلق شرعی احکام اور پاک و ہند کی تاریخ کا فکر انگیز مجموعہ۔ سفید کاغذ مجلد عکسی طباعت	۲۸/
اسلام کا نظام مساجد از مولانا ظفیرالدین صاحب	اسلام کے نظام مساجد کے تمام گوشوں پر مکمل اور دلپذیر بحث جس میں مسجد سے متعلق ہر قسم کے احکام و معلومات نہایت عام فہم انداز سے قرآن و حدیث کی روشنی میں جمع کی گئی ہیں مجلد سفید کاغذ۔	۱۸/۷۵
اسلام کا نظام عفت و عصمت۔ از مولانا ظفیرالدین صاحب سائز ۲۲ ۱۸ / ۸	نظام عفت و عصمت کی جامعیت و اہمیت پر پہلی محققانہ کتاب جس میں عفت و عصمت اور اس کے لوازم کے ایک ایک گوشے پر بصیرت افروز اور دلپذیر بحث کی گئی ہے صفحات تین سو (۳۰۰) عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین ڈسٹ کور۔	۲۱/۷۵
آپ حج کیسے کریں؟ از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ،	یہ کتاب سفر حج میں ساتھ رکھنے سے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی اللہ کا بندہ حاجی کا ہاتھ پکڑ کر عاشقانہ اور مسنون حج ادا کرا رہا ہے آپ بھی اس کو رہنما بنائیں۔ عکسی طباعت سفید کاغذ بکس بورڈ جلد۔	۱۲/

چند مطبوعات دارالاشاعت - کراچی ع۱

عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین کا مکمل جواب سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۳۲۸	جناب احمد رضا خان بریلوی کی کتاب حسام الحرمین جس میں غلط بیانی سے کام لے کر علمائے حرمین سے علمائے دیوبند کے خلاف فتاوی حاصل کر لئے تھے اُن فتاوی کی اصل حقیقت اور قلعی کھولی گئی ہے اور احمد رضا خان صاحب کے جعل و تلبیس کا پردہ چاک کیا گیا ہے ان کی کتاب کا مکمل جواب یکجا۔ از مولانا خلیل احمد، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا محمد منظور نعمانی ۔	۲۸/
علمی کشکول مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۳۲۰	علمی اخلاقی تاریخی فقہی چیدہ چیدہ مضامین متفرقہ کا نہایت دلچسپ مجموعہ سینکڑوں بزرگان سلف کے حالات و مقالات حکمت درج ہیں آخر میں حضرت مفتی صاحبؒ کا فارسی و اردو کلام بھی شامل ہے کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ ہاتھ سے چھوٹنے کو دل نہیں چاہتا ۔	۲۸/
عیسائیت کیا ہے؟ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۱۷۶	عیسائی مذہب کے بنیادی افکار و نظریات عیسائیت کی اجمالی تاریخ بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ عیسائیت کا بانی کون ہے اور کیا عیسائیت فی الواقع حضرت عیسیٰ کی تعلیم و عقائد پیش کرتی ہے؟ اس موضوع پر فکر انگیز کتاب عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین ڈسٹ کور۔	۱۵/۷۵
عروج و زوال کا الٰہی نظام مولانا مفتی محمد تقی امینی	قوموں کے عروج و زوال کے اسباب قائدین کے اوصاف و خصائل اور بہت سے عمرانی نفسیاتی و اجتماعی مسائل پر وحی الٰہی اور علم و تحقیق کی روشنی میں محققانہ کلام کیا گیا ہے عکسی طباعت سفید کاغذ بکس بورڈ کی حسین جلد۔	۱۰/۵۰
عشق الٰہی مولانا حافظ محمد اسحٰق دہلویؒ	اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت سے متعلق انبیاء کرام و اولیاء عظام کے انتہائی دلچسپ اور سبق آموز واقعات عام فہم انداز میں ۔ عکسی طباعت سفید کاغذ رنگین سرورق	۲/۷۰

دارالاشاعت ـــــ مقابل مولوی مسافرخانہ ـــــ کراچی ع۱

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ عَنْ اَعْمَالِ السَّنَةِ

عربی تصنیف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ناشر

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذى جعل الاوقات المباركة مواسم الخيرات والبركات و مفاخر لاهل النسك والعبادات تربح فيها تجاراتهم وتضاعف لهم اجورهم ويصلون الى مقاصدهم وما يأملون من ثواب الاعمال واجابة الدعوات، فالخاسر من لم يحضر مواسم التجارة. والمفرط اولى بالخسارة والصلوٰة والسلام الاتمان الاكملان على سيد المرسلين وامام المتقين محمدن الذى بتعليمه واتباعه حصل العلوم والاعمال. وبكرمه وشفاعته ينال الامانى والآمال. فى المبدأ والمآل. استاذ الكل وامام الوجود. ومنبع العلم و معدن الجود. وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين. هداة الطريق الحق ومحيى علوم الدين:

اما بعد فيقول العبد الفقير الى الله البارى عبد الحق بن سيف الدين الدهلوى البخارى وفقه الله لسلوك طريق الحق واليقين. فى متابعة سيد المرسلين. قد ثبت الخلاف بين المحدثين والمتنسكين فيما جاء فى الليالى والايام من الاوراد والصلوٰة والصيام وقد تكلم المحدثون فيما تمسك به النساك وشددوا فى الانكار وحكموا ببطلان ما ورد فيها من الاحاديث والاخبار. ولكن كنا قد تكلمنا فى ذالك فى رسالة فارسية لنا فى الجمع بين الفريقين وسلكنا فيه السمت الطريقين وذكرنا ما فيه من الاجمال والتفصيل والله يقول الحق وهو يهدى السبيل ثم جمعنا فى هذه الرسالة ما جاء من الاحاديث الصحاح والحسان والضعاف والموضوعات على ما تقرر عند المحدثين الذين بيدهم الامر فى هذه المعاملات مع ذكر اكثر فوائد شريفة وتحقيقات لطيفة فيما انجر اليه الكلام خصوصًا فى شهر ربيع الاول فى ذكر وفات سيد الانام عليه الصلوة و السلام مبتدئًا من شهر المحرم الى ذى الحجة الحرام. والله الموفق بمنه الاكمال والاتمام. وسميته بما ثبت من السنة فى ايام السنة تقبل الله بفضله

---

۲ الذى لا تأخذه سنة ولا نوم

شهر المحرّم

من جامع الاصول فيما جاء في الصحيح من الاحاديث من احوال فضله وفضل الصوم فيه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت كان يوم عاشوراء يصام قبل رمضان فيما نزل رمضان قال من شاء صام ومن شاء افطر وفي رواية قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بصيام يوم عاشوراء الحديث وفي اخرى قالت كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان كان يومًا ستر فيه الكعبة قالت فلما فرض رمضان قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من شاء ان يصومه فليصمه ومن شاء ان يتركه فليتركه وفي اخرى قالت كان يوم عاشوراء يصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه في الجاهلية فلما قدم المدينه صامه وامر بصيامه فلما فرض رمضان ترك عاشوراء فمن شاء صامه و من شاء تركه وفي اخرى فلما فرض رمضان قال من شاء صامه و من شاء تركه وفي اخرى ان قريشًا كانت تصوم عاشوراء في الجاهلية ثم امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيامه حتى فرض رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شاء يصوم فليصمه ومن شاء يفطر فليفطر اخرجه البخاري ومسلم و اخرج مالك وابو داؤد والترمذي الرواية الرابعة وقالوا فيها فكان لوكان هو الفريضة بعد قوله فلما فرض رمضان عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما ان اهل الجاهلية كانوا يصومون يوم عاشوراء وان رسول الله صلى الله عليه وسلم صامه والمسلمون قبل ان يفرض رمضان فلما افترض رمضان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عاشوراء يوم من ايام الله تعالى فمن شاء وفي رواية قال ذكر عند النبى صلى الله عليه وسلم يوم عاشورا فقال ذلك يوم كان يصومه اهل الجاهلية فمن شاء صامه ومن شاء تركه اخرجه البخاري ومسلم وللبخاري صام رسول الله صلى الله عليه وسلم عاشوراء وامر بصيامه فلمّا فرض رمضان تركه

وكان عبد الله لا يصومه الا ان يوافق صومه ومسلم مثل الثانيه وقال فمن احب منكم ان يصومه فليصمه ومن كره فليدعه واخرج ابوداؤد نحو الرواية الاولى وعن ابى موسىٰ قال كان يوم عاشوراء يوما يعظمه اليهود ويتخذونه عيدًا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصوموه انتهى وفى رواية كان اهل خيبر يصومون يوم عاشوراء ويتخذونه عيدًا ويلبسون نساءهم فيه حليهم وشيابهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموه انتهى اخرجه البخارى ومسلم وعن ابن عباس قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فراى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا قالوا يوم صالح انجى الله فيه موسىٰ وبنى اسرائيل من عدوهم فصامه فقال انا احق بموسىٰ منكم فصامه فامر بصيامه وفى رواية فقال لهم ما هذا اليوم الذى تصومونه قالوا هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسىٰ وقومه وغرق فيه فرعون فصومه فصامه موسىٰ شكرًا فنحن نصومه تعظيمًا له اخرجه البخارى ومسلم واخرج ابو داؤد اخر وعن جابر بن سمرة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامر بصيام يوم عاشوراء ويحثنا عليه ويتعاهدنا عنده فلما فرض رمضان لم يامرنا ولم ينهنا عنه ولم يتعاهدنا اخرجه مسلم وعن علقمة ان الاشعث بن قيس دخل على عبد الله وهو يطعم يوم عاشوراء فقال يا ابا عبد الرحمٰن ان اليوم يوم عاشوراء فقال قد كان يصام قبل ان ينزل رمضان فلما نزل رمضان ترك فان كنت مفطرًا فاطعم اخرجه البخارى ومسلم وعن سلمة ابن الاكوع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر رجلا من اسلم[1] ان اذن فى الناس من كان اكل فليصم بقية يومه ومن لم يكن اكل فليصم فان اليوم يوم عاشوراء وفى رواية انه قال لرجل من اسلم[2] اذن فى قومك او فى الناس بالشك اخرجه البخارى ومسلم والنسائى وعن عبد الرحمٰن بن

---

[1] اى ابن قبيلہ بن اسلم ۱۲ ؛ [2] اَسلَم مشہور قبیلہ ہے ؛

سلمة نحوما اخرجه ابوداؤد وعن الربيع بنت معوذ رضی الله عنها قالت ارسل رسول الله صلی الله علیه وسلم غداة عاشوراء الی قری الانصار التی حول المدینة من کان اصبح صائماً فلیتم صومه ومن کان اصبح مفطرا فلیتم بقیة یومه فکنا بعد ذلک نصومه ونصومه صبیاننا الصغار منهم ونذهب الی المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن فاذا بکی احدهم علی الطعام اعطیناها ایاه حتی یکون عند الافطار اخرجه البخاری ومسلم وفی روایة اخری مثله وعن قیس بن سعد بن عبادة رضی الله تعالیٰ عنهما قال کنا نصوم عاشوراء ونؤدی زکوٰة الفطر فلما نزل رمضان ونزلت الزکوٰة لم نؤمر به ولم ننه عنه وکنا نفعله اخرجه النسائی واخرج عن محمد بن الصیفی قال قال رسول الله علیه وسلم یوم عاشوراء أمنکم احد اکل الیوم فقالوا منا من صام ومنا من لم یصم قال فاتموا بقیة یومکم وابعثوا الی اهل العروض فلیتموا بقیة یومهم وروی مالک بلغه عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه ارسل الی الحارث بن هشام ان غدا یوم عاشوراء فصم وأمر اهلک ان یصوموا اخرجه فی الموطا و عن عبید الله بن ابی زید انه سمع ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما سئل عن صیام یوم عاشوراء فقال ماعلمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صام یوما یطلب فضله علی الایام الا هذا الیوم ولا شهرا الا هذا الشهر یعنی رمضان وفی حدیث عبد الله بن موسیٰ قال ما رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یتحری صیام یوم فضله علی غیره الا هذا الیوم یوم عاشوراء وهذا الشهر یعنی رمضان اخرجه البخاری ومسلم وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بصوم یوم عاشوراء یوم العاشر اخرجه الترمذی وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع یوم عاشوراء وفی روایة قال حین صام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامه فقالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود

والنصارى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا كان العام المقابل ان شاء الله صمت اليوم التاسع فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وفى رواية حكم بن الاعرج قال انتهيت الى ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وهو متوسد رداءه فى زمزم فقلت اخبرنى عن صوم يوم عاشوراء فقال اذا رأيت هلال المحرم فاعدد واصبح يوم التاسع صائما قال هكذا كان محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه قال نعم اخرجه مسلم و اخرجه ابوداؤد والثانية والثالثة وفى رواية ذكرها رزين عن عطاء قال سمعت ابن عباس رضى الله عنهما يقول صوموا التاسع والعاشر و خالفوا اليهود وعن حفصة رضى الله تعالى عنها قالت اربع لم يكن يدعهن رسول الله صلى الله عليه وسلم صيام عاشوراء والعشر و ثلثة ايام من كل شهر وركعتان قبل الفجر اخرجه النسائى - وعن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال افضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم وافضل الصلوٰة بعد المكتوبة صلوٰة الليل واى القيام افضل بعد شهر رمضان قال صيام شهر الله المحرم اخرجه مسلم وابوداؤد و اخرج الترمذى والنسائى الاول وعن على رضى الله عنه انه سأله رجل قال اى شهر تامرنى ان اصوم بعد شهر رمضان فقال له ما سمعت احدا يسأل عن هذا الا رجلا سمعته يسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا قاعد عنده فقال يارسول الله اى شهر تامرنى ان اصوم بعد شهر رمضان قال ان كنت صائما بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر الله تعالى فيه يوم تاب فيه على قوم ويتوب فيه على قوم آخرين اخرجه الترمذى هذه احاديث جاءت فى الكتب الستة مذكورة فى الجامع الاصول ونتبعها - باحاديث ذكرت فى جامع الكبير تاليف سيدنا و مولانا الشيخ العارف بالله على بن المتقى الذى رتبها وبوبها من جمع الجوامع للسيوطى وفيه احاديث السنة بطريق آخر لاحاجة الى اعادتها بعد ذكرها بطرقها اللهم الا ان يكون بلفظ آخر لم يذكره فى الجامع واحاديث آخر

مساعداته ولنذكرها وعن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان كنت صائماً بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر
الله تعالى فيه يوم تاب فيه على قوم ويتوب فيه على قوم آخرين وحث الناس
على تجديد توبة النصوح في يوم عاشوراء وترجيه بقبول التوبة فمن
تاب فيه الى الله عزوجل من ذنوبه تاب عليه كما تاب على من قبلهم
ويتوب فيه على الآخرين رواه الترمذي وعن ابن عباس رضي الله عنهما
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموا يوم عاشوراء وخالفوا
فيه اليهود وصوموا قبله يوماً وبعده يوماً رواه احمد وعنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت امرت بصيام يوم قبله او يوم
بعده يعني يوم عاشوراء رواه البيهقي في شعب الايمان وعن ابي
هريرة اصوموا يوم عاشوراء وهو يوم كانت الانبياء تصومه فصوموه
رواه ابن ابي شيبة وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوم عاشوراء عيد من قبلكم فصوموه انتم رواه البزار والديلمي۔
وعن انس رضي الله تعالى عنه قال من صام ثلثة ايام من شهر
الحرام الخميس والجمعة والسبت كتب له عبادة سنتين وعن ابن
عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان
العام المقبل صمنا يوم التاسع وعنه انه قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان عشنا خالفنا هم وصمنا اليوم التاسع وعن
ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام
يوم الزينة ادرك ما فاته من صيام السنة يعني يوم عاشوراء وروى
ابوالشيخ في الثواب انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
نوحاً هبط من السفينة على الجودي يوماً عاشوراء فصام نوح وامر
من معه بصيامه شكراً لله وفي يوم عاشوراء تاب الله على آدم وعلى
اهل مدينته يونس وفيه فلق البحر لبني اسرائيل وفيه ولد ابراهيم
وابن مريم عليهما السلام وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال قال

رسول الله صلی الله علیه وسلم من وسّع علی عیاله یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر سنة وعن علی رضی الله تعالی عنه سیّد الناس آدم وسیّد العرب محمد صلی الله علیه وسلم وسید الروم صهیب وسید الفرس سلمان وسیّد الحبش بلال وسیّد الجبال طورسیناء وسیّد الشجرة السدرة وسید الاشهر محرّم وسید الایام الجمعة وسید الکلام القرآن البقرة وسیّده البقرة آیة الکرسی اما انّ فیها خمس کلمات فی کل کلمة خمسون برکة رواه الدیلمی فی مسند الفردوس وهو ضعیف قال العبد الضعیف وقد ورد فی حدیث اصح من هذا الباب ان افضل الشهر شهر رمضان وهو ما رواه الطبرانی عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم الا اخبرکم بان افضل الملائکة جبرئیل وافضل الایام یوم الجمعة وافضل الشهور شهر رمضان وافضل اللیالی لیلة القدر وافضل النساء مریم بنت عمران اللهم الاان یفرق بین الافضلیة والسیادة فتدبروبالله التوفیق *

قال الشیخ شهاب الدین بن الحجر الهیثمی المصری مفتی بلد الله الحرام وشیخ الفقهاء والمحدثین فی اوانه بذلک المقام فی الصواعق المحرقة اعلم ان ما اصیب به الحسین رضی الله تعالی عنه فی عاشوراء انما هو الشهادة الدالة علی مزید خطرته ورفعة درجة عند ربه والحاقه بدرجات اهل البیت الطاهرین لمن ذکر ذالک الیوم مصابه لاینبغی ان یشتغل الا بالاسترجاء امتثالاً للامر واحرازاً لما رتّبه الله تعالی علیه بقوله اولٰئک علیهم صلوٰت من ربهم ورحمة واولٰئک هم المهتدون ولا یشتغل ذالک الیوم الابذلک ونحوه من عظائم الطاعات کالصوم وایاه ثم ایاه ان یشتغل ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والسیاحة والحزن اذ لیس ذالک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم اولی بذالک واحرای اوببدع الناصبة المتعصبة علی اهل البیت اوالجهال المتقابلین للفاسد بالفاسد

والبدعة بالبدعة والشر بالشر من اظهار غاية الفرح والسرور و
اتخاذه عيداً او اظهار الزينة فيه كالخضاب والاكتحال ولبس جديد
الثياب وتوسيع النفقات وطبخ الاطعمة والحبوب الخارجة عن
العادات واعتقادهم ان ذلك من السنة والمعتاد في السنة ترك
ذلك كله فانه لم يرد في ذلك شئ يعتمد عليه ولا اثر يرجع اليه و
قد سئل بعض ائمة الحديث والفقه عن الكحل والغسل والحناء
وطبخ الحبوب ولبس الجديد واظهار السرور يوم عاشوراء فقال
لم يرد فيه حديث صحيح عنه صلى الله عليه وسلم ولا احد ممن
اصحابه ولا استحبه احد من ائمة المسلمين لا من الاربعة ولا من
غيرهم ولم يرو في الكتب المعتمدة في ذلك صحيح ولا ضعيف وما
قيل ان من اكتحل يوم عاشوراء لم يرمد ذلك العام ومن اغتسل لم
يمرض ذلك كذلك ومن وسع على عياله فيه وسع الله عليه سائر
سنته وامثال ذلك مثل فضل صلوٰة فيه وانه كان فيه توبة آدم
عليه السلام واستواء السفينة على الجودي وانجاء ابراهيم عليه السلام
من النار وفداء الذبيح بالكبش ورد يوسف على يعقوب عليهما السلام
فكل ذلك موضوع الا حديث التوسعة على العيال لكن في سنده من تكلم
فيه فصار هؤلاء لجهلهم يتخذونه موسماً واولئك لرفضهم يتخذونه
ماتما وكلاهما مخطئ مخالف للسنة كذا ذكره جميعه بعض الحفاظ وقد
صرح الحاكم بان الاكتحال يومه بدعة مع روايته خبر ان من اكتحل
بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابدا لكنه قال انه منكر ومن ثم
اورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الحاكم قال بعض الحفاظ
ومن غير ذلك الطرق ونقل المجد اللغوي عن الحاكم ان سائر الاحاديث
في فضله غير الصوم وفضل الصلوٰة والانفاق والخضاب والادهان و
الاكتحال وطبخ الحبوب وغير ذلك كله موضوع ومفترى وبذلك صرح
ابن القيم ايضاً فقال حديث الاكتحال والادهان والتطيب يوم

وعاشوراء من وضع الكذابين والكلام فيمن خص يوم عاشوراء بالكحل مما
مر ان التوسعة فيه لها اصل هو كذلك نقل اخرج حافظ الاسلام الزين
العراقي فی اماليه من طريق البيهقی ان النبی صلی الله عليه وسلم قال ومن
وسع على عياله واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته، ثم قال
عقيبه هذا حديث فی اسناده لين لكن حسن على رأی ابن حبان وله طريق
آخر صححه الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصر وفيه زيادات منكرة و
ظاهر كلام البيهقی ان حديث توسعة حسن على رأی غير ابن حبان ايضاً فانه
رواه من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعاً ثم قال وهذه الاسانيد و
ان كانت ضعيفة لكنها اذا ضم بعضها الى بعض حدثت قوة وانكار ابن
تيمية ان التوسعة لم يرو فيها شیء عنه صلی الله عليه وسلم وهم لما
علمت وقول احمد انه لا يصلح ای لذاته فلا ينفی قوله حسنا لغيره و
الحسن لغيره يحتج به كما بين فی علم الحديث انتهٰی. وفی المقاصد
الحسنة للشيخ محمد السخاوی حديث من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء
لم ترمد عينه ابداً رواه الحاكم والبيهقی فی الثالث والعشرين من
الشعب والديلمی من حديث جويبر عن ضحاك عن ابن عباس مرفوعاً و
قال الحاكم انه منكر بل موضوع اورده ابن الجوزی فی الموضوعات
من هذا الوجه ومن حديث ابی هريرة رض بسند ليس فيه احمد بن منصور
الشونيزی فكانه، ادخل عليه انتهٰی وحديث من وسع على عياله فی يوم
عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها رواه الطبرانی والبيهقی فی شعب
الايمان وفضائل الاوقات وابو الشيخ عن ابن مسعود والاولان فقط
عن ابی سعيد والثانی فقط فی الشعب عن جابر وابی هريرة وقال ان
اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذا ضم بعضها الى بعض افاد قوة بل
قال العراقی فی اماليه لحديث ابی هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر
الحافظ واورده ابن الجوزی من طريق سليمان بن ابی عبد الله عنه
وقال سليمان مجهول وسليمان ذكره ابن حبان فی الثقات والحديث

حسن على رأية قال له طريق أخرى عن جابر على شرط مسلم اخرجها
ابن عبد البر فى الاستذكار من رواية ابى الزبير عنه وهو اصح طرقه و
رواه ابن هو والدارقطنى فى الافراد بسند جيد عن عمر موقوفا عليه و
البيهقى فى الشعب من جهة محمد بن المنتشر قلت واستدرك عليه
شيخنا كثيرا لم نذكره ونقد اعتماد ابن جوزى فى الموضوعات قول
العقيلى فى خصيم بن شداخ راوى حديث ابن مسعود انه مجهول
بقوله بل ذكره ابن حبان فى الثقات والضعفاء انتهى وفى تنزيه الشريعة
فى الاحاديث الموضوعة للشيخ الامام الحافظ العلامة عالم
المدينة النبوية فى زمانه الشيخ على بن محمد بن العراق حديث من
صام تسعة ايام من اول المحرم بنى الله له قبة فى الهواء ميلا لها
اربعة ابواب رواه ابو نعيم عن انس وفيه موسى الطويل وهو افته وحديث
من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة بصيامها و
قيامها ومن صام يوم عاشوراء اعطى ثواب الف حاج ومعتمر ومن صام
يوم عاشوراء اعطى ثواب عشرة آلاف شهيد ومن صام عاشوراء كتب الله
له اجر سبع سموات ومن اشبع جائعا فى يوم عاشوراء فكانما اطعم
جميع فقراء امة محمد صلى الله عليه وسلم واشبع بطونهم ومن
مسح على رأس يتيم يوم عاشوراء رفعت له بكل شعرة على راسه
درجة فى الجنة وخلق الله السموات يوم عاشوراء والارض كمثله وخلق
القلم عاشوراء واللوح كمثله وخلق جبرئيل يوم عاشوراء والملئكة
يوم عاشوراء وخلق آدم يوم عاشوراء وولد ابراهيم يوم عاشوراء و
انجاه الله من النار يوم عاشوراء وفدى اسمعيل عليه السلام يوم
عاشوراء وغرق فرعون يوم عاشوراء ورفع ادريس يوم عاشوراء وتاب
الله على آدم يوم عاشوراء وغفر ذنب داؤد يوم عاشوراء واستوى الرب
العرش يوم عاشوراء وتقوم القيامة يوم عاشوراء موضوع ذكره ابن
الجوزى عن ابن عباس رض وفيه حبيب بن حبيب وهو افته وحديث

ان الله افترض على بنى اسرائيل صوم يوم من السنة وهو يوم عاشوراء و
هو يوم العاشر من المحرم فصوموا ووسعوا على اهليكم فيه فان من
وسع على اهله من ماله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته فصوموه
فانه اليوم الذى تاب الله فيه على آدم وهو اليوم الذى رفع الله فيه
ادريس مكانا عليا وهو اليوم الذى نجى الله فيه ابراهيم من النار وهو
اليوم الذى اخرج فيه نوحا من السفينة وهو اليوم الذى اخرج الله يوسف
من السجن وهو اليوم الذى رد على يعقوب بصره وهو اليوم الذى كشف الله
فيه عن ايوب البلاء وهو اليوم الذى اخرج الله فيه يونس من بطن الحوت
وهو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى اسرائيل وهو اليوم الذى غفر
الله فيه لمحمد صلى الله عليه وسلم ذنبه ما تقدم وما تأخر وفى هذا اليوم
عبر موسى البحر وفى هذا اليوم انزل الله التوبة على قوم يونس فمن صام هذا
اليوم كان كفارة اربعين سنة واول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء
واول يوم نزل المطر من السماء يوم عاشوراء ومن صام يوم عاشوراء فكانما
صام الدهر وهو صوم الانبياء وموسى ومن احيى ليلة عاشوراء فكانما
عبد الله مثل عبادة اهل السموات السبع ومن صلى اربع ركعات تقرأ فى
كل ركعة بالحمد لله مرة وخمسين مرة قل هو الله احد غفر الله له
ذنوب خمسين عاما ماضية وخمسين عاما مستقبلة وبنى الله له فى
الملاء الاعلى الف منبر من نور ومن سقى شربة ماء فيه فكانما لم يعص الله
طرفة عين ومن اشبع اهل بيت مساكين يوم عاشوراء مر على الصراط
كالبرق الخاطف ومن تصدق صدقة فيه فكانما لم يرد سائلا قط و
من اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض الا مرض الموت ومن اكتحل يوم
عاشوراء لم ترمد عيناه السنة كلها ومن امر يده على رأس يتيم فكانما
امر يتامى ولد آدم كلهم ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكانما عاد مرضى
ولد آدم كلهم ذكره ابن الجوزى فى الموضوعات وقال رجاله ثقات فالظاهر
ان بعض المتأخرين وضعه وركبه على هذا الاسناد انتهى ؛

ذکر مقتل سیدنا الامام الشہید السعید سبط رسول اللہ الامام ابی عبد اللہ الحسین سلام اللہ علی نبینا وعلی آبائہ الکرام

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی جبرئیل ان حسینا یقتل بشاطئ الفرات رواہ ابن سعد وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف وجاءنی بہذہ التربۃ واخبرنی ان فیہا مضجعہ رواہ ابن سعد والطبرانی فی الکبیر وعن ام الفضل بنت الحارث قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان امتی ستقتل ابنی ہذا یعنی الحسین واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک۔

وعن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخبرنی جبرئیل ان ابنی یقتل بارض الفرات فقلت لجبرئیل ع ارنی تربۃ الارض التی یقتل فیہا فجاء بہا فہذہ تربتہا رواہ ابن سعد ان ابنی ہذا یعنی الحسین یقتل بارض من ارض العراق یقال لہا کربلا فمن شہد ذالک منکم فلینصرہ رواہ البغوی وابن السکن والباوردی وابن مندہ وابن عساکر عن انس بن الحارث بن منیۃ قال البغوی لا اعلم روی غیرہ وقال ابن السکن لیس یروی الامن ہذا الوجہ ولا یعرف لانس غیرہ ان جبرئیل اخبرنی ان ابنی الحسین یقتل وہذہ تربۃ تلک الارض رواہ خلیل فی الارشاد عن عائشۃ رض وام سلمۃ رض معا ان جبرئیل ع کان معنا فی البیت فقال اتحبہ فقلت اما فی الدنیا فنعم فقال ان امتک ستقتل ہذا بارض یقال لہا کربلا فتناول جبرئیل من تربتہ فارانیہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ام سلمۃ رض ان جبرئیل ع اخبرنی ان امتی ہذا یقتل وانہ اشتد غضب اللہ علی من یقتلہ رواہ ابن عساکر عن ام سلمۃ رض ان جبرائیل ع ارانی التربۃ التی یقتل علیہ الحسین

فاشتد غضب الله علی من یسفك دمه فیا عآئشة والذی نفسی بیده انه لیحزننی فمن هذا من امتی یقتل حسینا بعدی رواه ابن سعد عن عآئشة رض رضی الله عنها ان جبرئیل ع اتانی فاخبرنی ان ابنی یقتله امتی فقلت فارنی تربته حمراء الطبرانی فی الکبیر عن زینب بنت جحش اوحی الله تعالیٰ الیّ انی قتلت بیحییٰ بن زکریا سبعین الفا وانی قاتل بابن بنتك سبعین الفا وسبعین الفا رواه الحاکم فی المستدرك عن ابن عباس رض قام عندی جبرئیل من قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات وقال هل لك ان اُشمّك من تربته قلت نعم فمدّ یده فقبض قبضة من تراب فاعطانیها فلم املك عینی ان افاضت رواه احمد وابو یعلی وابن سعد والطبرانی فی الکبیر عن علیّ رضی الله عنه وعن ابی امامة وعن انس وعن عآئشة رض وروی ابن عساکر عن ام سلمة وعن ام الفضل بنت الحارث زوجة العباس رض وابن سعد عن عآئشة رض وابو یعلی عن زینب امّ المؤمنین کانی انظر الی کلب ابقع یلغ فی دماء اهل بیتی رواه ابن عساکر عن النبی الحسین بن علی یا عآئشة رض الا اعجبك لقد دخل علیّ ملك آنفا ما دخل علیّ قط فقال ان ابنی هذا مقتول وقال ان شئت اریتك تربة یقتل فیها فتناول الملك بیده فارانی تربة حمراء رواه الطبرانی فی الکبیر عن عآئشة یزید لا بارك الله فی یزید الطّعان اللّعان اما انه نُعِیَ الیّ حبیبی ومنجلی اُتیت ورأیت قاتله اما انه یقتل بین ظهرانی قوم فلا ینصروه الا عمهم الله بعقاب رواه ابن عساکر عن ابن عمر یقتل الحُسین علیٰ رأس ستین من مهاجری رواه الطبرانی فی الکبیر الخطیب وابن عساکر عن ام سلمة وفیه سعد بن طریف متروك وقال ابن حبان یضع الحدیث واورده ابن الجوزی فی الموضوعات یقتل حُسین حین یعلو القتیر رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه سعد بن طریف بغیٰ الیّ الحُسین واتیت بتربته واخبرت یقاتله رواه الدیلمی عن معاذ وفی جامع الاصول من حدیث الترمذی عن سلمیٰ امراءة من الانصار قالت

دخلت علیٰ ام سلمۃ وھی تبکی قلت ما یبکیک قالت رأیت الآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وعلیٰ راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی قلت مالک یارسول اللہ قال شھدت قتل الحسین انفاً وفیہ من حدیث البخاری والترمذی عن انس قال اتی عبید اللہ ابن زیاد برأس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنۃ شیئاً قال انس فقلت واللہ انہ کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان مخضوباً بالوسمۃ و روایۃ قال کنت عند ابن زیاد فجیئ برأس الحسین فجعل یضرب بقضیب فی انفہ ویقول ما رأیت مثل ھذا حسناً۔ فقلت اما انہ کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الروایت الاولیٰ البخاری۔ والثانیۃ الترمذی وفیہ عن عمارۃ بن عمیر قال لما جیئ برأس عبید اللہ بن زیاد واصحابہ نضدت فی المسجد فانتھیت الیھم وھم یقولون قد جاءت فاذا حیۃ قد جاءت تخلل الرؤس حتی دخلت فی منخر عبید اللہ بن زیاد فمکثت ھنیھۃ ثم خرجت فذھبت حتیٰ تغیبت ثم قالوا قد جاءت ففعلت ذالک مرتین او ثلثا اخرجہ الترمذی وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی واخرج البیھقی فی الدلائل عن ابن عباس رض قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف النھار اشعث اغبر بیدہٖ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت وامی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذا قال دم الحسین واصحابہ لم ازل التقطۃ منذ الیوم فاحصی ذالک الیوم فوجدوہ قتل یومئذ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ام سلمۃ قال سمعت الجن تبکی علی الحسین وتنوح علیہ واخرج الثعلبی فی امالیہ عن ابی حبان الکلبی قال اتیت کربلا فقلت لرجل من الاشراف بھا بلغنی انکم تسمعون نوح الجن فقال ما تلقی احد الا اخبرک انہ سمع ذالک قلت فاخبرنی ما سمعت انت قال سمعتھم یقولون شعر:۔

مسح الرسول جبینہ — فلہ بریق فی الخدود
ابواہ من علیا قریش — وجدہ خیر الجدود

واخرج ابو یعلی بسند ضعیف عن ابی عبیدة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایزال امر امتی قائمًا بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیة یقال لہ یزید و اخرج الرویانی فی مسندہ عن ابی الدرداء سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال لہ یزید وقال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید فقال امیر المؤمنین یزید بن معاویة فقال تقول امیر المؤمنین وامر بہ فضرب بہ عشرین سوطاً انتہی ؛

استطراد بذکر مصالحة امام المسلمین حسن بن علیؓ ومعاویةؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم

اعلم ان فی سنة احدی واربعین خرج معاویة علی الامام السید حسن بن علی رضی اللہ عنہما فنزل لہ الحسنؓ عن الخلافة فسمی ھذا العالم عام الجماعة لاجتماع الامة فیہ علی خلیفة واحدة وفیہ ولی معاویة مروان بن الحکم المدینة وفی سنة ثلاث واربعین فتح الری وغیرھا من بلاد سجستان وکوران من بلاد السودان وفیھا استخلف معاویة زیاد زیاد بن امیة وھی اول قضیہ غیر فیھا حکم النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الاسلام ذکرہ الشعبی وغیرہ و فی سنة خمسین دعا معاویة اھل الشام الی البیعة بولایة العھد من بعدہ لابنہ یزید فبایعوہ وھو اول من عھد بالخلافة لابنہ و اول من عھد بھا فی صحتہ ثم انہ کتب الی مروان بالمدینة ان یاخذ البیعة لہ فخطب مروان فقال ان امیر المؤمنین رای ان یستخلف علیکم ولدہ یزید علی سنة ابی بکرؓ وعمرؓ رضی اللہ عنہما فقام عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضؓ فقال بل سنة کسرای وقیصر ان ابا بکرؓ وعمرؓ لم یجعلاھا فی اولادھما ولا فی عھد من اھل بیتھما ثم حج معاویة سنة احدی وخمسین واخذ البیعة لابنہ فبعث

لہ سوراخ کند اورا ۱۲-۱۲-۱۲ ؛

الى ابن عمر فتشهد وقال اما بعد يا ابن عمر انك كنت تحدثني انك لا
تحب تبيت ليلة سوداء ليس عليك فيها امير واني احذرك تشق عصا
المسلمين او تسعى في ذات بينهم فحمد ابن عمر الله واثنى عليه ثم قال
اما بعد فانك قد كانت قبلك خلفاء لهم ابناء وليس ابنك خير من
ابنائهم فلم يروا في ابنائهم ما رأيته في ابنك ولكنهم اختاروا للمسلمين
حيث علموا الخيار وانك تحذرني ان اشق عصا المسلمين ولم اكن
لافعل انما انا رجل من المسلمين فاذا اجتمعوا على امر فانما انا
رجل منهم فقال يرحمك الله فخرج ابن عمر ثم ارسل الى ابن ابي بكر
فتشهد ثم اخذ في الكلام فقطع عليه كلامه وقال انك والله لوددت انا
وكلناك في امر ابنك الى الله وانا والله لا نفعل والله لتردن هذا الامر شورى
بين المسلمين ولنعرفنها عليك خدعة ثم وثب ومضى وقال معاوية
اللهم اكفنيه بما شئت ثم قال على رسلك ايها الرجل لا تشرفن على
اهل الشام فاني اخاف ان يسبقوني بنفسك حتى اخبر العشيرة انك
قد بايعت ثم اركب بعد ذلك على ما بدا لك من امرك ثم ارسل الى
ابن الزبير فقال يا ابن الزبير انما انت ثعلب رواغ كلما خرج من
جحر دخل جحرا آخر وانا دعوت الى هذين الرجلين فنفخت في
مناخرهما وحملتهما على غير رأيهما فقال ابن الزبير ان كنت قد مللت
الامارة فاعتزلها وهلم ابنك فلنبايعه أرأيت اذا بايعنا ابنك معك
لايكما نسمع ونطيع لا يجمع لكما البيعة ابدا ثم راح وصعد معاوية
المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال انا وجدنا احاديث الناس ذات
عوار زعموا ان ابن ابي بكر وابن الزبير لن يبايعوا يزيد وقد سمعوا
واطاعوا وبايعوا له فقال اهل الشام والله لا نرضى حتى يبايعوا له
على رؤس الاشهاد والا ضربنا اعناقهم فقال سبحان الله ما اسرع
الناس الى قريش بالشر لا اسمع هذه المقالة من احد منكم بعد
اليوم ثم نزل فقال الناس بايع ابن عمر وابن ابي بكر وابن الزبير

وهم يقولون لا والله فيقول الناس بلى وارتحل معاوية فلحق بالشام قال الحسن البصريؒ افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص يوم اشار على معاوية برفع المصاحف فحملت وقال ابن القراء فحكم الخوارج ولا يزال هذا التحكيم الى يوم القيامة والمغيرة بن شعبة فانه كان عامل معاوية على الكوفة فكتب اليه معاوية اقرأت كتابي فاقبل معزولا فأبطأ عنه فلما ورد عليه قال ما ابطأ بك قال امر كنت اوطيه واهيئه قال وما هو قال البيعة ليزيد من بعدك قال او فعلت قال نعم قال ارجع الى عملك فلما خرج قال له اصحابه ماوراءك قال وضعت رجل معاوية فى غرز غي لا يزال فيه الى يوم القيامة وقال ابن سيرين وفد عمرو بن حزام على معاوية فقال له اذكرك الله فى امة محمد بمن تستخلف عليها فقال نصحت وقلت برأيي وانه لم يبق الا ابني احق وقال عطية ابن قيس خطب معاوية فقال اللهم ان كنت انما عهدت ليزيد لما رأيت من فضله فبلغه ما املت واعنه وان كنت انما حملني حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به اهلا فاقبضه قبل ان يبلغ ذلك ولد يزيد الشقي لم يبلغ ستة خمس او ست وعشرين وجعله ابوه ولي عهده واكره الناس على ذلك كما تقدم فلما مات معاوية وذلك فى شهر رجب سنة ستين بايعه اهل الشام ثم بعث الى اهل المدينة من يأخذ له البيعة فابى الحسين وابن الزبير ان يبايعا وخرجا من ليلتهما الى مكة فاما ابن الزبير فلم يبايع ولا دعا الى نفسه واما الامام حسينؓ فكان اهل الكوفة يكتبون اليه يدعون الى الخروج اليهم زمن معاوية وهو يأبى فلما بويع يزيد اقام على ما هو مهموما يجمع الاقامة مرة ويريد المسير اليهم اخرى فاشار اليه ابن الزبير بالخروج وكان ابن عباسؓ يقول له لا تفعل وقال له ابن عمرؓ لا تخرج فان رسول الله صلى الله عليه وسلم خيره الله بين الدنيا و الأخرة فاختار الأخرة وانك بضعة منه ولا تنالها يعني الدنيا فاعتنقه و بكى وودعه فكان ابن عمر يقول غلبنا حسين بالخروج ولعمري لقد رأى فى ابيه واخيه عبرة وكلمه فى ذالك ايضا جابر ابن عبد الله وابو سعيد وابو واقد

الليثى وغيرهم فلم يطع احدًا وصمّم على المسير الى العراق فقال ابن عباس رض
و الله لاظنّك تقتل بين ابنائك وبناتك كما قتل عثمان رض فلم يقبل منه
فبكى ابن عباس رض وقال اقررت عين ابن الزبير ولما راى ابن عباس رض عبد الله
ابن زبير قال قد اتى ما اجبت هذا الحسين رض يخرج ويتوكل والحجاز و
تمثل شعر:-

مالك من قنبرة بمعمر خلى لك الجو فبيضى واصفرى

ونقرى ماشئت ان تقوى صياد ك اليوم عليك فابشرى

وبعث اهل العراق الى الحسين الرسل والكتب يدعونه اليهم فخرج من مكة متوجها الى العراق فى عشر ذى الحجة ومعه طائفة من اهل بيته رجالاً ونساء وصبيانًا فكتب يزيد الى واليه بالعراق عبيد الله بن زياد بقتاله فوجه اليه جيشًا اربعة الاف امّر عليهم عمر بن سعد بن ابى وقاص تخذ لنا اهل الكوفة كما هو شأنهم مع ابيه من قبله فلما ادهقته السلاح عرض عليهم الاستسلام والرجوع والمضى الى يزيد فيضع يده فى يده فابوا الاقتله فقتل وجئ براسه فى طست حتى وضع بين يدى ابن زياد لعن الله قاتله وابن زياد معه ويزيد ايضًا وكان قتله بكربلا وفى قتله قصة فيها طول لا يحتمل القلب ذكرها فانا لله وانا اليه راجعون. و قتل معهٗ ستة عشر رجلاً من اهل بيته و لما قتل الحسين مكث الدنيا سبعة ايام والشمس على الحيطان كالملاحف المعصفرة والكواكب يضرب بعضها بعضًا و كان قتله يوم عاشوراء وكسفت الشمس ذالك اليوم و احمرت افاق السماء ستة اشهر بعد قتله ثم لازالت الحمرة ترى فيها بعد ذالك اليوم ولم تكن ترى فيها قبله و قيل انهٗ لم يقلب حجر بيت المقدس يومئذٍ الاوجد تحته دم عبيط وصار الورس[1] الذى فى عسكرهم رمادا ونحروا ناقة فى عسكرهم فكانوا يرون فى لحمها النيران وطبخوها فصارت مثل العلق و تكلم رجل فى الحسين بكلمة فرماه

---

[1] ورس الحنظ ورسًا و دراسًا واهيا ۱۲ ق :

الله بكوكب من السماء فطمس بصره قال الثعلبی روت الرواۃ من غير وجه عن عبد الملک بن عمار الليثی قال رأيت فی هذا القصر واشار الی قصر الامارة بالکوفة رأس الحسين بن علی رضی الله عنهما بين يدی المختار بن عبيد ثم رأيت رأس المختار بين يدی مصعب بن الزبير ثم رأيت رأس مصعب بن الزبير بين يدی عبد الملک فحدثت بهذا الحديث عبد الملک فتطير منه وفارق مكانه ولما قتل الحسين وبنو ابيه بعث ابن زياد برؤسهم الی يزيد فسر بقتلهم اولاً ثم ندم لما مقته المسلمون علی ذالک وابغضه الناس وحق لهم ان يبغضوه وفی سنة ثلاث وستين بلغه ان اهل المدينة خرجوا عليه وخلعوا فارسل جيشاً كثيفاً وامرهم بقتالهم ثم المسير الی مكة بقتال ابن الزبير فجاءوا وكانت وقعة الحرة علی باب طيبة وما ادراک ما وقعة الحرة وقعة لا يسمع القلب ذكرها ولا يحتمل السمع استماعها ذكرها الحسن مرة فقال والله ما كان ينجو منهم احداً قتل فيها خلق من الصحابة وغيرهم ونهبت المدينة وافتض فيها الف عذراء فانا لله وانا اليه راجعون۔ قال النبی صلی الله عليه وسلم من اخاف المدينة اخاف الله وكانت عليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين رواه مسلم كان سبب خلع اهل المدينه له ان يزيد اسرف فی المعاصی واخرج الواقدی من طرق ان عبد الله بن حنظلة الغسيل قال والله ما خرجنا علی يزيد حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء انه رجل ينكح امهات الاولاد والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوٰة قال الذهبی ولما فعل يزيد باهل المدينه ما فعل مع شرب الخمر واتيانه المنكرات اشتد عليه الناس وخرج عليه غير واحد ولم يبارک الله فی عمره وسار جيش الحرة الی مكة لقتال ابن الزبير فمات امير الجيش فاستخلف عليهم اميرا واتوا مكة فحاصروا ابن الزبير وقاتلوه ورموه بالمنجنيق وذلک فی صفر سنة اربع وستين واحترقت من شرارة عن نيرانهم استار الكعبة وسقفها وقرنا الكبش الذی

فدى به اسمعيل كما كانا فى السقف وا هلك الله يزيد فى نصف ربيع الاوّل
من هذا العام فجاء الخبر بوفاته :-

شهر صفر

اعلم انه قد وقع نفى صفر والنهى عن التطير به فى احاديث كثيرة بطرق متعددة فلنذكر اولاً الاحاديث الواردة فيه ثم نبين المراد به نقلاً مما قال علماء الاحاديث من جامع الاصول عن جابر رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا عدوى ولا صفر ولا غول اخرجه مسلم **وعن** ابى هريرة قال ان النبىّ صلّى الله عليه وسلم قال لا عدوى ولا صفر ولا هامة فقال اعرابى يا رسول الله فما بال ابل يكون فى الرمل كانها الظباء فياتى البعير الاجرب فيدخل فيها فيجربها قال فمن اعدى الاول اخرجه البخارى ومسلم و ابوداؤد وفى رواية البخارى لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ولمسلم لا عدوى ولا هامة ولا نوء ولا صفر وله فى اخرى ولا غول **وعن** ابن عطية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا عدوى ولا هامة ولا صفر ولا يحل الممرض على المصح حيث شاء قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذلك قال انه اذى اخرجه مالك فى الموطا احاديث الجامع الكبير لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجزوم كما تفر من الاسد رواه احمد فى مسنده والبخارى عن ابى هريرة رض ولا يعدى شى شيئاً فمن اجرب الاوّل لا عدوى ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حياتها ورزقها ومصايبها رواه احمد شيئاً فمن اجرب الاول لا عدوى ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حياتها ورزقها ومصايبها رواه احمد فى مسنده والترمذى عن ابن مسعود رض لا عدوى ولا طيرة ولا هامة رواه احمد والبيهقى وابوداؤد عن ابى هريرة ورواه احمد ومسلم عن السائب بن يزيد لا صفر و هامة ولا يعدى سقيم صحيحاً رواه القاضى محمد بن عبد الباقى الانصارى فى خبر من حديثه عن شيوخه عن على رض لا صفر ولا هامة ولا عدوى ولا يتمّ

شهران ستين يومًا ومن خفر ذمة الله لم يرح رايحة الجنة رواه الطبراني في المعجم الكبير وابن عساكر عن عبد الرحمن بن ابي عميرة المزني و رواه الطبراني عن ابي امامة ايضًا بلفظ لاعدوى ولا صفر ولا هامة ولا يتم شهران ثلثين يومًا ومن خفر ذمة الله لم يرح رائحة الجنة لاعدوى ولا هامة ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حياتها وموتها ومصيباتها ورزقها رواه احمد والخطيب عن ابي هريرة رض لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر فمن اعدى الاول رواه احمد وابن ماجة والطبراني في الكبير عن ابن عباس لاعدوى ولا هامة ولا صفر يحل الممرض على المصحح و ليحل المصحح حيث شاء قيل ولم قال ذلك قال لانه اذى رواه البيهقي عن ابي هريرة رض لاعدوى ولا هامة ولا صفر واتقوا المجذوم كما تتقون الاسد لاعدوى ولا هامة ولا غول و صفر رواه ابن جرير عن ابي هريرة رض وعن ثعلبة بن يزيد الحماني قال سمعت عليا يقول قال رسول الله صلے الله عليه وسلم لا صفر ولا هامة ولا يعدى سقيم صحيحًا قلت انت سمعت هذا من رسول الله صلے الله عليه وسلم قال نعم سمع اذني وبصر عيني رواه ابن جرير وصححه واذ فرغنا عن سوق الاحاديث فآن ان نشرع في بيان ما قالوا في المراد بصفر فنقول قال ابن الاثير في النهاية هو في زعم العرب حية في البطن تصيب الانسان اذا جاع و توذيه وانها تعدى فابطله الاسلام و في الكرماني شرح البخاري هو بفتحتين حية في البطن اعتقدوا انها اعدى من الجراب و في الطيبي شرح المشكوٰة زعموا انها تعض اذا جاع وما يوجد عند الجوع من الالم فمن عضه وقيل هو الشهر المعروف زعموا ان فيه تكثر الدواهي و الفتن فنفاه الشارع و في النهاية وقيل اراد به النسئ وهو تاخير المحرم الى صفر ويجعلون المحرم صفرا هو الشهر الحرام و في شرح الامام النووي على صحيح مسلم الصفر دواب في البطن وهي دود تهيج عند الجوع و ربما قتلت و دواب بدال مهملة وباء موحدة عند الجمهور وروى ذوات

بن الى معجمة ومثناة فوقانية وله وجه وفى النهاية ومن الاول صفرة فى سبيل الله خير من حمر النعم اى جوعة والصفر ايضا دود يقع فى الكبد وشراسيف الاضلاع فيصفر عنه الانسان جدا وربما قتلت وفى مشارق الانوار للقاضى عياض قوله ولا صفر قيل المراد الشهر المعلوم وتغيير اهل الجاهلية حكمه وارسمه فى النسئ وتاخيرهم المحرم عليه وتحريمه وهذا قول مالك وغيره وقيل بل معناه الاصفر والمراد به دواب فى البطن كالحيات تصيب الانسان اذا جاع وتعدى فابطل الاسلام العدوى وفى جامع الاصول قال ابو داؤد قال بقية سالت عن محمد بن راشد عن قوله لا هامة فقال كان اهل الجاهلية يقولون ليس احد يموت فيدفن الاخرج من قبره هامة وعن قوله لا صفر فقال كان اهل الجاهلية يقولون ليس احد يموت فيدفن الاخرج من قبره هامة وعن قوله لا صفر فقال يستشئون بدخول صفر فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا صفر قال وسمعت من يقول هو وجع ياخذ فى البطن يزعمون انه يعدى قال ابو داؤد وقال مالك كان اهل الجاهلية يحلون صفرا عاما ويحرمونه عاما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صفر وفيه فى شرح غريب الطاء قد ذكر فى الحديث وتفسير قوله لا صفر والعرب تزعمان فى البطن حية تصيب الانسان اذا جاع وتوذيه وانها تعدى فابطله الاسلام قال العبد الضعيف اصلح الله حاله وخفف اثقاله هكذا جاءت الاقوال مختلفة فى بيان المراد بصفر وحاصلها يؤل الى ثلثة اما الشهر المعروف او الدود فى البطن او النسئ المذكور وذكره فى باب التطير يؤيد الاول وفى باب العدوى الثانى والله واعلم واذ بينا المراد بصفر ناسب ان نبين المراد من الالفاظ الاخر التى وقعت فى الاحاديث العدوى يقال اعدى المرض اذا اصاب غيره مثله لمقارنته ومجاورته او هو اكلته ومباشرته وقد ابطله الاسلام كذا فى جامع الاصول **الطيرة** فى شرح جامع الاصول لمصنفه الطيرة ما يتشاؤم به من الفاعل الردى وغيره اشتقاقه من الطير وكانت العرب

تطير الغراب والاحل ونحوهما من الطيور ويتشاءم به ويرى ان ذالك مانع من الخير فنفى الاسلام ذالك وقال لا طيرة وهو مصدر كالتطيرة وهو مصدر كالتطير تطير الرجل تطير او طيرة كما قالوا تخيرت الشئ تخيرا وخيرة ولم يجئ من المصادر على هذا القياس غيرها وفي نقال وجهه بالهمزة وقد تخففت وهو مثل ان يكون الرجل مريضاً ويسمع آخر يقول يا سالم او يكون طالباً فيسمع آخر يقول يا واجد فيقع في ظنه انه يبرأ من مرضه ويجد ضالته وهو محبوب وسيجئ تحقيقه في قال العدوى اسم من الاعداء كالبقوى من الابقاء واعداه الداء بان يصيبه مثل ما اصاب لصاحب الداء بان يكون ببعير جرب مثلاً فيتقى مخالطة بابل اخرى حذرا ان يتعدى ما به من الجرب اليها و يظنون انه بنفسه يتعدى فابطله الاسلام واعلمه النبي صلى الله عليه وسلم بان الله يمرض وينزل الداء ولذا قال فمن اعدى الاول اى من اين صار فيه الجرب وقال التوريشتي في شرح المصابيح العدوى مجاوزة العلة والخلق الى الغير وهو يزعمه الطب في سبع الجذام والجرب والجدر والحصبة والبخر والرمد والامراض والوبائية وفي المشارق للقاضي عياض العدوى ما كانت يعتقده الجاهلية من تعدى داء ذى الداء الى من يجاوره ويلاصقه ممن ليس به داء فنفاه الشرع وقوله صلى الله عليه وسلم لا عدوى يحتمل النهى عن قول ذالك واعتقاده او النهى لحقيقة ذالك كما قال لا يعدى شئ شيئاً وفمن اعدى الاول وكلاهما مفهوم من الشرع **الهام** جمع هامة وهو طائر كانت العرب تزعم ان عظام الميتة تصير هامة فتطير وكانوا يقتلون ان القتيل يخرج من هامته اى من رأس هامة ولا يزال يقول اسقوني حتى يقتل قاتله وفي النهاية الهامة هى الرأس واسم طائر وهو المراد في الحديث ذالك انهم كانوا يتشاءمون بها وهو من طير الليل وقيل هى البومة وقيل كانت العرب تزعم ان روح القتيل الذى لا يدرك بثاره تصير هامة

نتقول اسقونی فاذا ادرك بثاره طارت وقيل كانوا يزعمون ان عظام الميتة وقيل روحه تصير هامة فتطير فيسمونه الصدى فنفاه الاسلام ونهاهم عنه وقال الطيبي الهامة يتشاوم به الناس وكانت العرب تزعم ان عظام الميت اذا بليت رتصير هامة ويخرج من القبر ويتردد ويأتى باخبار اهله فابطل صلى الله عليه وسلم هذا الاعتقاد وقيل هى البومة اذا سقطت على دار احدهم راها ناعية له او لبعض اهله وهو بتخفيف الميم على المشهور وقيل بتشديدها وقال القاضى عياض الهام طائر يألف الموتى والقبور وهو الصدى ايضاً وهو مما يطير بالليل وهو غير البوم يشبهه وكانت العرب تزعم ان الرجل اذا قتل فلم يدرك بثاره خرج من هامته وهو على رأسه طائر يصيح على قبره اسقونى فانا عطشان حتى يقتل قاتله واشعارهم فى هذا كثيرة وقال بعضهم يخرج من رأسه دودة فتتصلح عن طائر يفعل ذالك فنهى النبى صلى الله عليه وسلم ويحتمل انه نهى عن هذا واليه ذهب غير واحد واليه يحيى الحربى وابو عبيد وقال مالك فى تفسيره اراد الطيرة التى يقال لها الهامة قال القاضى وقد يحتمل انه اراد التطير بها فان العرب ايضا كانت يتطير بالطائر المسمى بالهام ومنهم من كان يتيمن به والى هذا ذهب شمر بن حمدوية وحكاه عن ابن الاعرابى قال ابو عبيد وقال مالك فى تفسيره اراد الطيرة التى يقال لها الهامة قال القاضى وقد يحتمل انه اراد التطير بها فان العرب ايضا كانت يتطير بالطائر بالهام ومنهم من كان يتيمن به والى هذا ذهب شمر بن حمدوية وحكاه عن ابن الاعرابى قال ابو عبيد كانت العرب تزعم ان عظام الموتى تصير ويسمون الطائر الذى يخرج من هامة الميتة اذا بلى وهو الصدى **لغول** فى شرح الجامع الاصول هو الحيوان الذى كانت العرب تزعم انه تعرض لها فى بعض الاوقات و الطرق فيغتال الناس وانه ضرب من الشيطين وليس قوله ولا غول نفيا لعين الغول ووجوده وانما فيه ابطال زعم العرب فى اغتياله وتلونه

في الصور المختلفة يقول لاتصدقوا بذالك وفي النهاية الغول واحد الغيلان وهو جنس من الشيطان والجن كانوا يزعمون ان الغول في في الفلاة تتراءى الناس فتتغوّل تغولا اى يتلوّن في صور شتى ويغولهم اى يضلهم عن الطريق ويهلكهم فنفاه صلى الله عليه وسلم وابطله وقيل لاغول ليس نفيا لعين بل ابطال زعم العرب في تلونه في الصور المختلفة واغتياله اى انها لا تضل احدًا ويشهد له حديث لاغول ولكن السعالى وهي سحرة الجن اى ولكن في الجن السحرة لهم تخيل وتلبيس ومنه حديث اذا تغوّلت الغيلان فبادروا بالاذان اى ادفعوا شرها بذكر الله تعالى فانهم يتفرّقون وهو يدل على انه لم يرد بنفيها اعدامها وقال البغوى بل اخبر انها لا تقدر على شئ عن الاضلال والاهلاك الا باذن الله تعالى وقيل ان الغيلان سحرة الجن تفتن الناس بالاضلال وفي المفاتيح شرح المصابيح هو بالفتح مصدر غاله اهلكه وبالضم اسم كانوا يزعمون انها تراءت الناس فنفاه الشرع ويحتمل انه دفع ببعثته صلى الله عليه وسلم كما دفع الاستراق قال الطيبي واما حديث اعوذبك ان اغتال فهو من الغول وهو هلاك الشئ من حيث لا يحس قلت ويؤيده ما ورد فيه رواية واعوذبك من ان أُغتال من تحتي اى أُقبض من حيث لا اشعر يريد به الخسف على ما في النهاية وقال القاضي عياض في المشارق قوله ولاغول بضم الغين جاء في الحديث تفسيرها بالغول التي تغوّل بفتح التاء والغين يريد تتلون في صور مثل الغيلان سحرة الجن وكانت العرب تقول ان الغيلان تتراءى الناس فتتغول تغولا اى تتلوّن لهم وتضلهم عن الطريق وتهلكهم فابطل النبي صلى الله عليه وسلم هذا الشان ؛

النّوء في شرح جامع الاصول النوء واحد الانواء وهي ثمانية و عشرون نجمًا هي منازل تسقط في الغرب كل ثلثة عشر ليلة منها منزلة

مع طلوع الفجر فتطلع اخرى مقابلها فتنقضى هذه الثمانية والعشرون مع انقضاء السنة وكانت العرب تزعم ان سقوط المنزلة وطلوع نظيرها يكون مطراً فينسبون المطر الى المنزلة ويقولون مطرنا بنوء كذا وانما يسمى نوءً لانه اذا سقط الساقط منها بالمغرب ناء الطالع بالمشرق بنوء نوءً اى نهض وطلع وقيل ان النوء هو الغروب وهو من الاضداد قال ابوعبيد ولم يسمع فى النوء انه السقوط الا فى هذا الموضع وانما غلظ النبى صلى الله عليه وسلم فى امر الانواء لان العرب كانت تنسب المطر اليها فاما من جعل المطر من فعل الله عزوجل واراد بقوله مطرنا بنوء كذا اى فى وقت كذا وهو هذا النوع الفلانى فان ذلك جائز وقد قيل ان عمر بن الخطاب اراد ان يستسقى فنادى بالعباس بن عبد المطلب كم بقى من نوء الثريا فقال ان العلماء بها يزعمون انها تعترض فى الافق سبعاً بعد وقوعها فما مضت تلك السبعة حتى غيث الناس واراد عمرؓ كم بقى من الوقت الذى قد جرت العادة انه اذا تم اتى الله بالمطر وفى النهاية فى حديث امر الجاهلية الانواء هى ثمان وعشرون منزلة وينزل القمر كل ليلة فى منزلة منها ومنه والقمر قدرناه منازل وباقى كلامه مثل كلام شرح جامع الاصول المنقول من ابى عبيد وقال الكرمانى فى شرح صحيح البخارى النوء بفتح نون وسكون واو همزة زعموا ان المطر لاجل ان الكوكب ناء اى غرب او طلع ومن زعمه اوقاتاً لا محذور فيه فليس من الوقت الا وهو معروف بنوع من مرافق العباد ثم حكى قصة الاستسقاء زمن عمرؓ على ما حكاه فى جامع الاصول وقال القاضى ابن العربى من انتظره منها على انها فاعلة من دون الله اويجعل الله شريكاً فيها فهو كافر لان الخلق من الله وحده ومن انتظره منها على اجراء العادة فلا شئ عليه وقال النواوى لكنه يكره لانه شعار الكفر وموهم له قال الطيبى يكره كراهة تنزيهة وقال القاضى عياض وكفر بعض الجاهلية ذكرا الانواء و

من قال مطرنا بنوء كذا النوء عند العرب سقوط نجم من نجوم المنازل الثمانية والعشرين وهو مغيبه بالمغرب مع طلوع الفجر وطلوع مقابله حينئذ من المشرق وعندهم انه لابد ان يكون مع ذالك لاكثرها نوء من مطر او رياح عاصفة وشبههما فمنهم من يجعله لذلك الساقط ومنهم من يجعله للطالع لانه هو الذى ناء اى نهض فينسبون المطر اليه فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن اعتقاد ذالك ثم قوله وكفر فاعله لكن العلماء اختلفوا فى ذالك واكثرهم على ان النهى والتكفير لمن اعتقد ان النجم فاعل ذلك دون من اسنده الى العادة ومنهم من كره على الجملة كيف كان لعموم النهى ومنهم من اعتقده فى كفرهم كفر النعمة وقد فصلنا الكلام فيه فى غير هذا الكتاب ولما اشتهر امر الطيرة والعدوى واشتد بامرها الناس بهما عملا واعتقادا وكثر وقوع الاحاديث فيهما اردنا ان نفردهما بالذكر فى بابين ؛

الباب الاوّل فى الطيرة

فى الطيبى الطيرة بكسر الطاء وفتح الواو وقد تسكن هى التشاؤم بالشئ وهو مصدر تطير طيرة كتخير خيرة ولم يجئ من المصادر هكذا غيرهما واصله فيما يقال التطير بالسوانح والبوارح من الطير والظباء وغيرهما وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وابطله ونهى عنه واخبر انه ليس له تاثير فى جلب نفع او دفع ضرر والفال مهموز فيما يسر ويسوء والطيرة لا تستعمل الا فيما يسوء وربما استعملت فيما يسر ويسوء والطيرة لا تستعمل الا فيما يسوء وربما استعملت فيما يسر قلت كان ما ذكره اصل اللغة والا فاستعمال الشرع على ان الفال اختص بما يسر والطيرة بما يسوء نعم قد يستعمل الفال مقيدا فيما يسوء كما يقال الفال والسيئ والفال المكروه وقد قال الطيبى والفرق بين الفال و الطيرة يفهم مما روى انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه

قال لاعدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال قالوا وما الفال قال کلمة طیبة وفی الکرمانی فی شرح البخاری اصله انهم کانوا ینفرون الظباء والطیور فاذا اخذت ذات الیمین تبرکوا وان اخذت ذات الشمال تشاوموا قال النووی فی شرح مسلم وهو شرك ان اعتقده وضابطه ان ما لم یقع ضرره ولا اطرد به عادة خاصة ولا عامة فهو المنکر وهو الطیرة وما یقع عنده ضرر عموما لا یخصه ونادرا لا متکررا کالوباء فلا یقدم علیه ولا یخرج منه وما یخصه ولا یعم کالدار والفرس والمرأة فیباح الفرار منه وفی النهایة الفال بالهمزة فیما یسره ویسوءه والطیر فیما یسوء الا نادرا وقد اولع الناس بترك همزة تخفیفا وانما احب رسول الله صلی الله علیه وسلم الفال لان الناس اذا املوا فائدة من الله ورجوا عوائده عند کل سبب ضعیف او قوی فهم علی خیر ولو غلطوا اقوی فهم علی جهة الرجاء فان الرجاء لهم خیر واذا قطعوا املهم ورجاءهم من الله کان ذلك من الشر واما الطیرة فان فیها سوء الظن بالله وتوقع البلاء وذلك مذموم بین العقلاء ومنهی عنه من جهة الشرع والتفاؤل ان یسمع المریض او طالب الضالة یا سالم او یا واجد فیظن برءه ووجدان مطلوبه قلت وهذا معنی ما ورد فی الحدیث کلمة طیبة وفی النهایة وقد جاءت الطیرة بمعنی الجنس والفال بمعنی النوع ومنه اصدق الطیرة الفال قلت یحتمل ان یکون هذا من قبیل المشاورة فان الطیرة لاشك انه فی اللغة بمعنی التشاؤم واما عموم الفال فسلم قال فی القاموس الطیرة ما یتشاوم به من الفال الردی واذا عرفت معنی التطیر والتفاؤل فنسرد الاحادیث الواردة فی هذا الباب فاعلم انه قد اجتمع فی بعض الاحادیث ذکر العدوی والطیرة کما ذکرناه منهما فی احدهما لم نذکره فی الاخر وکذلك حال ما نقلناه من الاحادیث فی صفر اللهم الا لغرض وباعث ینشأ فی اثناء البیان ؛

احادیث جامع الاصول

عن بریدة قال ان رسول الله صلے الله علیه وسلم کان لایتطیر من شیٔ و کان اذا بعث عاملا سأله عن اسمه فاذا اعجبه فرح به ورأی بشر ذالك فی وجهه وان کره رای کراهة ذلك فی وجهه واذا دخل قریة سال عن اسمها فاذا اعجبه فرح بها ورأی کراهة ذالك فی وجهه اخرجه ابوداؤد- وعن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یاراشد یانجیح اخرجه الترمذی وعن عروة بن عامر القرشی قال ذکرت الطیرة عند رسول الله صلے الله علیه وسلم قال احسنها الفال ولا ترد مسلما فاذا رأی احدکم ما یکره فلیقل اللّٰهمّ لا یاتی بالحسنات الّا انت ولا یدفع بالسیئات الا انت ولاحول ولا قوة الا بك اخرجه ابو داؤد- وعن ابن مسعود رض ان رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال الطیرة شرك الطیرة شرك وما منّا الا لکن الله یذهبهٗ بالتوکل اخرجه ابوداؤد- وفی روایة الترمذی قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم الطیرة من الشرك وما منا ولکنّ الله یذهبه بالتوکل قال الترمذی سمعت محمد بن اسمٰعیل یقول کان سلیمان بن حرب یقول فی هذا الحدیث و ما منا لکن الله یذهبه بالتوکل هذا عندی قول عبد الله بن مسعود رض و عن انس رض ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال لاعدوی ولا طیرة و یعجبنی الفال الصالح الکلمة الحسنة و لمسلم مثله وقال الکلمة الطیبة و فی روایة ابی داؤد مثل البخاری و اخرج الترمذی قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لا عدوی ولا طیرة و انما الشوم فی ثلث فی الفرس والمرأة والدار و فی روایة قال ذکروا الشوم عند النبی صلے الله علیه وسلم فقال ان کان الشوم ففی الدار والمرأة والفرس اخرجه البخاری والمسلم والفرس والسکن واخرج فی الموطا وابوداؤد والترمذی والنسائی الروایة الاولیٰ ولم یذکروا العدوی والطیرة وعن سهل بن

سعد ان رسول الله صلے الله عليه وسلم قال ان كان فی شیٔ ففی الفرس والمرأة والمسكن يعنی الشوم اخرجه البخاری ومسلم وفی الموطا مثله وقال فی حديثه ففی الربع والخادم والفرس واخرجه مسلم والنسائی وعن حكيم بن معاوية قال سمعت النبی صلے الله عليه وسلم يقول لا شوم وقد يكون اليمن فی الدار والمرأة والفرس اخرجه الترمذی۔ وعن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم يقول لا طيرة وخيرها الفال قيل يا رسول الله وما الفال قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم اخرجه البخاری ومسلم وعن سعد بن مالك عن ابيه قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول العافية والطيرة والطرق من الجبت اخرجه ابوداؤد وقال الطرق الزجر والعيافة الخط وقال فی شرحه العيافة زجر الطير والتفاول بها كما كانت العرب تفعله عاف الطير يعيفه اذا زجره والطرق الضرب بالحصی وقيل هو الخط فی الرمل كما يعتمله المنجم لاستخراج الضمير ونحوه والجبت كل ما يعبد من دون الله وقيل هو الكاهن والشيطان۔ وقال الطيبی العيافة زجر الطير والتفاول باسمائها واصواتها وممرها وهو من عادة العرب كثيرا فی اسفارهم يقال عاف يعيف اذا زجر وحدس وظن والطرق هو الضرب بالحصی الذی يفعله النساء وقيل هو الخط فی الرمل والجبت هو السحر والكهانة وقيل هو كل ما عبد من دون الله وقيل هو الساحر وقوله من الجبت معناه من اعمل الجبت وقالوا ليست بعربية وعن سعيد بن جبير هی حبشية وقال قطوب الجبت وهو الذی لا خير عنده وعن انس قال قال رجل يا رسول الله انا كنا فی دار كثير فيها عددنا وكثير فيها اموالنا فتحولنا الی دار اخری فقل فيها عددنا وقل فيها اموالنا فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم ذروها ذميمة اخرجه ابوداؤد وعن يحيی بن سعيد قال جاءت امرأت الی رسول الله صلے الله عليه وسلم فقالت دار سكناها والعدد كثير والمال وافر فتحولنا

اتی دارا اخری فقل العدد و ذهب المال فقال دعوها ذمیمة اخرجه فی الموطا
احادیث الجامع الکبیر الطیرة تجری بقدر رواه الحاکم فی المستدرک
عن عائشة رض الطیرة شرک رواه الترمذی و احمد و البخاری فی الادب
المفرد و ابن ماجه و الحاکم فی المستدرک عن ابن مسعود و کان اهل
الجاهلیة یقولون انما الطیرة فی المرأة و الدابة و الدار رواه الحاکم
فی المستدرک و البیهقی فی شعب الایمان الشؤم فی ثلاث فی المرأة
و المسکن و الدابة و الدار رواه الترمذی و النسائی عن ابن عمر و ان
کان الشؤم فی شیء ففی الدار و المرأة و الفرس رواه احمد و البخاری
عن سهل بن سعد و البیهقی عن ابن عمر و النسائی عن جابر فی الانسان
ثلثة الطیرة و الظن و الحسد و مخرجه من الطیرة ان لا یرجع و
مخرجه من الظن ان لا یحقق و مخرجه من الحسد ان لا یبغی رواه
البیهقی فی شعب الایمان عن ابی هریرة رواه ابن صیصری فی امالیه
و الدیلمی فی مسند الفردوس بلفظ فی المؤمن ثلث خصال الحدیث لیس
منا من تطیر و لا من تطیر له او تکهن او تکهن له او سحر او تسحر له
رواه الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین من ردته الطیر عن
حاجته فقد اشرک رواه احمد و الطبرانی عن ابن عمر الطیرة شرک
الطیرة شرک من خرج یرید سفرا فرجع من طیر فقد کفر بما
انزل الله علی محمد لا شؤم فان یک شؤم ففی الفرس و المرأة
و المسکن من ردته الطیرة عن حاجته فقد اشرک قالوا یا رسول
الله و ما کفارة ذالک قال یقول اللهم لا طیر الا طیرک و لا خیر ا
لا خیرک و لا اله غیرک الفال مرسل و العطاش شاهد عدل لا شؤم
و قد یکون الیمن فی الدار و المرأة و الفرس رواه الترمذی و ابن ماجة
عن حکیم بن معاویة یا بنیک نحن اخذنا فالک من فیک و لا شیء فی
الهام و العین حق و اصدق الطیرة الفال رواه احمد و الترمذی
عن جابر لا طیرة و خیرها الفال الکلمة الصالحة یسمعها احدکم

رواه احمد ومسلم وعن ابی هریرة لاعدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال رواه
الدارقطنی فی المتفق وعن ابی ملیکة قال قلت لابن عباس کیف تری
فی جاریة لی فی نفسی منها شیٔ فانی سمعتهم یقولون قال نبی الله صلی الله
علیه وسلم ان کان شیء ففی الربع والفرس والمرأة قال فانکر ان
یکون سمع ذلك من النبی صلی الله علیه وسلم اشد النکرة وفی
روایة فانکر ان یکون رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له وان
یکون الشؤم فی شیء وقال اذا وقع فی نفسك منها شیء ففارقها
او بعها او اعتقها رواه ابن جریر. وعن قتادة عن ابی حسان ان
رجلین دخلا علی عائشة فحدثاها ان اباهریرة رض قال ان رسول الله صلی
الله علیه وسلم قال الطیرة فی المرأة والفرس والدار فغضبت غضبا شدیدا
فقالت ما قاله انما قال کان اهل الجاهلیة یتطیرون من ذلك
رواه ابن جریر. وعن ابن عمر رض ان امرأة جاءت الی النبی صلی الله
علیه وسلم فقالت یارسول الله صلی الله علیه وسلم سکنا دارا ونحن
ذووافرا فاحتجبنا وساءت ذات بیننا واختلفنا فقال بیعوها او
ذروها وهی ذمیمة رواه ابن جریر اعلم ان الاحادیث فی هذا الباب
اکثر من هذا وفیما ذکرناه کفایة بشیء زائد ویفهم من بعضها نفی
تاثیر الطیرة والنهی عن اعتقادها مطلقا ومن بعضها ثبوتها فی
نحو المرأة والدابة والدار بصیغة الجزم اما فی الحال او فیما کان
من امر الجاهلیة وهذا فی معنی النفی والنهی او بلفظ الشرط مثل
ان کان فی شیٔ ففی هذه الاشیاء معناه والله تعالی اعلم لیس التطیر
فی شیء ففی هذه الاشیاء معناه مظنتها ومحلها ومناسبته لان
یکون فیها علی طریقة قوله صلی الله علیه وسلم لوکان شیء سابق القدر
لسبقته العین وعلیه کلام القاضی حیث قال ووجه تعقیب قوله
ولا طیرة بهذه الشرطیة یدل علی ان الشؤم منفی عنها ایضا والمعنی
ان الشؤم لو کان له وجود فی شیٔ لکان فی هذه الاشیاء فانها قیل

الاشیاء لها لکن لا وجود له فیها فلا وجود له اصلا انتہی - وقد جاء عن عائشة وابن عباس نفیها فیها صریحًا فوجه التطبیق ان التاثیر بالذات منفی والمؤثر فی الکل هو الله والکل بخلقه وتقدیره واثباتها فی هذه الاشیاء لجریان عادة الله سبحانه بان خلق فیها وجعلها اسبابا عادیة کالنار للاحراق مثلا فالنفی راجع الی التاثیر بالذات والاثبات بالعادة وقد الحکمة فی خصوص هذه الاشیاء موکولة الی علم الشارع وقیل الشؤم فی المرأة ان تکون ناشزة غیر ولود ولا مطیعة لزوجها او مکروهة ومستقبحة عنده وفی الدار ضیقها وسوء جیرانها وعدم طیب هواها وفی الفرس حرانها وغلاثمنها وعدم موافقتها المصلحة ونحو ذلک وفیه ارتکاب نوع من المجاز والشؤم محمول علی الکراهة التی سببها ما فی الاشیاء من مخالفة الشرع او الطبع ویؤیده ما ذکره فی شرح السنة کان یقول ان کان لاحد کم دار یکره سکناها او امرأة یکره صحبتها او فرس لا یعجبه فلیفارقها بان ینتقل من الدار ویطلق المرأة ویبیع الفرس حتی یزول عنه ما یجده فی نفسه من الکراهة کما قال صلی الله علیه وسلم فی جواب من قال یا رسول الله انا کنا فی دار کثر فیها عددنا الی آخره ذروها ذمیمة فامرهم بانتقال عنها لیزول عنهم ما یجدون من الکراهة لانها سبب فی ذلک فنفی الشؤم والطیر باق علی حقیقة - والله تعالی اعلم:

الباب الثانی فی العدوی

قد ذکرنا الاحادیث الناطقة بنفی العدوی والنهی عن القول به واعتقاده فیما سبق ولکن بقی الاشکال فی قوله صلی الله علیه وسلم وفر من المجذوم کما تفر من الاسد بعد نفی العدوی وقوله ولا یحل ممرض علی المصحح وفی روایة ولا یوردن ممرض علی مصح والممرض

صاحب ابل مرضى والمصح صاحب ابل صحاح بعد قوله لا يُعدي شيءٌ شيئاً وارادة على الاعرابي حين قال فما بال ابل تكون في الرمل كانها الظباء فياتي البعير الاجرب فيدخل فيها فيجربها قوله صلى الله عليه وسلم فمن اعدى الاول وفي رواية جاء اعرابي الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله النقبة[1] تكون بمشفر البعير[2] او بعجبه[3] فيشمل الابل كلها جرباً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فما اعدى الاول لا عدوى ولا هامة ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حياتها ومصيباتها ورزقها - وقد جاء ان اباهريرة رض كان يحدث بهما اي بقوله صلى الله عليه وسلم لا عدوى وبقوله لا يوردن ممرض على مصح ثم صمت بعد ذالك عن قوله لا عدوى واقام على قوله لا يوردن ممرض على مصح فانكر ابوهريرة رض حديثه الاول فقالوا الم تحدث انه لا عدوى فرطن بالحبشية قال ابو سلمة فما رأيته نسي حديثاً غيره وقال الحارث وهو ابن عم ابي هريرة رض قد كنت اسمعك يا اباهريرة رض تحدثنا مع هذا الحديث الآخر قد سكت عنه كنت تقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى فابى ابوهريرة رض ان يعرف ذلك وقال لا يوردن ممرض على مصح فماراه الحارث في ذلك حتى غضب ابوهريرة رض فرطن بالحبشية قال ابو سلمة ولعمري لقد كان ابوهريرة رض يحدثنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا عدوى فلا ادري انسي ابوهريرة ام نسخ احد القولين الآخر فان قلت لما انكر ابوهريرة رض روايته فلم يثبت قلت فيه كلام ذكر في الاصول وليس عدم الثبوت عند انكار الراوي على الاطلاق فلو سلمنا ثبوت لا عدوى متحقق بالاحاديث الاخر بطرق متعددة كما ذكرنا فوقع التعارض بين قوله لا يحل او لا يوردن ممرض على مصح فالآن نذكر ما ذكره العلماء في تطبيق نفي العدوى والامر بالفرار من المجذوم فانه المشهور المذكور في هذا الباب ويعلم من ذلك وجه التطبيق في الحديث

[1] خارش ١٢ [2] المشفر للبعير كالشفة ١٢ [3] العجب اصل الذنب ومؤخر كل شيء ١٢ ق

الثانی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فنقول قال الکرمانی فی شرح صحیح البخاری فی شرح قوله لاعدوی ای لاعدوی لطبیعة ولکن بقضاء اللہ تعالیٰ و اجراء العادة فلهذا ای عن ایراد الممرض علی المصح وقال فر من المجذوم وقیل انه مستثنیٰ من لاعدوی وقال التوربشتی قد اختلف العلماء فی تاویل قوله لاعدوی فمنهم من یقول ان المراد منه نفی ذلك وابطاله علی ما یدل علیه ظاهر الحدیث والقرائن المنسوقة علی العدوی وهم الاکثرون ومنهم من یری انه لم یرد ابطالها فقد قال صلی اللہ علیه وسلم وفر من المجذوم فرارك من الاسد وقال لا یوردن ذو عاهة علی مصح وانما اراد بذلك نفی ما کان یعتقده اصحاب الطبیعة فانهم کانوا یرون ان العلل المعدیة مؤثرة لامحالة فاعلمهم بقوله هذا ان لیس الامر علی ما یتوهمون بل هو متعلق بالمشیة ان شاء اللہ کان وان لم یشأ لم یکن ویشیر الی هذا المعنی قوله فمن اعدی الاول ان کنتم ترون ان السبب فی ذلك العدوی لاغیر فمن اعدی الاول وبیّن بقوله وفرّ من المجذوم وبقوله لا یوردن ممرض علی مصح ان مداناة ذلك من اسباب العلة فلیتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفینة المعیوبة وقد رد الفرقة الاولی علی الثانیة فی استدلالهم بالحدیثین ان النهی فیهما انما جاء شفقا علی مباشر احد الامرین فتصیبه علة فی نفسه او عاهة فی ابله فیعتقد ان العدوی حق قال واری القول الثانی اولی التاویلین لما فیه من التوفیق بین الاحادیث الواردة فیه ثم ان القول الاول یفضی الی تعطیل الاصول الطبیة ولم یرد الشرع بتعطیلها بل ورد باثباته والعبرة علی وجه لاناقض فی اصول التوحید ولا تناقض فی القول بها علی الوجه الذی ذکرناه واما استدلالهم بالقرائن المنسوقة علیها فانا قد وجدنا الشارع یجمع فی النهی بین ما هو حرام وبین ما هو مکروه وبین ما هو منهی عنه لمعنی وبین ما هو ینهی عنه لمعان کثیرة ویدل علی صحة ما ذکرنا قوله صلی اللہ علیه

وسلم المجذوم المبايع قد بايعناك فارجع و قوله صلى الله عليه وسلم للمجذوم الذى اخذ بيده فوضعها معه فى القصعة كل ثقة بالله و توكلا عليه و الا سبيل الى التوفيق بين هذين الحديثين الامن هذه الوجهين بالاول التوقى من اسباب التلف و بالثانى التوكل على الله فى متاركة الاسباب يثبت بالاول التعرض للاسباب وهو سنة و بالثانى ترك الاسباب وهو حاله وقال الطيبى فى حديث رواه عمرو بن الشريد كان فى وفد ثقيف رجل مجذوم فارسل اليه النبى صلى الله عليه وسلم انا قد بايعناك فارجع رواه مسلم هذا ارشاد الى رخصة من النبى صلى الله عليه وسلم لمن لم يكن له درجة التوكل ان يراعى الاسباب فان لكل شىء من الموجودات خاصية واثرا اودعها فيه الحكيم جل وعلا وقال البغوى وقيل الجذام نورائحة تسقم من اطال صحبة ومواكلته ومضاجعته وليس من العدى بل من باب الطب كما يتضرر بكل ما يعاف وشم ما يكره والمقام فى مقام لا يوافق هواه وكله باذن الله تعالى وما هم بضارين به من احد الا باذن الله قال الشيخ الامام الحافظ ابن حجر العسقلانى فى شرح نخبة الفكر وجه الجمع بينهما ان هذه الامراض لا تعدى بطبعها لكن الله تعالى يجعل مخالطة المريض بها للصحيح سببا لاعدايه مرضه ثم قد يتخلف ذلك عن سببه كما فى غيره من الاسباب كذا جمع بينهما ابن الصلاح تبعا لغيره والاولى فى الجمع بينهما ان يقال ان نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عمومه وقد صح قوله صلى الله عليه وسلم لا يعدى شىء شيئا و قوله فمن اعدى الاول يعنى ان الله سبحانه وتعالى ابتدأ ذلك فى الثانى كما ابتدأه فى الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا يتفق للشخص الذى يخالطه شىء من ذلك بتقدير الله تعالى ابتداء لا بالعدوى المنفية فيظن ان ذلك بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فامر بتجنبه حسما للمادة والله

تعالیٰ اعلم هذا كلام الشيخ في الشرح وقال فيما نقل عنه في حاشيته
ويدل علمه ا كل النبي صلى الله عليه وسلم مع مجذوم حيث كان يعلم ان
لا يصيب شيء الا باذن الله وكان آمنا من ان يقع في مثل هذا الظن
لو اصابه مكروه والامر ليس الا لمن لا يجد في نفسه صدق اليقين
ويتوهم ان تحدثه نفسه بشيء لو اصيب شفقة عليه واخذ الحجرة
من الوقوع في بحر الشرك الخفي جزاه الله عن امته خير الجزاء و
اعطاه الوسيلة والفضيلة واللواء وصلى الله عليه وسلم وشرف وكرم
هذا كلامه وحيث ختم بالصلوٰة على النبي عليه الصلوٰة والسلام ختمنا
به الكلام والله تعالیٰ اعلم ؛

شهر الرّبيع الاوّل

اولى واحق ما نذكر فيه ذكر مولده ووفاته صلى الله عليه وسلم
وما يتبعه من الاحكام ونختمه بذكر رؤيته عليه الصلوٰة والسّلام
في المنام ففيه بابان ؛

الباب الاوّل في مولده صلى الله عليه وسلم

واعلم ايها المحبّ الصّادق ايدك الله بنور اليقين ونوّر قلبك بذكر
سيّد المرسلين صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه اجمعين انه
لما حملت آمنة برسول الله صلى الله عليه وسلم ظهر بحمله عجائب و
وجد لايجاده غرائب ذكرت في كتب السير ودية الاخبار ونحن اختصرنا
منه ما يعرف به اهل القفية واوردنا من الاخبار ما ورد وصحّ
من الطريق المتعارف في رواية الاحاديث ومن الله التوفيق روى
انه كانت قريش في جدب شديد وضيق عظيم فلما حملت به
صلى الله عليه وسلم اخضرّت الارض وحملت الاشجار واتاهم
الوجد من كل جانب فسمّيت تلك السّنة التي حملت فيها رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سنۃ الفتح والابتہاج ؔ و فی حدیث ابن اسحاق ان آمنۃ کانت تحدث انما اتیت حین حملت بہ صلے اللہ علیہ وسلم فقیل لہا انک حملت بسید ھذہ الامۃ وقالت ماشعرت بانی حملت بہ ولا وجدلہ ثقلا ولا وحما کما تجد النساء الا انی انکرت رفع حیضتی وقد جاء فی بعض الاحادیث مرفوعا انہ قال صلے اللہ علیہ وسلم حملت بی امی کاثقل ما تحمل النساء وجعلت تشتکی الی صواحباتہا ثقل ما تجد ثم ان امی رأیت فی منامہا ان الذی فی بطنہا نور الحدیث ؔ و فیہ ان امہ علیہ وعلیہا الصلوٰۃ والسلام وجدت الثقل فی حملہ ؔ و فی سائر الاحادیث انہا لم تجد ثقلا وجمع الحافظ ابو نعیم بینہما بان الثقل وکان فی ابتداء علوقہا بہ والخفۃ عند استمرار الحمل بہا فیکون فی حالین خارجا عن المعتاد المعروف ؔ و عن ابی زکریا یحیی بن عائذ بقی صلے اللہ علیہ وسلم فی بطن امہ تسعۃ اشہر کملا لا تشکوا وجعا ولا مغصا ولا ریحا ولا ما یعرض لذوات الحمل من النساء وکانت تقول واللہ ما رأیت من حمل ھو اخف منہ ولا اعظم درجۃ منہ ولما تم لہا من حملہا شہران توفی عبد اللہ وقیل توفی فی المہد والراجح المشہور ھو الاول مات فی طریق مکۃ راجعا من المدینۃ ودفن بالابواء وروی ابو نعیم من حدیث ابن عباس قال کانت آمنۃ تحدث وتقول اتانی آت حین مر من حملی ستۃ اشہر فی المنام وقال لی یا آمنۃ انک قد حملت بخیر العلمین فاذا ولدتہ فسمیہ محمدا واکتمی شانک قالت ثم لما اخذ فی ما یاخذ النساء وذکرت عجائب مما رأیت من الطیور البیض مناقرھا من الزمرد واجنحتہا من الیاقوت ورجالا ونساء فی الھوی بایدیہم اباریق من فضۃ وکشف اللہ عن بصری فرأیت مشارق الارض ومغاربہا ورأیت ثلثۃ اعلام مضروبات علما بالمشرق وعلما بالمغرب وعلما علی ظہر

لہ آوردہ شد جماعت فرشتگان ۱۲

لہ کچھ کھانے خواہش کرنا لہ رگ پٹھوں کا باہم ملنا

الكعبة فاخذني المخاض فوضعت محمد صلى الله عليه وسلم فنظرت اليه فاذا هو ساجد وقد رفع اصبعه كالمتضرع المبتهل ثم رأيت سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته فغيبته عني فسمعت مناديا ينادي طوفوا به مشارق الارض ومغاربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه ونعته وصفته وصورته ويعلمون انه سمي فيها الماحي لايبقي شرك من الشرك الا محي في زمنه ثم تجلت عنه في اسرع وقت وروى محمد بن سعد من حيث جملة منهم عطاء وابن عباس ان امنة بنت وهب قالت لما فصل مني تعني النبي صلى الله عليه وسلم خرج معه نور اضاء له ما بين المشرق والمغرب ثم وقع الى الارض معتمدا على يديه ثم اخذ قبضة من التراب فقبضها ورفع رأسه الى السماء وروى الطبراني انه لما وقع الى الارض وقع مقبوضة اصابع يده مشيرا ابالسبابة كالمسبح بها واخرج احمد والبزار والطبراني والحاكم والبيهقي عن العرباض بن سارية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اني عبد الله وخاتم النبيين ان آدم لمنجدل في طينته وسأخبركم عن ذلك انا دعوة ابي ابراهيم وبشارة عيسى ورؤيا امي التي رأيت وكذالك امهات الانبياء يرين وان ام رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت حين وضعته نورا اضاء له قصور الشام قال الحافظ ابن حجر صححه ابن حبان والحاكم وله طرق كثيرة والى هذه اشار العباس بن عبد المطلب في شعره حيث قال شعر:-

وانت لما ولدت اشرقت الارض   واضاءت بنورك الافق

فنحن في ذلك الضياء والنور   وسبيل الرشاد نخترق

ووجه تخصيص الشام بنوره لانها دار ملكه كما ذكر كعب ان في الكتب السابقة محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم مولده بمكة ومهاجرته بيثرب وملكه بالشام ولهذا اسرى صلى الله عليه وسلم به الى الشام الى بيت المقدس كما هاجر اليها قبله ابراهيم وبها ينزل عيسى بن مريم وهي ارض المحشر والمنشر وجاء في الحديث الصحيح عليكم بالشام

فانها خيرة الله من ارضه يجتبى اليه خيرته من عباده ومن عجائب ولادة صلى الله عليه وسلم ما خرجه البيهقى وابو نعيم انه كان يهودى سكن مكة للتجارة فلما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا معشر يهود طلع نجم احمد الذى يولد فى هذه الليلة وعن عائشة قالت كان يهودى سكن مكة فلما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا معشر قريش هل ولد فيكم مولود قالوا لا نعلم قال انظروا فانه ولد فى هذه الليلة نبى هذه الامة بين كتفيه علامة[له] فانصرفوا فسألوا فقيل لهم ولد لعبد الله ابن عبد المطلب غلام فذهب اليهودى الى العلامة فخر مغشيا عليه وقال ذهبت النبوة من بنى اسرائيل يا معشر قريش اما والله ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها من المشرق والمغرب رواه يعقوب بن سفيان باسناد حسن كما قال فيه فتح البارى ومن عجائب ولادته ايضا ما روى من ارتجاج ايوان كسرى وسقوط اربعة عشر شرفة من شرفاته و غيض بحيرة طبرية وخمود نار فارس وكان لها الف عام لم تخمد رواه غير واحد وهو مشهور وفى سقوط اربعة عشر شرفة اشارة الى انه يملك منهم بعدد الشرفات وقد ملك منهم فى اربع سنين عشرة وقد ملك الباقون الى خلافة عثمان ذكره فى المواهب اللدنية ومن ذلك ما وقع من زيادة حراسة السماء بالشهب وقطع رصد الشياطين ومنعهم من استراق السمع وولد صلى الله عليه وسلم معذورا اى مختونا مسرورا اى مقطوع السرة كما روى من حديث ابى هريرة وابن عمر وابن عساكر وروى الطبرانى فى الاوسط وابو نعيم والخطيب وابن عساكر من طرق عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من كرامتى على ربى انى ولدت مختونا ولم يرا احد سوتى وصححه ايضا فى المختارة قال الحاكم فى المستدرك تواترت الاخبار انه عليه الصلوة والسلام ولد مختونا ولعله اراد بتواتر الاخبار اشتهارها وكثرتها فى السير لا من طريق السند المصطلح عليه عند ائمة

[له] اى علامة النبوة ١٢-١٢-١٢

الحديث وقد ضعفه بعضهم وبه صرح ابن القيم ثم قال ليس هذا من خصائصه صلى الله عليه وسلم فان كثيرا من الناس وُلد مختونا وفي الوشاح لابن دريد قال ابن الكلبي بلغنا ان آدم خُلق مختونا واثني عشر نبيا من بعده خُلقوا مختونين وآخرهم محمد صلى الله عليه وسلم وحكى انه ختنه جده عبد المطلب يوم سابعه وصنع له مادبة وسماه محمدا وقيل ان جبرئيل ختنه حين طهر قلبه قال الذهبي وهذا منكر فائدة لا من المرأة ويسمى اعذار الرجل اعذارا بالعين المهملة والذال المعجمة والراء وختان المرأة خفضا بالخاء المعجمة والفاء والضاد المعجمة وقد اختلف العلماء هل هو واجب او سنة فذهب اكثرهم الى انه سنة وليس بواجب وهو قول ابي حنيفة ومالك وبعض اصحاب الشافعي وذهب الشافعي الى وجوبه وهو مقتضى قول سحنون من المالكية وذهب بعض اصحاب الشافعي الى انه واجب في حق الرجال وسنة في حق النساء واحتج من قال انه سنة بحديث ابي المليح بن اسامة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الختان سنة للرجل وتكرمة للنساء رواه احمد في مسنده والبيهقي واجاب من اوجبه بانه ليس المراد بالسنة ههنا خلاف الواجب بل المراد به الطريقة واحتجوا على وجوبه بقوله تعالى ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا وثبت في الصحيحين من حديث ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اختتن ابراهيم عليه السلام وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم وبما رواه ابو داود من قوله صلى الله عليه وسلم للرجل الذي اسلم الق عنك شعر الكفر واختتن واحتج القفال على وجوبه بان بقاء القلفة يحبس النجاسة ويمنع صحة الصلوة فيجب ازالتها واختلفوا في وقته فقال القائلون بالوجوب وقته بعد البلوغ لانه محل الوجوب وقال بعض اصحاب الشافعية يجب على الولي ان يختن الصبي قبل البلوغ والظاهر ان من قال بالسنة فوقته عنده قبل البلوغ لان ستر العورة واجب فلا يترك بالسنة والله تعالى اعلم. واختلف في عام ولادة صلى الله عليه وسلم فالاكثرون على انه عام الفيل وبه قال ابن عباس

ومن العلماء من حكى الاتفاق عليه وقال رد كل قول يخالفه وهم المشهور
انه ولد بعد الفيل بخمسين يوما واليه ذهب السهيلي في جماعة وقيل
بخمس وخمسين حكاه الدمياطي في آخرين ثم اختلف ايضا في الشهر الذي
ولد فيه والمشهور انه الربيع الاول وهو قول جمهور العلماء ونقل ابن
الجوزي الاتفاق عليه ثم كذا اختلف ايضا في اي يوم من الشهر فقيل
انه غير معين وانما ولد يوم الاثنين من الربيع الاول من غير تعيين.
والجمهور على انه يوم معين فقيل ليلتين خلتا منه وقيل لثمان خلت منه
قال الشيخ قطب الدين القسطلاني وهو اختيار اكثر اهل الحديث
ونقل عن ابن عباس رض وجبير بن مطعم وهو اختيار اكثر من له معرفة
بهذا الشان واختاره الحميدي وشيخه ابن حزم وحكى القضاعي في
عيون المعارف اجماع اهل السير عليه ورواه الزهري عن محمد بن
جبير بن مطعم وكان عارفا بالنسب وايام العرب وقيل لعشر وقيل لاثني
عشر وهو المشهور وعليه اهل مكة في زيارتهم موضع مولده صلى الله عليه
وسلم في هذا الوقت قال الطيبي اتفقوا على انه ولد يوم الاثنين ثاني
عشر الربيع الاول انتهى وفي قوله اتفقوا نظر وعرفت وجهه مما ذكرنا
واختلف ايضا في الوقت الذي ولد فيه والمشهور انه ولد يوم الاثنين
فعن قتادة الانصاري انه صلى الله عليه وسلم سئل عن صيام يوم
الاثنين قال ذاك يوم ولدت فيه وانزلت على فيه النبوة رواه مسلم
وهذا يدل على انه ولد نهارا وفي المسند عن ابن عباس قال ولد صلى
الله عليه وسلم يوم الاثنين واستنبئ يوم الاثنين وخرج من مكة
مهاجرا الى المدينة يوم الاثنين ورفع الحجر يوم الاثنين وكذا
فتح مكة ونزول سورة المائدة يوم الاثنين وقد روى انه ولد عند
طلوع الفجر فعن عبد الله بن عمرو بن العاص قال كان بمرّ الظهران
راهب يسمى عيصا من اهل الشام وكان يقول يوشك ان يولد فيكم يا
اهل مكة مولود يدين له العرب ويملك العجم وهذا زمانه فكان لا

يولد بمكة مولود الا سألته عنه فلما كان صبيحة اليوم الذى ولد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عبد المطلب حتى اتى عيصا فناذى فاشرف عليه فقال له عيص كن اباه فقد ولد فيكم ذالك المولود الذى كنت احدثكم عنه يوم الاثنين ويبعث يوم الاثنين ويموت يوم الاثنين قال والله لى الليلة مع الصبح مولود قال فما سميته قال محمد والله لقد كنت اشتهى ان يكون هذا لولد فيكم اهل البيت بثلث خصال نعرفه فقد اتى عليهن منها انه طلع نجمه البارحة وانه ولد اليوم وان اسمه محمد رواه ابو جعفر بن ابى شيبة اخرجه ابو نعيم فى الدلائل بسند فيه ضعف وقيل كان مولده صلى الله عليه وسلم عند طلوع الغفر وهو ثلثة انجم صغار ينزلها القمر وهو مولد النبيين ووافق ذالك من الشهور نيسان الشمسية وهو برج الحمل وكان لعشرين مضت منه قيل ولد ليلا لما مر من حديث عائشة رض قال الشيخ بدر الدين ؟ الزركشي والصحيح ان ولادته عليه الصلوة والسلام كانت نهارا واما ما روى من تدلى النجوم فضعفه ابن دحية لاقتضائه ان الولادة كانت ليلا قال وهذا لا يصلح ان يكون تعليلا فان زمان النبوة صالح للخوارق ويجوز ان يسقط النجوم نهارا انتهى قال العبد الضعيف ويحتمل وان يكون سقوط النجوم فى ليلة ولد صبيحتها والاضافة فى قولهم سقطت النجوم او نزلت الشعب فى ليلة مولوده صلى الله عليه وسلم بهذا المعنى ثم اذا قلنا انه ولد ليلا فتلك الليلة افضل من ليلة القدر بلا شبهة لان ليلة المولد ليلة ظهوره صلى الله عليه وسلم وليلة القدر معطاة له وما شرف بظهور الذات الشرف من اجله اشرف مما شرف بنزول الملئكة فيها وليلة المولود شرف بظهوره صلى الله عليه وسلم ولان ليلة القدر وقع التفضل فيها على امة محمد صلى الله عليه وسلم وليلة المولد الشريف وقع التفضل فيها على سائر الموجودات فهو الذى بعثه الله رحمة للعالمين وعمت به نعمته على جميع المخلائق

من اهل السموات والارضين وارضعته صلى الله عليه وسلم وقد رأى
ابولهب بعد موته في النوم فقيل له ما حالك قال في النار الا انه
خففت كل ليلة اثنتين وامص من بين اصبعي هاتين ماء واشار
الى راس اصبعيه وان ذالك باعتاقي لثويبة عندما بشرتني
بولادة النبي صلى الله عليه وسلم وبارضاعها له قال ابن الجزري فاذا
كان هذا ابولهب الكافر الذي نزل القرآن بذمه جوزي في النار بفرحه
ليلة مولده النبي صلى الله عليه وسلم فما حال المسلم من امته يسر
بمولده ويبذل ما تصل اليه قدرته في المحبة صلى الله عليه وسلم
لعمري انما كان جزاءه من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم
جنات النعيم ولا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله
عليه وسلم ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات
ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقراءة مولده
الكريم ويظهر عليهم من مكانه كل فضل عميم ومما جرب من خواصه
انه امان في ذالك العام وبشرى عاجل بنيل البغية والمرام فرحم الله
امرءا اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد غلبة على
من في قلبه مرض وعناد ولقد اطنب ابن الحاج في المدخل في الانكار
على من احدثه الناس من البدع والاهواء والغناء بالالات المحرمة
عند عمل المولد الشريف فالله تعالى يثيبه على قصده الجميل ويسلك
بنا سبيل السنة فانه حسبنا ونعم الوكيل ثم تشرف وتسعد بارضاعه
حليمة السعدية قالت حليمة فيما رواه الطبراني والبيهقي وابو نعيم
وغيرهم قدمت مكة في زمرة من بني سعد نلتمس الرضعاء في سنة شهباء
فقدمت على اتان لي ومعي صبي وشارف لنا لا اجد في ثديي ما يغنيه
ولا في شارفنا ما يغذيه فوالله ما علمت منا امراءة الا وقد عرض
عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فتأباه اذا قيل يتيم فوالله ما بقى

له گدهی ۱۲-۱۲-۱۲

من صواحبي امرأة الا اخذت رضيعا غيري فلما لم اجد غيره قلت لزوجي والله اني لا اكره ان ارجع من بين صواحبي ليس لي رضيع لا نطلقن الى ذالك اليتيم فلاخذنه فذهبت فاذا انه مدرج في ثوب ابيض من اللبن يفوح منه المسك وتحته حريرة خضراء راقد على قفاه يغط فاشفقت ان اوقظه من نومه لحسنه وجماله فدنوت رويدا فوضعت يدي على صدره فتبسم ضاحكا وفتح عينيه ينظر الي فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء وانا انظر فقبلته بين عينيه واعطيته ثديي الايمن فاقبل عليه بما شاء من اللبن فحولته الى الايسر فابى وكانت تلك حالته بعد قال اهل العلم اعلمه الله اني ان له شريكا فالهمه العدل فقالت فروي وروي اخوه ثم اخذته فما هو الا ان جئت به رحلي وقام صاحبي تعني زوجها الى شارفنا تلك فاذا انها الحافل فحلب فشرب وشربت حتى روينا وبتنا بخير ليلة قالت حليمة فودع الناس بعضهم بعضا وودعت انا ام النبي صلى الله عليه وسلم ثم ركبت اتاني واخذت محمدا بين يدي الكعبة ثلثا ورفعت راسها الى السماء ثم مشت قد سبقت دواب الناس الذين كانوا معي فتعجبن منها و يقلن ان لها لشانا عظيما قالت ثم قدمنا منازل بني سعد و لا اعلم ارضا من ارض الله اجدب منها فكانت غنمي تروح على حين قدمنا به شباعا لبنا فنحلب ونشرب وما يحلب انسان قطرة لبن ولا يجدها في ضرع حتى كان الحاضرون من قومنا يقولون لرعاتهم اسرحوا حيث يسرح راعي غنم بنت ابي ذويب فتروح اغنامهم جياعا ما تبض بقطرة لبن وتروح اغنامي شباعا لبنا ولم تزل حليمة تتعرف الخير والسعادة وتفوز منه بالحسنى وزيادة - شعر :-

لقد بلغت في الهاشمي حليمة
مقاما علا في ذروة العز والمجد

وزادت مواشيها واخصب ربعها   وقد عم هذا السعد كل بني سعد

قال ابن الجراح رأيت فی کتاب الترقیص لابی عبد الله محمد بن المعلی الازدی ان فی شعر حلیمة مما کانت ترقص به النبی صلی الله علیه وسلم۔ شعر:۔

یا رب اذا اعطیته فابقه — وعله الی العلی وارقه

وادحض اباطیل العدی بحقه

وکانت الشیما اخته من الرضاعة تحضنه وترقصه وتقول۔ شعر:۔

هذا اخ لم تلده امی — ولیس من نسل ابی وعمی

فدیته من مخول معمی — فانمه اللهم فیما تنمی

واخرج البیهقی والصابونی والخطیب وابن عساکر وغیرهم عن العباس بن عبد المطلب قال قلت یا رسول الله دعانی للدخول فی دینك امارة لنبوتك رأیتك فی المهد تناغی القمر وتشیر الیه باصبعك فحیث اشرت الیه مال قال انی کنت احدثه ویحدثنی ویلهینی عن البکاء واسمع وجبته یسجد تحت العرش وقال الصابونی هذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن والمناغاة المحادثة وقد ناغت الام صبیها ای لاطفته وشاغلته بالمحادثة والملاعبة واخرج البیهقی وابن عساکر عن ابن عباس قال کانت حلیمة تحدث انها اول ما فطمت رسول الله صلی الله علیه وسلم تکلم فقال الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا۔ اوسبحان الله بکرة واصیلاً فلما ترعرع کان یخرج وینظر الی الصبیان یلعبون فیجتنبهم الحدیث وعنه قال کانت حلیمة لا تدعه یذهب مکاناً بعیداً فغفلت عنه یوماً فخرج معه اخته الشیما فی الظهیرة الی البهم فخرجت حلیمة تطلبه حتی تجده مع اخته فقالت فی هذا الحر فقالت اخته یا امه ما وجد اخی فی حر رأیت غمامة تظل علیه اذا وقف وقفت واذا سار سارت حتی انتهی الی هذا الموضع وکان صلی الله علیه وسلم یشب شباباً لا یشبه الغلمان قالت حلیمة فلما فصلته قدمنا به علی امه و

احرص شیء علی مکثه عندنا لما نری من برکته نکلمنا امه وقلنا لو ترکته عندنا حتی یغلظ فانا نخشی علیه وباء مکة ولم نزل به حتی ردته معنا فرجعنا به فوالله انه بعد مقدمنا بشهرین او ثلثة مع اخیه من الرضاعة لفی بهم لنا خلف بیوتنا اذ جاء اخوه یشتد فقال ذاك اخی القرشی وقد جاء رجلان علیهما ثیاب بیض الحدیث فی باب شق صدره الشریف صلی الله علیه وسلم فانطلقنا فرددناه الی اهله قبل ان یظهر ما نتخوف حتی قدمنا به الی امه واخبرناها بشانه فقالت اخشیتما علیه الشیطان علیه سبیل وانه لکان لابنی هذا شان **فائدة** کان شق الصدر الشریف المحمدی وغسل قلبه ۔ اطهر صلی الله علیه وسلم اربع مرات الاولی وهو صغیر فی بنی سعد فی بهم لحلیمة والثانیه وهو ابن عشر سنین وفی الحدیث انه صلی الله علیه وسلم قال هو ان ذلك اول ما ابتدأت به من امر النبوة وکان صلی الله علیه وسلم نذر ان یعتکف شهرا وهو وخدیجة فوافق ذلك اول ما ابتدأت به من امر النبوة وکان صلی الله الله علیه وسلم نذر ان یعتکف شهرا وهو وخدیجة فوافق ذلك شهر رمضان وقد یفهم من بعض الکتب انه کان فی غار حراء فخرج ذات لیلة فسمع السلام علیك قال وظننتها فجاء الجن فجئت مسرعا حتی دخلت علی خدیجة فقالت ما شانك فاخبرتها فقالت ابشر بان السلام خیر ثم خرجت مرة اخری فانا بجبرئیل علی الشمس له جناح بالمشرق وجناح بالمغرب الحدیث و الرابعة لیلة الاسراء ویروی خامسة ولا یثبت وقد افردنا فی ذالك رسالة ولله الحمد وقد وقع فی طرق الاحادیث المرویة فی هذا الباب انه کان الغسل بماء زمزم وانه کان فی طست من ذهب واستفید منه ان ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة والا تخشوه به سئل هل غسل قلبه الشریف فی الطست خاص بما فعل بغیره من الانبیاء ایضا علیهم السلام اجیب بانه قد ورد فی خبر التابوت والسکینة انه کان فیه طست التی

لہ بکریاں ۱۲-۱۲-۱۲ ؎

غسلت فيه قلوب الانبياء ذكره الطبري وغيره العماد بن كثير في تفسيره لرواية السدي عن ابي مالك عن ابن عباس كذا في المواهب اللدنيه ولما بلغ صلى الله عليه وسلم اربع سنين وقيل خمسا وقيل ستا وقيل سبعا وقيل اثنتي عشرة سنة وشهرا وعشرة ايام ماتت امه بالابواء وقيل بالحجون[1] وفي القاموس ودار نابغة بمكة فيه مدفن امنة ام النبي صلى الله عليه وسلم واخرج ابن سعد عن ابن عباس لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ست سنين وخرجت به امه الى اخواله بني عدي بن النجار بالمدينة تزورهم ثم رجعت به الى مكة فلما كانت بالابواء توفيت وقد روى ان امنة امنت به صلى الله عليه وسلم بعد موتها فروى الطبري باسناده عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم نزل الحجون كئيبا[2] حزينا فاقام به ما شاء الله عزوجل ثم رجع مسرورا قال سألت ربي عزوجل فاحيا لي امي فامنت بي ثم ردها وروى ابو حفص بن شاهين في كتابه الناسخ والمنسوخ نحوه وكذا روى من حديث عائشة ايضا احياء ابويه صلى الله عليه وسلم حتى امنا به اورده السهيلي وكذا الخطيب قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل وقال ابن كثير انه حديث منكر جدا وسنده مجهول وقد خرج بعض العلماء ان ابويه صلى الله عليه وسلم ناجيان وليسا في النار والكلام في اباءه الشريفة طويل والسكوت في هذا الباب احوط ولقد احسن الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي حيث قال شعر:-

حبى الله النبي مزيد فضل	على فضل وكان به رؤفا
فاحيى امه وكذا اباه	لايمان به فضلا لطيفا
فاسلم فالقديم بذا قدير	وان كان الحديث به ضعيفا

ولقد اطنب بعض العلماء في الاستدلال لايمانهما فالله يثيبه الجنة على قصده الجميل فالحذر الحذر من ذكرهما بما فيه نقص لان ذلك

---

[1] مکہ کا ایک پہاڑ ہے۔ جہاں آپ کا مقبرہ ہے ؛ [2] شکستہ خاطر ؛

يؤذى النبى صلے الله عليه وسلم لان العرف جاء بانه اذا ذكر ابو الشخص بما ينقصه او وصف فيه نقص تأذى ولده بذكر ذلك عند المخاطبة وقد قال صلے الله عليه وسلم لا تسبوا الاحياء بسبب الاموات وللسيوطى رسائل فى اثبات هذا المطلب فارجع اليها ثم مات جده عبد المطلب اوصاه بذلك لانه كان شقيق عبد الله وقد اخرج ابن عساكر عن حليمة عن عرطفة قال قدمت مكة وهم فى قحط فقالت قريش يا ابا طالب اقحط الوادى واجدب العيال فهلم فاستسق فخرج ابو طالب ومعه غلام كانه شمس دجن تجلت عنه سحابة وحوله اغيلمة فاخذه ابو طالب فالصق ظهره بالكعبة ولاذ الغلام باصبعه وما فى السماء قزعة فاقبل السحاب ههنا وههنا فاغدق واغدودق وفى ذلك يقول ابو طالب. شعر:-

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتمى عصمة للارامل

والثمال بكسر المثلثة الملجاء والغياث وقيل المطعم فى الشدة والارامل المساكين من رجال ونساء وبالنساء اخص واكثر استعمالا والواحد ارمل وارملة وهذا البيت من قصيدة لابى طالب ذكرها ابن اسحاق بطولها وله فى مدحه صلے الله عليه وسلم قصائد اخرو كفالته وحمايته رسول الله صلے الله عليه وسلم مشهورة قال ابن التين ان فى شعر ابى طالب هذا دلالة على انه كان يعرف نبوة النبى صلے الله عليه وسلم قبل ان يبعث لما اخبره به بحيرى بفتح الموحدة وكسر المهملة وسكون المثناة التحتية آخره راء مكسورة وغيره من شانه وتعقبه الحافظ ابن حجر ان ابن اسحاق ذكر ان انشاد ابى طالب بهذا الشعر كان بعد بعث ومعرفة ابى طالب بنبوته جاء فى كثير من الاخبار وتمسك بها بعض الشيعة انه كان مسلما وانه مات على الاسلام وان الحشوية تزعم انه مات كافرا واستدل لدعوات بما لا دلالة فيه انتهى كذا فى المواهب وروى انه صلے الله عليه وسلم كان يقول له عند موته يا عم قل لا اله الا الله كلمة استحل لك بها الشفاعة يوم القيامة فلما راى

ابو طالب حرص رسول الله صلے الله علیه وسلم قال له والله یا ابن اخی لولا مخافة قریش انی انما قلتها جزعا لقلتها لا اقولها الا تسرك بها فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر العباس الیه یحرك شفتیه فاصغی الیه باذنیه فقال یا ابن اخی والله لقد قال اخی الکلمة التی امرته بها فقال صلے الله علیه وسلم لم اسمعه کذا فی روایة ابن اسحق انه اسلم عند الموت واجیب بانه مخالف لما صح من موته علی ملة عبد المطلب والکلام فیه طویل والله یقول الحق وهو یهدی السبیل۔ و لما بلغ رسول الله صلے الله علیه وسلم اثنی عشر سنة خرج مع عمه ابی طالب الی الشام حتی بلغ بُصریٰ فراٰه بحیری الراهب واسمه جرجیس فعرفه بصفته فقال وهو اخذ بیده هذا سید العالمین هذا یبعثه الله رحمة العالمین فقیل له وما علمك بذلك فقال انکم حین اشرفتم به من العقبة لم یبق شجر ولا حجر الا خرّ له ساجدًا ولا یسجد الا النبی وانی لاعرفه بخاتم النبوة فی اسفل غضروف کتفه مثل التفاحة وانا نجده فی کتبنا وتزوج صلے الله علیه وسلم خدیجة وهو ابن خمس وعشرین سنة وکانت تدعی فی الجاهلیة بالطاهرة وکان لها حین تزوجها النبی صلے الله علیه وسلم اربعون سنة واصدقها عشرین بکرة وحضر ابوبکر ورؤساء مضر فخطب ابو طالب فقال الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرمًا امنًا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد بن عبد الله لا یوزی برجل الا رجح به فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد ممن قد عرفتم قرابة وقد خطب خدیجة بنت خویلد وبذل لها من الصداق ما اجله وعاجله من مالی کذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظیم وخطر جسیم ولما بلغ رسول الله صلے الله علیه وسلم اربعین سنة وقیل واربعین یوما وقیل عشرة ایام وقیل وشهرین یوم الاثنین لثمان

من الربيع الاول سنة احدى واربعين من الفيل بعثه الله رحمة للعالمين ورسولاً الى كافة الثقلين اجمعين فرفع قدره واعلا ذكره فى العالمين فاقام بمكة ثلث عشرة سنين ثم امر بالهجرة الى المدينة المطهرة فقام بها عشر سنين فجاهد فى سبيل الله ودعا الخلق ونور العالم بنور الايمان واليقين ولما كان الحكمة فى بعثه صلى الله عليه وسلم هداية الخلق وتتميم مكارم الاخلاق وتكميل مبانى الدين فحين حصل هذا الامر وتم هذا المقصود رفعه الله اليه فى اعلى عليين وتوفاه الله وهو ابن ثلث وستين سنة صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه واتباعه واحزابه اجمعين ٥

الباب الثانى فى وفاته صلى الله عليه وسلم

ونذكر فيه ما جاء من الاخبار فى اوله واخره والله الموفق ومما وقع قبل موته الشهد ما روى عن ابن مسعود قال نعى لنا نبينا وحبيبنا صلى الله عليه وسلم قبل موته بشهر هو بابى وامى ونفسى له الفداء فلما دنا الفراق جمعنا فى بيت امنا عائشة رض وشدد لنا فقال مرحبا بكم حياكم الله بالسلام رحمكم الله حفظكم الله جبركم الله رزقكم الله رفعكم الله نفعكم الله اواكم الله هداكم الله وقاكم الله اوصيكم بتقوى الله واوصى الله بكم واستخلفه عليكم واحذركم انى لكم نذير مبين ان لا تعلوا على الله فى عباده وبلاده فانه قال لى ولكم تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين وقال اليس فى جهنم مثوى للمتكبرين قلنا يا رسول الله متى اجلك قال دنا الفراق المنقلب الى الله والى جنة الماوى والى سدرة المنتهى والى الرفيق الاعلى والكاس الاوفى والحوض المصفى والعيش المهنى قلنا يا رسول الله من يغسلك قال رجال اهلى الادنى فالادنى قلنا يا رسول الله ففيم نكفنك قال فى ثيابى هذه ان شئتم او فى ثياب مصر او فى حلة يمانية قلنا يا رسول الله من يصلى عليك وبكينا وبكى

نقال مهلا رحمكم الله وجزاكم الله عن نبيكم خيرا اذا انتم غسلتموني و كفنتموني فضعوني على سريري هذا على شفير قبري في بيتي هذا ثم اخرجوا عني ساعة فان اول من يصلي علي حبيبي و خليلي جبرئيل ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنود من الملائكة باجمعهم ثم ادخلوا علي فوجا فوجا فصلوا علي وسلموا تسليما ولا تؤذوني بتزكية ولا برنة وليبتدئ بالصلوٰة علي رجال اهل بيتي ثم نساؤهم ثم انتم بعد ثم اقرؤا السلام على من غاب عني من اصحابي واقرؤا السلام على من تبعني على ديني من يومي هذا الى يوم القيامة قلنا يا رسول الله من يدخلك قبرك قال اهلي مع ملائكة كثيرة يرونكم من حيث لا ترونهم وفي انوار التنزيل والمدارك عن ابن عباس انه قال اخر اية نزل بها جبرئيل واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون و قال ضعها في رأس مائتين والثمانين من البقرة وعاش رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدها احدا وعشرين يوما وقيل احدا وثمانين يوما و قيل ثلث ساعات كذا في تفسير الزاهدي وبكى ابن عباس وقال ختم الوحي بالوعيد ؛

ذكر ابتداء مرضه صلى الله عليه وسلم وكيفيته

روى انه ابتداء به صداع في اواخر صفر لليلتين بقيت منه يوم الاربعاء في بيت ميمونة وقيل ليلة وقيل بل في مفتتح الربيع الاول وفي الوفاء مرض في صفر لعشر بقين منه وتوفى صلى الله عليه وسلم لاثنتي عشرة ليلة خلت من الربيع الاول انتهى وذكر رزين عن ابي حاتم شهر الربيع الاول من السنة الحادية عشر وكان ابتداء يوم الاثنين في بنت ميمونة وقيل زينب بنت جحش وقيل ريحانة رضي الله تعالى عنهن و ذكر الخطابي ان ابتداءه يوم الاثنين وقيل السبت وقيل الاربعاء قاله الحاكم وحكى في الروضة قولين وفي مدته اختلاف قيل اربعة عشر وقيل اثنا عشر يوما وعليه الاكثرون

وقيل عشرة وبه جزم سليمان التيمي وهو احد الثقاة بان ابتداء مرضه يوم السبت الثاني والعشرين من الصفر ومات يوم الاثنين لليلتين خلتا من من الربيع الاول وفي الاكتفاء لما نقل رسول الله صلى الله عليه من حجة الوداع اقام بالمدينة بقية ذي الحجة وصفر وضرب على الناس وبعث اسامة بن زيد الى الشام وامره ان يوطي الخيل تخوم البلقاء والداروم من ارض فلسطين فتجهز الناس وارعب مع اسامة المهاجرين الاول وكان آخر بعث بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا الناس على ذلك ابتداء صلوت الله وسلامه عليه بشكواه الذي قبضه الله تعالى فيه الى ما اراد به من رحمته وكرامته في ليال بقين من صفر او في شهر الربيع الاولى فكان اول ما بدأ به رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما ذكر انه خرج الى بقيع الغرقد من جوف الليل فاستغفر لهم ثم رجع الى اهله فلما اصبح ابتداء بوجعه في يومه ذالك حدث ابو موهيبة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم من جوف الليل فقال يا ابا موهيبة اني قد امرت ان استغفره هل هذا البقيع فانطلق معي فانطلقت معه فلما وقف عليهم قال السلام عليكم يا اهل المقابر ليهنين عليكم ما اصبحتم فيه مما اصبح الناس فيه اقبلت الفتنة كقطع الليل المظلم يطبع آخرها اولها ثم اقبل علىّ فقال يا ابا موهيبة اني قد اوتيت مفاتيح خزائن الدنيا والخلد فيها ثم الجنة فقال لا والله يا ابا مويهبة لقد اخترت لقاء ربّي والجنة ثم استغفر لاهل البقيع ثم انصرف فبدأ به وجعه الذى قبضه الله تعالى فيه وقالت عائشة رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم من البقيع فوجدني وانا اجد صداعا في رأسي وانا اقول وارأساه فقال بل انا والله يا عائشة اقول وارأساه قالت وكان يسلّيني صلى الله عليه وسلم بالمزاح على اني تجشم منه فقال وما ضرّك لومت قبلي فقمت عليك وكفنتك وصليت عليك ودفنتك فقلت والله لكأني بك قد فعلت

ذلك فرجعت الی بیتی فاعرست فیه ببعض نسائك من اخر ذلك الیوم فتبسم رسول الله صلے الله علیه وسلم فتشّام به وجعه وهو یدور علی نسائه حتی اشتد به وهو فی بیت میمونة فدعا نساءه یستأذنهن فی ان یمرض فی بیتی فاذن له فخرج رسول الله صلے الله علیه وسلم یمشی بین رجلین من اهله احدهما لفضیل ابن عباس ورجل اخر عاصبا رأسه یخط قدماه حتی دخل بیتی وعن عباس ان الرجل الاخر هو علی بن ابی طالب ثم غمر رسول الله صلی الله علیه وسلم واشتد به وجعه وفی روایة بعد ان قال وارأساه فذهب فلم یلبث الا یسیراً حتی جئ به محمولا فی کساء فدخل علی وبعث الی النساء فقال انی قد اشتکیت وانی لا استطیع ان ادور بیتکن فاذن فلاکن عند عائشة فکنت اوضیه ولم اوض احدًا قبله وروی ان رسول الله صلے الله علیه وسلم کان یتسال فی مرضه این انا غدا این انا غدا یرید یوم عائشة فاذن له ازواجه یکون حیث یشاء وکان فی بیت عائشة حتی مات عندها وفی روایة ان النبی صلے الله علیه وسلم کان یحمل فی ثوب یطاف به علی نسائه وهو مریض یقسم بینهن قالت عائشة ثم تمادی به وجعه وهو فی ذلك یدور علی نسائه حتی اجتمع رای اهل البیت علی ان یلدوه وتخوفوا ان یکون به ذات الجنب ففعلوا وفی روایة عن عائشة قالت کانت تأخذ رسول الله صلے الله علیه وسلم الخاصرة فاخذته یوماً واغمی علیه حتی ظننا انه هلك فلددنا ثم فرج عن النبی صلے الله علیه وسلم وقد لددوه فقال من صنع لی هذا فهبنه فاعتللن بالعباس فاتخذ جمیع من فی البیت العباس سببا ولم یکن له فی ذالك رأی فقالوا عمك العباس سببا ولم یکن له فی ذلك رأی فقالوا عمك العباس امر بذلك وتخوفنا ان یکون ذات الجنب فقال انها من الشیطان ولم یکن الله عزوجل لیسلطها علی وانه لیرمنی بها ولکن من هذا عمل النساء لا یبقی احد فی البیت الا لدّ الا عمی عباس فان یمینی لاتناله فلدوا کلهم

عه له دو۔ طریقِ علاج اور دوائے خاص ۱۲-۱۲-۱۲ ؛

ولدت میمونة وكانت صائمة ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى بيت عائشة وكان يومها بين العباس وعلي والفضيل يمسك بظهره ورجلاه تخطان حتى دخل على عائشة فلم يزل عندها مغلوبا لا يقدر على الخروج من بيتها الى غيره ثم ان وجعه اشتد قالت عائشة جعل يشتكي ويتقلب على فراشه فقلت له لو صنع هذا بعضنا لوجدت عليه فقال ان المؤمنين يشدد عليهم انه لا يصيب المؤمن نكبة من شوكة فما فوقها الا رفع الله له بها درجة وحط عنه بها خطيئته وقالت ما رأيت احدا كان اشتد عليه الوجع من رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان لا يكاد تقربه عليه من شدة الحمى فقال ليس احد اشد بلاء من الانبياء كما يشتد علينا البلاء كذلك يضاعف لنا الاجر وعن عبد الله بن مسعود قال دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يوعك فقلت يا رسول الله انك لتوعك وعكا شديدا قال اجل اني اوعك كما يوعك رجلان منكم قلت ذلك بان لك اجران قال اجل ذلك ولكن لك ما من مسلم يصيبه اذى شوكة فما فوقها الا كفر الله بها سيأته كما تحط الشجرة ورقها رواه البخاري وعن عائشة قالت لما اشتد عليه وجعه قال صبوا علي من سبع قرب لم تحلل اوكيتهن لعلي استريح فاعهد الى الناس قالت عائشة فاجلسناه في مخضب لحفصة من نحاس وسكبنا عليه الماء حتى طفق يشير الينا ان قد فعلتن ثم خرج فقام يومئذ خطيبا فحمد الله و اثنى عليه واستغفر للشهداء الذين قتلوا يوم احد؛

ذكر اشتداد مرضه صلى الله عليه وسلم

كانت مدة علته اثنی عشر يوما وقيل ثمانية عشر يوما وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه سدوا هذه الابواب الشوارع الى المسجد الاباب ابي بكر فاني لا اعلم رجلا احسن يدا عندي في الصحابة من ابي بكر وفي رواية سدوا عني كل خوخة في هذا المسجد غير خوخة ابي بكر

وعن ابن عمر جاء ابو بكر فقال يا رسول الله ايذن فامرضك وا كون الذی اقوم
عليك قال يا ابا بكر ان لم احمل ازواجي وبناتي واهل بيتي علاجي ازدادت
مصيبتي عليهم عظيما وقد وقع اجرك على الله ومما وقع في مرضه انه
خطب الناس في مرضه وقال في خطبته ان الله تبارك وتعالى خير ابدا
بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ذلك العبد وما عند الله فبكى ابو بكر
نعجبنا من ابي بكر ان اخبر رسول الله صلے الله عليه وسلم خبرا وكان
رسول الله صلے الله عليه وسلم هو المخير وكان ابو بكر اعلمنا و انه
اعتق في مرضه عليه السلام اربعين نفسا و روی ان رسول الله صلے
الله عليه وسلم كان لم يشتك شكوى الا سأل الله تبارك وتعالى العافية
حتىٰ كان في مرضه الذي توفي فيه فانه لم يدع بالشفاء بل عاتب نفسه
وشرع يقول يا نفس مالك تلوذين كل ملاذ وّمما وقع في مرضه انما اسرّ
الى فاطمة حديثا فبكت ثم اسرّ اليها حديثا فضحكت قال عائشة
فسألتها عن ذلك فقالت ما كنت ألافشي سرّ رسول الله صلے الله عليه
وسلم حتىٰ اذا قبض سألتها فقالت انه اسرّ الى فقال جبرئيل كان
يعارضني بالقرآن في كل عام مرّة وانه عارضني العام مرتين ولا اراه
الا وقد حضر اجلي وانك اول بيتي لحوقا بي ونعم السلف انا لك نبكيت
لذلك ثم قال الا ترضين ان تكوني سيدة نساء هٰذه الامة او نساء
المؤمنين نضحكت لذلك ومما وقع في مرضه انه صلے الله عليه وسلم
كان يصلي بالناس في مدة مرضه وانما انقطع ثلثة ايام وقيل سبع
عشرة صلوٰة فلما اذن لصلوٰة في اول ما امتنع وعلى صلوٰة العشاء قال
مروا ابا بكر فليصلّ بالناس وّعن الزهری قال النبی صلے الله عليه وسلم
ابن زمعة مروا الناس فليصلوا فخرج عبد الله ابن زمعة فلقي عمر ابن الخطاب
نقال صل بالناس فصلے عمر بالناس فجهر بصوته وكان جهير الصوت فسمع
رسول الله صلے الله عليه وسلم صوته فقال اليس هٰذا صوت عمر فقالوا
بلىٰ يا رسول الله فقال يابى الله ذلك والمؤمنون ليصلّ بالناس ابو بكر كذا

فی المنتقی وفی شرح المواقف ان بلال اذن بالصلٰوۃ فی ایام مرضہ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعبد اللہ بن زمعۃ اخرج وقل لابی بکر یصلی فخرج فلم یجد علی الباب الا عمر فی جماعۃ لیس فیھم ابوبکر فقال یا عمر صل بالناس فلما کبر وکان رجلا صیتا وسمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر قالہ ثلث مرات قال فقال عمر لعبد اللہ بن زمعۃ بئس ما صنعت کنت اری ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امرک ان تامرنی قال لا واللہ وما امرنی ان امر احداً وروی ان بلالاً اذن فوقف علی الباب فقال السلام علیک یارسول اللہ یرحمک اللہ فقال لہ مر ابابکر یصل بالناس فخرج بلال ویدہ علیٰ ام راسہ وھو ینادی واغوثاہ و انقطاع رجاہ وانکسار ظھراہ لیتنی لم تلدنی امی واذا ولدتنی لم اشھد من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یامرک ان تتقدم فلما نظر ابوبکر خلوا المسجد من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان رجلا رقیقاً لم یتمالک ان خر مغشیا فضج المسلمون فسمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الضجۃ وقال یا فاطمۃ ما ھٰذہ الضجہ قالت یا رسول اللہ ضج المسلمون لفقدک فدعا بعلی وابن عباس واتکیٔ علیھما وخرج الی المسجد وصلی ثمہ قال یا معشر المسلمین انتم فی وداع وکنفہ واللہ خلیفتی علیکم بتقوی اللہ وحفظ طاعتہ فانی مفارق للدنیا؛

وعن عائشۃ قالت لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء بلال یؤذنہ بالصلوٰۃ فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قلت یا رسول اللہ ان ابابکر رجل اسیف وانہ متی یقوم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصۃ قولی لہ فقالت لہ حفصۃ یا رسول اللہ ان ابا بکر رجل اسیف وانہ متی یقوم مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال انکن صواحب یوسف مروا ابا بکر فلیصل بالناس قال فامروا ابا بکر فلما دخل الصلوٰۃ وجد النبی صلے اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فقام یھادی بین رجلین

ورجلاه يخطان فی الارض حتی دخل المسجد فلما سمع ابو بکر حسّه ذهب
لیتأخر فأومیٰ الیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان قم کما انت فجاء
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حتی جلس عن یسار ابی بکر فکان رسول اللّٰه
صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی بالناس قاعدا وابو بکر قائما یقتدی ابو بکر
بصلوٰة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم۔ الناس یقتدون بصلوٰة ابی بکر و فی
سیرة ابن هشام فلما خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تفرج الناس
نعرف ابو بکر ان الناس لم یصنعوا ذلك الا لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم
فنکص عن مصلاه فدفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی ظهره وقال
صل بالناس وجلس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الی جنبه فصلی قاعدًا
عن یمین ابی بکر فلما فرغوا من الصلوٰة قال ابو بکر یا رسول اللّٰه انی
اراك قد اصبحت بنعمة من اللّٰه وفضل کما تحب الیوم بنت خارجة
انا اتیها قال نعم قال ثم دخل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وخرج
ابو بکر الی اهله بالسنح والروایات متعارضة علی ان الامام کان ابو
بکر وروی عن ابن عباس انه قال لم یصل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم
خلف احد من امته الا خلف ابی بکر و صلی خلف عبد الرحمٰن بن عوف
فی سفر رکعة واحدة وعن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابیه
انه کان مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی سفر غزوة فذهب النبی صلی اللّٰه
علیه وسلم فی سفر غزوة لحاجة فاقاموا الصلوٰة وتقدم عبد الرحمٰن
فجاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وعبد الرحمٰن قد صلی بهم رکعة و صلی مع
الناس خلفه واتم الذی فاته وقال ما قبض نبیٌّ حتی یصلی خلف صالحٍ
من امته کذا فی الصفوة وعن مغیرة بن شعبة انه غزا مع رسول اللّٰه
صلی اللّٰه علیه وسلم غزوة تبوك قال المغیرة فتبرز رسول اللّٰه صلی اللّٰه
علیه وسلم قبل الغائط فحملت معه اداوة قبل الفجر فلما رجع اخذت
اُهریق علیٰ یدیه من الاداوة فغسل یدیه ووجهه وعلیه جبة من صوف
فذهب یحسر عن ذراعیه نضاق کم الجبة فاخرج یدیه من تحت

الجبة والتي الجبة على منكبيه وغسل ذراعيه ثم مسح ناصيته وعلى العمامة ثم اهويت لانزع خفيه فقال دعهما فاني ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما وفي رواية عن المغيرة قلت يارسول الله انسيت قال بل انت نسيت بهذا امرني ربي وروى هذا الرواية ابوداؤد والدارمي معناه قال المغيرة ثم ركب وركبت فانتهينا الى القوم وقد قاموا الى الصلوٰة ويصلي بهم عبد الرحمن بن عوف وقد ركع بهم ركعة فلما احس بالنبي صلى الله عليه وسلم ذهب يتاخر فاومى اليه فادرك النبي صلى الله عليه وسلم وقمت معه فركعنا الركعة التي سبقنا رواه مسلم ذكره في المشكوٰة وروى عن رافع بن عمرو بن عبيد عن ابيه انه قال لما ثقل النبي صلى الله عليه وسلم عن الخروج امر ابابكر ان يقوم مقامه فكان يصلي بالناس وربما خرج النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما دخل ابوبكر في الصلوٰة ويصلي خلفه ولم يصل خلف احد غيره الا انه صلى الله عليه وسلم صلى خلف عبد الرحمن بن عوف ركعة واحدة في سفر وفي اسد الغابة عن الحسن البصري عن علي بن ابي طالب قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر وصلى بالناس واني شاهد غير غائب واني لصحيح غير مريض ولوشاء ان يقدمني لقدمني فرضينا لدنيانا من رضي الله ورسوله لديننا ومما وقع في مرضه انه صلى الله عليه وسلم اشتد وجعه يوم الخميس فاراد ان يكتب كتابا فقال لعبد الرحمن بن ابي بكر ايتني بكتف اولوح اكتب لابي بكر وعن ابن عباس لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال منهم عمر بن الخطاب قال النبي صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده فقال عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت واختصموا منهم من يقول قدموا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لا تضلوا بعده ومنهم من يقول ما يقول عمر فلما اكثر اللغط والاختلاف قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم قوموا عني فكان ابن عباس يقول ان الرزية كل الرزية ما حال
بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين ان يكتب لهم ذلك الكتاب
من اختلافهم ولغطهم رواه البخاري ومما وقع في مرضه انه صلى الله
عليه وسلم كان له سبعة دنانير فما توانى حتى انفقها عن سهل بن سعد
قال كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم سبعة دنانير وضعها عند
عائشة فلما كان في مرضه قال يا عائشة ابعثي بالذهب ثم اغمي عليه
وشغل عائشة ما به حتى قال ذلك ثلث مرات فبعث بها الى علي فتصدق
بها ثم امسى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الاثنين في حديد
الموت فارسلت عائشة رض الى امرأة من النساء بمصباحها فقالت اقطري
لنا في مصباحنا من عندك السمن فان رسول الله صلى الله عليه وسلم
في حديد الموت وفي رواية قال لعائشة وهي مسندته الى صدرها يا
عائشة ما فعلت بذلك الذهب قالت هو عندي قال فانفقيه فغشي
على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على صدرها فلما افاق عليه
الصلوة والسلام قال انفقت تلك الذهب يا عائشة قالت لا فدعا
بها ووضعها على كفه فقال ما ظن محمد بربه ان لو لقي الله وهذه
عنده فانفقها كلها ومات من ذلك اليوم ومما وقع في مرضه انه
صلى الله عليه وسلم خير عند موته قالت عائشة كنت اسمع انه لا
يموت نبي حتى يخير بين الدنيا والآخرة فسمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول في آخر مرضه مع الذين انعمت عليهم من النبيين
والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا فظننت
انه خير وفي رواية مع الرفيق الاعلى في الجنة مع الذين انعم الله عليهم
من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك
رفيقا ومما وقع في مرضه استعمال السواك قبل موته روي عن عائشة
انها كانت تقول ان من نعم الله على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
توفي في بيتي وفي يومي وبين سحري ونحري وفي رواية بين حاقنتي وذاقنتي

وان الله عزوجل جمع بين ريقی وريقه عند موته وقد دخل علی عبد الرحمن بن ابی بكر وبيده سواك وانا مستندة رسول الله صلی الله عليه وسلم فرايته ينظر الی فعرفت انه يحب السواك فقلت احذه لك فاشار بالرأس ان نعم فتناولته فاشتد علی وقلت الينه لك فاشار براسه ان نعم فلينته فاخذه فامره وبين يديه ركوة او علبة يدخل يديه فی الماء فيمسح بها وجهه ويقول لا اله الا الله ان للموت سكرات ثم يصب عليه فجعل يقول فی الرفيق الاعلی حتی قبض ومالت يده وما اخرج الحاكم وابن سعد من طرق انه صلی الله عليه وسلم مات وراسه فی حجر علی و طرقه كلها كما قاله الحافظ ابن حجر لا تخلوا عن شیء فلا يلتفت اليه ومما وقع فی مرضه انه كشف الستر يوم الاثنين فنظر الی الناس وهم فی صلوٰة الفجر عن انس ان ابا بكر كان يصلی بهم فی وجع رسول الله صلی الله عليه وسلم الذی توفی فيه حتی اذا كان يوم الاثنين وهم صفوف فی الصلوٰة وكشف النبی صلی الله عليه وسلم ستر الحجرة ينظر الينا وهو قائم كان وجهه ورقة مصحف ثم تبسم فهممنا ان نفتتن من الفرح برؤية النبی صلی الله عليه وسلم فنكص ابوبكر علی عقبيه ليصل الصف فظن ان النبی صلی الله عليه وسلم خارج الی الصلوٰة فاشار الينا النبی صلی الله عليه وسلم ان اتموا صلوٰتكم فارخی الستر فتوفی من يومه ومما وقع فی مرضه ما روی عن ابن عباس وعليا خرج من عند رسول الله صلی الله عليه وسلم فی مرضه فلقيهما رجل فقال كيف اصبح رسول الله صلی الله عليه وسلم يا ابا الحسن فقال اصبح بارئا فقال العباس لعلی انت بعد ثلث عبد العصا ثم خلا به فقال انه يخيل لی انی اعرف وجوه بنی عبد المطلب عند الموت وانی خائف ان لا يقوم رسول الله صلی الله عليه وسلم من وجعه فاذهب بنا اليه فلنسأله فان يك هذا الامر الينا فعلمنا ذلك وان لم يكن الينا امرنا ان تستوصی بنا خيرا فقال له علی ارأيت

اذا جئناه فلم يعطناها أترى الناس يعطونها والله لا اسالها ايا ه ابدًا وممّا جرى في مرضه نزول جبرئيل عليه السّلام اليه صلى الله عليه وسلّم ثلثة ايام قبل موته برسالة من الله يقول له كيف تجدك وكان ذلك في يوم السبت والاحد والاثنين واستيذان ملك الموت عليه يوم الاثنين روى عن ابى هريرة ان جبرائيل اتى النبى صلى الله عليه وسلم في مرضه الذى قبض فيه فقال ان الله تبارك وتعالى يقرئك السلام ويقول كيف تجدك قال اجدنى وجعا يا امين الله وفي بعض الروايات اجدنى يا جبرئيل مغمومًا واجدنى يا جبرئيل مكروبا ثم جآء في اليوم الثالث ومعه ملك الموت فقال يا محمد ان الله تعالى يقرئك السّلام ويقول كيف تجدك قال اجدنى يا امين الله وجعا من هذا معك قال هذا ملك الموت وهذا آخر عهدى بالدنيا بعدك وآخر عهدك بها ولن اتى على هالك من ولد آدم بعدك ولن اهبط الارض الى عهدك بعدك فوجد النبى صلى الله عليه وسلم سكرة الموت وعنده قدح فيه ماء فكلما وجد سكوة اخذ من ذلك الماء ومس به وجهه ويقول اللهم اعنى على سكرة الموت وعن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في وجعه الذى مات فيه ما زالت اكلة خيبر تعاودنى فالآن اوان انقطاع ابهرى وحكى ابن اسحاق انه كان المسلمون يرون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات شهيدا مع ما اكرمه الله به من النبوة اورده في الشفاء وعن عآئشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعوذ بهذه الكلمات اذهب الباس رب الناس اشفع وانت الشافى لاشفاء الا شفاؤك شفاء لا يغادر سقمًا متفق عليه قالت فلما ثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذى مات فيه اخذت بيده فجعلت امسحه بها واقولها فنزع يده منى ثم قال رب اغفر لى والحقنى بالرفيق الاعلى وكان هذا آخر ما سمعته من كلامه اخرجاه في الصحيحين وقال السهيلى وجدت في بعض

كتب الواقدى ان اول كلمة تكلم بها النبى صلى الله عليه وسلم وهو مسترضع
عند حليمة الله اكبر واخر كلمة تكلم بها المرفيق الاعلى وروى الحاكم
من حديث انس ان اخر ما تكلم به صلى الله عليه وسلم جلال ربى الرفيع
كذا فى المواهب اللدنية وعن عائشة انها قالت اخر ما عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان قال لا يترك بجزيرة العرب دينان وقالت
ام سلمة كانت عامة وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته
الصلوٰة وما ملكت ايمانكم حتى جعل يلجلج فى صدره وما يفيض
بها لسانه كذا فى الاكتفاء وعن انس كانت وصية رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين حضره الموت الصلوٰة وما ملكت ايمانكم حتى جعل
رسول الله صلى الله عليه وسلم يتغرغر بها فى صدره ولا يفيض بها
لسانه وروى انه استاذن عليه ملك الموت فوقف بين يديه صلى
الله عليه وسلم فقال يارسول الله يا احمد ان الله ارسلنى اليك وامرنى
ان اطيعك فى كل تأمرنى ان امرتنى ان اقبض نفسك قبضتها و
ان امرتنى ان اتركها تركتها قال او تفعل يا ملك الموت قال بذلك
امرت ان اطيعك فى كل ما امرتنى قال جبرئيل ان الله قد يشتاق
اليك قال فامض يا ملك الموت لما امرت به قال جبرئيل يارسول
الله هذا اخر موطئ الارض انما كنت حاجتى من الدنيا فتوفى رسول
الله صلى الله عليه وسلم وفى الاكتفاء قالت عائشة توفى رسول الله صلى
الله عليه وسلم بين سحرى ونحرى وفى نوبتى لم اظلم فيه احدا فمن سفهى
وحداثة سنى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض وهو فى حجرى ثم
وضعت راسه على وسادة وقمت التدب مع النساء واضرب على وجهى ولما
توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء رجل التعزية يسمعون الصوت
والحس ولا يرون الشخص السلام عليكم يا اهل البيت ورحمة
الله وبركاته كل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجوركم يوم القيامة
ان فى الله عزاء من كل مصيبة وخلفاً من كل هالك ودركا من كل

فائت بالله فثقوا وإياه فارجوا وإنما المصاب من حرم الثواب والسلام
عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال علي رض أتدرون هذا هو الخضر عليه السلام
كذا في المشكوٰة نقلا عن دلائل النبوة وروى عن انس انه قال لما قبض
رسول الله صلى الله عليه وسلم اجتمع اصحابه حوله يبكون فدخل عليهم
رجل طويل شعر المنكبين في ازار ورداء يتخطى اصحاب الله ورسول الله
صلى الله عليه وسلم حتى اخذ بعضادتي باب البيت فبكى على رسول الله صلى
الله عليه وسلم ثم اقبل على صحابه فقال ان في الله عزاء من كل
مصيبة وعوضا من كل فائت الحديث ثم ذهب الرجل فقال ابو بكر
علي بالرجل فنظروا يمينا وشمالا فلم يروا احدا فقال ابو بكر لعل هذا
الخضر جاء يعزينا ورواه ابن ابي الدنيا من حديث علي ابن ابي طالب
وتكلموا فيه وقد رواه الشافعي رض في الام وليس فيه ذكر الخضر كذا
في المواهب اللدنية :-

ذكر سنه صلى الله عليه وسلم

عن ابن عباس قال أنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن
اربعين واقام بمكة ثلث عشرة سنة وبالمدينة عشر سنين وتوفى
وهو ابن ثلث وستين سنة اخرجاه في الصحيحين وكذا الصحيح في
سن ابي بكر وعمر وعائشة رضي الله عنهم ثلث وستون وعن انس انه
توفى وله ستون سنة وفي رواية خمس وستون وصححه ابو حاتم
في تاريخه وفي تاريخ ابن عساكر ثنتين وستون سنة ونصف وفي
كتاب ابن ابي شيبة احدى واثنتان لاراه بلغ ثلثا وستين وجمع
بين الاقاويل بان من قال خمسا وستين حسب السنة التي ولد
فيها والسنة التي قبض فيها ومن قال ثلثا وستين وهو المشهور
اسقطهما ومن قال ستين اسقط الكسور ومن قال اثنين ونصف
لانه اعتمد على حديث في الاكليل وفيه كلام لم يكن نبي الا عاش

نصف عمر اخيه الذی قبله وقد عاش عیسیٰ خمسا وعشرین سنة ومائة ومن قال احدی او اثنین فشك ولم یتیقن وکل ذلك انما نشاء من الاختلاف فی مقام بمكة بعد البعثة والله تعالیٰ اعلم کذا فی سیرة مغلطائی:-

ذکر وقت وفاته صلی الله علیه وسلم

توفی یوم الاثنین بلاخلاف نصف النهار لاثنتی عشرة لیلة خلت من الربیع الاول سنة احدی عشرة من الهجرة ضحی فی مثل الوقت الذی دخل فیه وعن ابن عباس ولد صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین واستنبئ یوم الاثنین وخرج مهاجرا من مكة الی المدینة یوم الاثنین ودخل المدینة یوم الاثنین ورفع الحجر یوم الاثنین وقبض یوم الاثنین وقبض صلی الله علیه وسلم فی کساء ملبد قال ابو بردة اخرجت الینا عائشة کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم فی هذین وفی الاکتفاء ولما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وارتفعت الرنة علیه وسجته الملائكة دهش الناس کما روی عن غیر واحد من الصحابة وطاشت عقولهم واقحموا واختلطوا فمنهم من خبل ومنهم من اصمت ومنهم من اقعد الی الارض فكان عمر ممن خبل وجعل یصیح ویقول ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مات وانه والله ما مات ولكنه ذهب الی ربه کما ذهب موسیٰ بن عمران فقد غاب عن قومه اربعین لیلة ثم رجع الیهم بعد ان قیل قد مات ووالله لیرجعن رسول الله صلی الله علیه وسلم کما رجع موسیٰ فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم زعموا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مات وفی بعض الروایات اخذ عمر بقائم سیفه وقال لا اسمع احدا یقول مات رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ضربته بسیفی هذا وَ اما عثمان بن عفان فخرس حتی یذهب به ویجاء ولا یتكلم الا بعد

الغد ما فعد علىٰ فلم يستطيع حد اكاد ضمنی عبد الله بن انیس فمات کمدا
ولم يكن فيهم اثبت واجزم من ابی بكر والعباس وفی روایة وكان
اثبتهم ابا بكر جاء وعيناه تهملان وزفراته تتردد وغصصه -
تتصاعد وترفع فدخل على النبی صلى الله عليه وسلم فاكب عليه وكشف
الثوب عن وجهه وقال طبت حيا وميتا وانقطع لموتك ما لا ينقطع
لاحد من الانبياء نعظمت عن الصفة وجللت عن البكاء ولو ان موتك
كان اختيارا الجدنا لموتك بالنفوس اذكرنا يا محمد عليه وسلم ميل حتى
نزل فدخل المسجد فلم يتكلم الناس حتىٰ دخل على عائشة فيتمم قصر رسول
الله صلى الله عليه وسلم وهو مغشیٰ بثوب حبرة فكشف وجهه ثم اكب عليه
فقبله وبكىٰ ثم قال بابی وامی والله لا يجمع الله عليك عليك موتتين
الا الموتة الاولىٰ التی کتب علیك فقد متها رواه البخاری اختلف فی
قول ابی بكر لا يجمع الله عليك موتتين فقيل هو على ظاهره واشار بذلك
الى الرد على من زعم انه سيحيٰ فيقطع ايدی رجال لانه لو صح ذالك
للزم ان يموت موتة اخرىٰ فاخبرانه اكرم على الله من انه يجمع عليه
موتتين كما جمعها على غيره كالذين خرجوا من ديارهم وهم الوف
وكالذی مر على قرية وقيل ا زاد أن لا يموت موتة اخرىٰ فی القبر كغيره
ان يحيىٰ ليسئل ثم يموت وقيل لا يجمع الله موتت شريعتك وقيل كنی
بالموت الثانی عن الكرب ای لا تلقى بعد كرب هذا اليوم كربا اخر قاله
فی الفتح البارىٰ وعن ابن عمر ان ابا بكر خرج وعمر يكلم الناس فقال
اجلس يا عمر فابی عمر ان يجلس فاقبل الناس الىٰ ابی بكر وتركوا عمر فقال
ابو بكر من كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان
يعبد الله فان الله حی لا يموت قال الله تبارك وتعالىٰ وما محمد الا
رسول قد خلت من قبل الرسل الأية قال والله لكان الناس لم يعلموا
ان الله انزل هذه الأية حتىٰ تلاها ابو بكر وفی صحيح البخاری لما
تكلم ابو بكر جلس عمر فحمد الله ابو بكر واثنیٰ عليه وقال الا من كان يعبد ربك

ولنكن بيالك وفى رواية لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا فى انه هل مات ام لا قال انس لما توفى رسول الله صلے الله عليه وسلم بكى الناس فقام عمر ابن الخطاب فى المسجد خطيباً فقال لا اسمعن ان محمداً قد مات ولكنه ارسل اليه كما ارسل الى موسى ابن عمران فلبث عن قومه اربعين ليلة والله لارجوا ان يقطع ايدى رجال و ارجلهم يزعمون انه قد مات قال عكرمة مازال عمر رض يتكلم ويوعد الناس حتى ازيد شدقاه فقال العباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأسن كما تأسن الناس وانه قد مات فادفنوا صاحبكم وقال لما توفى رسول الله صلے الله عليه وسلم كان ابوبكر غائباً بالسنح يعنى العالية عند زوجته بنت خارجة وكان عليه الصلوٰة والسلام قد اذن له فى الذهاب اليها فسل عمر بن الخطاب سيفه ويوعد من يقول مات رسول الله صلے الله عليه وسلم فاقبل ابوبكر من السنح حين بلغه الخبر الى بيت عائشة فدخل فكشف عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فجثى يقبله ويبكى ويقول توفى والذى نفسى بيده صلوات عليك يارسول الله ما اطيبك حياً وميتاً ذكره الطبرى فى الرياض وفى بعض الروايات فوضع البرد عن وجهه ووضع فاه على فيه واستنشئ الريح ثم سجاه اى ستره بريح الموت وروى عن عائشة ان ابابكر اقبل على فرس من مسكنه بالسنح منازل بنى الحارث بن الخزرج بعوالى المدينة بينه وبين منزل النبى صلے الله عليه وسلم من كان يعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لايموت وقال انك ميت وانهم ميتون وقال وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل الأية قال فنشج الناس يبكون وفى حديث ابن عمر عن ابى شيبة ان ابا بكر مر بعمر رض وهو يقول ما مات رسول الله صلے الله عليه وسلم حتى يقتل الله المنافقين وفى رواية حتى يفنى المنافقين قال وكانوا اظهروا الاستبشار ورفعوا رؤسهم فقال ايها الرجال ان رسول الله صلى الله

علیہ وسلم قد مات الم تسمعوا اللہ یقول انک میّت و انہم میتون و قال وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد ثم اتی المنبر الحدیث وعن انس بن مالک انہ سمع عمر بن الخطاب فی حین بویع ابو بکر فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستوی علی منبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد ثم قال واما بعد فانی قلت لکم امس مقالۃ وانہا لم تکن کما قلت واللہ انی ما وجدت المقالۃ التی قلت لکم فی کتاب اللہ ولا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدبرنا ای یکون اٰخرنا موتا او کما قال فاختار اللہ عزوجل لرسولہ الّذی عندہ علی الذی عندکم وھٰذا الکتاب الذی ھدی اللہ بہ رسولہ فخذوا بہ تہتدوا کما ھدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو نصر کانہ قال ما قال لعظم ما ورد علیہ و خشی الفتنۃ وظہور المنافقین فلما شاھد قوۃ یقین الصدیق الاکبر و تفوّھہ بقول اللہ عزّوجلّ کل نفس ذائقۃ الموت وقولہ انک میّت و انہم میّتون رجع عن قولہ المذکور انتہٰی ۔ واخرج ابن عساکر عن ابی ذویب الہذلی قال بلغنا ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم علیل فاوجس اھل الحیّ خیفۃ وبت بلیلۃ طویلۃ حتیّ اذا کان قرّب السّحر نمت فہتف ھاتف وھو یقول ۔ شعر:۔

خطب اجل اناخ بالاسلام — بین النخیل ومقعد الاطام!
قبض النبی محمّد فعیوننا — تبدی الدموع علیہ بالاسجام

فوثبت من نومی فزعا فنظرت الی السماء فلم ارَ الا سعد الذابح نعلمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قبض او ھو میت فقدمت المدینۃ و لاھلہا ضجیج بالبکاء کضجیج الحجیج اذا اھلوا بالاحرام فقلت مہ فقیل قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حیوٰۃ الحیوان للدمیری عن الواقدی عن شیوخہ انہم قالوا لما شک فی موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضعت اسماء بنت عمیس یدھا بین کتفیہ فقالت توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد رفع الخاتم من بین کتفیہ و کان

هٰذا الذی قد عرف به موت النّبی صلی الله علیه وسلم اخرجه البیهقی وابو نعیم وّروی عن امّ سلمة انها قالت وضعت یدی علی صدر رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم مات فمرّ بی جمعٌ الطعام وا توضأ ما تذهب ریح المسك من یدی واخرج ابو نعیم عن علی قال لما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلّم صعد ملك الموت باکیا الی السّماء والذی بعثه بالحق لقد سمعت صوتا ینادی من السّماء یا محمد اکل المصائب تهون عند هٰذه المصائب وفی سنن ابن ماجة انه صلی الله علیه وسلّم قال فی مرضه ایها الناس ان احدا من الناس او من المؤمنین ـ لو اصیب بمصیبة فلتعیّبر بمصیبتی فی عین المصیبة التی تصیبه بعدی فان احدا من امتی لن یصاب بمصیبة بعد اشد علیه من مصیبتی؛

ذکر غسله صلّی الله علیه وسلّم

ولما فرغ الناس من بیعة ابی بکر رضی الله عنه وعما اهتم به صحابه بعد موته صلی الله علیه وسلم وتقرر الامر علی ابی بکر رضی الله عنه فلما فرغوا من بیعته اقبلوا علی تجهیز النبی صلی الله علیه وسلّم والاشتغال به وّروی انه سئل ابن عباس کیف کان غسل النبی صلی الله علیه وسلّم قال ضرب العباس رضی الله عنه کلة[1] له من ثیاب یمانیه صفاق فصارت سنة فینا وفی کثیر من صالحی الناس ثم اذن لرجال من بنی هاشم فعدوا بین الحیطان والکلة ثم دخل العباس الکلة ودعا علیًا والفضیل اباسفیان بن الحارث واسامة بن زید فلما اجتمعوا فی الکلة القی علیهم النعاس وعلی من وراء الکلة فی البیت فناداهم مناد انتبهوا به وهو یقول لا تغسلوا النّبیّ صلی الله علیه وسلم فان کان طاهرًا فقال ـ الایلی وقال اهل البیت صدق فلا تغسلوا فقال العباس لا ندع سنة بصوت لاندری ما هو وغلبهم النعاس ثانیة فناداهم مناد فانتبهوا

[1] له پرده ۵ ۱۲-۱۲-۱۲۰

به وهو يقول اغسلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثيابه فقال
اهل البيت الا فقال الا نعم وقد كان العباس رضـ حين دخل المكلمة للغسل
قعد متربعًا واقعد عليا متربعًا متواجهان واقعدا لنبى صلى الله عليه
وسلم على حجورهما فنودوا ان اضجعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم
على ظهره ثم اغسلوه واستروه فشاروا عن المتفيح واضجعاه
وغربًا رجل الصفيح وشرقا رأسه ثم اخذوا فى غسله وعليه قميصه
ومجوله مفتوح الشق ولم يغسلوه الا بالماء القراح وطيبوه بالكافور
ثم اعتصر قميصه ومجوله وجمروه عودًا وندًا ثم احتملوه حتى وضعوه
على سريره وسجوه وروى عن ابن عباس رضـ انه كان يقول استروا
نبيكم يستركم الله قالت عائشة لما ارادوا غسل رسول الله
صلى الله عليه وسلم اختلفوا فيه فقالوا والله ما ندرى انجرد رسول
الله صلى الله عليه وسلم كما تجرد موتانا او نغسله وعليه ثيابه فلما
اختلفوا القى الله عليهم النوم حتى ما منهم رجل الا وذقنه فى صدره
و كلمهم متكلم من ناحية البيت لايدرون من هوان اغسلوا النبى صلى
الله عليه وسلم وعليه ثيابه فقاموا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
وغسلوه وعليه قميصه وفى المشكوة يصبون الماء فوق القميص و
يدلكونه بالقميص رواه البيهقى فى دلائل النبوة وكانت عائشة تقول
لو استقبلت من امرى ما استدبرت ما غسل رسول الله صلى الله عليه
وسلم الا نساءه ويروى عن غير واحد ان الذين تولوا غسله صلى الله
عليه وسلم ابن عمه على بن ابى طالب وعمه العباس بن عبد المطلب وابناه
الفضل وقثم ومولاه اسامة بن زيد ومولاه شقران ولما اجتمع القوم
لغسل رسول الله صلى الله عليه وسلم نادى من وراء الباب اوس بن
خولى الانصارى احد بنى عوف بن الخزرج وكان بدريًا على ابن ابى
طالب فقال يا على انشدك الله حظنا من رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال له ادخل فدخل فحضر غسل رسول الله صلى الله عليه وسلم

ولم ير من غسله شيئاً وقيل كان يحمل الماء قال فاسنده علي رض الى صدره وعليه قميص وكان العباس والفضل رض وقثم يقلبونه مع علي رض وكان أسامة رض وشقران يصبان الماء عليه واعينهم معصوبة من وراء الستر لحديث علي رض لا يغسله احد الا انت وفي رواية اوصاني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا يغسله غيري فانه لا يرى احد عورتي الا طمست عيناه كذا في سيرة مغلطائي وفي الشفاء وعلي رض يغسله بالماء والسدر ولم ير من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء مما يرى من الميت وهو يقول بابي انت وامي ما اطيبك حياً وميتاً وروى ابن ماجة بسند جيد عن علي يرفعه اذا انا مت فاغسلوني بسبع قرب من بئري بئر غرس قال في النهاية بفتح الغين المعجمة وسكون الراء والسين المهملة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب منها وقد روى ابن النجار انه عليه الصلوة والسلام قال رأيت الليلة اني اصبحت على بئر من الجنة فاصبح على بئر غرس فتوضأ وبزق فيها كذا في تاريخ المدينة للسمهودي وجعل علي رض على يده خرقة وادخلها تحت القميص كذا في سيرة مغلطائي وروى ان الغسلة الاولى كانت بالماء القراح والثانية بالماء والسدر والثالثة بالماء والكافور وروى ان الغسلة الاولى كانت بالماء القراح والثانية بالماء والسدر والثالثة بالماء والكافور وروى جعفر بن محمد قال كان الماء يجتمع في جفون النبي صلى الله عليه وسلم وكان علي رض يشربه وفي شواهد النبوة سئل علي رض عن سبب فهمه وحفظه قال لما غسلت النبي صلى الله عليه وسلم اجتمع ماء في جفونه فرفعته بلساني وازدردته فاري قوة حفظي منه ويقال ان علياً والفضل كانا غسلا رسول الله صلى الله عليه وسلم فنودي علي رض ان ارفع طرفك الى السماء اورده في الشفاء ۱۲

ذكر تكفينه صلى الله عليه وسلم

فلما فرغوا من غسله جففوه ثم صنع به ما يصنع بالميت ثم ادرج في ثلثة اثواب ثوبين ابيضتين وبرد حبرة وبالاكتفاء قال الترمذي فذكروا لعائشة رض قولين في ثوبين وبرد حبرة قالت قد اتي ولكنهم ردوه ولم يكفنوه فيه وعن عباس رض ان النبي صلى الله عليه وسلم كفن في ريطتين وبرد نجراني وعن عائشة رض قالت كفن النبي صلى الله عليه وسلم في ثلثة اثواب بيض سحولية بلدة من اليمن من كرسف ليس فيها قميص ولا عمامة قال دخلت على ابي بكر رض في مرضه ثم نظرت الى ثوب عليه كان يمرض فيه به ردع من زعفران قال اغسلوا ثوبي هذا وزيدوا عليه ثوبين تكفنوني فيهما قلت ما هذا اخلق قال ان الحي احق الجديد من الميت انما هو للمهنته رواه البخاري وفي موطا الامام ابي عبد الله مالك بن انس كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثلثة اثواب جهرة وسحاريين ولابي داؤد في ثلثة اثواب نجرانية وفي الاكليل كفن في سبعة اثواب وجمع فيهما بانه ليس فيها قميص ولا عمامة محسوبا وفي حديث تفرد يزيد بن ابي زياد وهو ضعيف وخلط بكا فورو قيل بمسك كذا في سيرة مغلطائي وفي حديث عروة عن عائشة رض قالت كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثلثة اثواب سحولية بيض اخرجه النسائي من رواية عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عروة واتفق عليه الائمة الستة من طريق هشام بن عروة عن عائشة بزيادة من كرسف ليس فيها قميص ولا عمامة وفي رواية البيهقي في ثلثة اثواب سحولية جدد السحولية بفتح السين وضمها قال النووي والفتح اشهر وهو رواية البيهقي والاكثرين فالفتح منسوب الى المسحول وهو القصار لانه يسحلها اي يغسلها والى سحول وهي قرية باليمين واما الضم فهو جمع سحل وهو الثوب الابيض النقي لا يكون الا من قطن و

فيه شئ وذلك لأنه نسب الى الجمع وقيل انه اسم القرية هنا بالضم الكاف و اسكان الواو وضم السين المهملة والفاء القطن وقال الترمذى روى فى كفن النبى صلى الله عليه وسلم روايات مختلفة وحديث عائشة اصح الاحاديث فى ذلك والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من الصحابة وغيرهم وقال البيهقى فى الخلافيات قال ابو عبيد الله يعنى الحاكم تواترت الاخبار عن على بن ابى طالب وابن عباس وعائشة وابن عمر وجابر ابن عبد الله وعبد الله ابن مغفل رضى الله تعالى عنهم فى تكفين النبى صلى الله عليه وسلم فى ثلثة اثواب ليس فيها قميص ولا عمامة وعن عبد الله ابن محمد بن عقيل عن ابن الحنفية عن على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كفن فى سبعة اثواب روى هذا الحديث احمد فى مسنده وفى ذكر ابن الحزم ان الوهم فيه من ابن عقيل او ممن بعده وقد اختلف فى معنى قوله ليس فيها قميص ولا عمامة فالصحيح ان معناه انه ليس فى الكفن ولا عمامة اصلاً والثانى ان معناه انه كفن فى ثلثة اثواب خارج عن القميص والعمامة قال الشيخ تقى الدين بن دقيق العيد الاول اظهر فى المراد وذكر النووى فى شرح صحيح مسلم ان بالاول قال جمهور العلماء وقال هو الصواب الذى يقتضيه ظاهر الحديث وقال الثانى ضعيف فلم يثبت انه صلى الله عليه وسلم كفن فى قميص وعمامة انتهى قالوا ويترتب على هذا الاختلاف فى تفسير الحديث اختلافهم فى انه هل يستحب ان يكون فى الكفن قميص وعمامة ام لا فاختلفوا فى زيادة القميص والعمامة على الكفافة الثلثة لتصيير خمسة فذكر الحنابلة انه مكروه وقال الشافعية انه جائز غير مستحب وقال المالكية انه يستحب للرجال والنساء وهو فى حق النساء آكد و قالوا والزيادة الى السبعة غير مكروهة وما زاد عليها سرف وقال الحنفية ان الاثواب الثلثة ازار وقميص ولفافة وفى الحديث دلالة على ان القميص الذى غسل فيه نزع عنه عند تكفينه قال النووى فى شرح مسلم وهذا هو الصواب الذى لا يتجه غيره واما الحديث الذى فى سنن ابى

داؤد عن ابن عباس رضی ان النبیؐ کفن فی ثلثۃ اثواب الحلۃ الثوبان وقمیصہ الذی توفی فیہ فحدیث ضعیف لایصح الاحتجاج بہ لان یزید بن زیاد احد وانہ مجمع علی ضعفہ ولاسیما قد خالف بروایتہ الثقات۔

ذکر الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

وروی عن محمد وانہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر امام و فی روایۃ افراداً لا یؤمھم احد یدخل المسلمون زمراً فیصلون علیہ ویخرجون فلما صلی علیہ نادی عمرؓ خلوا الجنازۃ واھلھا وفی روایۃ صلی علیہ علیؓ والعباس و بنو ھاشم ثم دخل المھاجرون ثم الانصار ثم الناس یصلون علیہ افراد لا یؤمھم احد ثم النساء ثم الغلمان قیل انہ اوصی بذلک لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اول من یصلی علی ربی ثم جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ ثم الملائکۃ ثم ادخلوا فوجاً بعد فوج الحدیث وفیہ ضعف بل کانوا یدعون وینصرفون قال ابن الماجشون لما سئل کم صلی علیہ صلوٰۃ قال اثنان وسبعون الف صلوٰۃ فقیل من این لک ھذا قال من الصندوق الذی ترکہ مالک بخطہ عن نافع عن ابن عمر کذا فی سیرۃ مغلطائی و فی حدیث ابن ماجۃ لما فرغوا من جھازہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ دخل الناس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسالاً یصلون علیہ ثم اذا فرغوا دخل النساء حتی اذا فرغن دخل الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد و فی روایۃ ان اول من صلی علیہ الملئکۃ افواجاً ثم اھل بیتہ ثم الناس فوجاً فوجاً ثم نساءہ آخرا و روی انہ لما صلی علیہ اھل بیتہ لم یدر الناس ما یقولون فسئلوا ابن مسعودؓ فامرھم ان یسئلوا علیاً فقال لھم قولوا ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ لبیک اللھم ربنا و سعدیک صلوات اللہ البر الرحیم الملائکۃ المقربین والنبیین و

والصّدّيقين والشهداء والصّالحين وما سبّح لك من شيء يا ربّ العالمين على محمد بن عبد الله خاتم النّبيّين وسيّد المرسلين وامام المتقين ورسول ربّ العالمين الشاهد البشير الداعي اليك باذنك السراج المنير وعليه السلام ذكره الشيخ زين الدين المراغي في كتابه تحقيق النصرة ؛

ذكر دفنه وكيفيته قبره صلّى الله عليه وسلّم

كان في المدينة حفاران احدهما يلحد والآخر لا يلحد ودعا العباس رجلين فقال ليذهب احدكما الى ابي عبيدة بن الجراح وهو كان يلحد لاهل مكة وليذهب الآخر الى ابي طلحة الانصاري وهو كان يلحد لاهل المدينة ثم قال العباس اللّهمّ خر لرسولك فذهبا فلم يجد صاحب ابي عبيدة ابا عبيدة ووجد صاحب ابي طلحة فلحد لرسول الله صلى الله عليه وسلّم وروى انّ اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في موضع دفنه بمكة او بالمدينة في البقيع او القدس معًا قال ابوبكر سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول لم يقبر نبي الاحيث يموت وفي رواية ما قبض الله نبيًا الا في الموضع الذي يحب ان يدفن فيه فاخذوا فراشه واحفروا له تحت فراشه ونزل في قبره عليّ بن ابي طالب والعباس والفضل والقثم ابناء العباس وكان قثم آخر الناس عهدا برسول الله صلى الله عليه وسلم لانه آخر من صعد من قبره . وامّا قصة المغيرة وطرح خاتمه في القبر ونزوله فيه لاخراجه فغير صحيح والله تعالى اعلم . وشقران مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل ان اوس ابن خولى قد قال لعلي بن ابي طالب يا علي انشدك بالله حظنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له انزل فنزل مع القوم وكانوا خمسة وفي رواية عن علي رضي نزل في حفرة النبي صلى الله عليه وسلم هو والعباس وعقيل بن ابي طالب واسامة ابن زيد وابن خولى وهم الذين تولوا كفنه والاول اصح وقد كان شقران حين وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حفرته اخذ خليفة نجرانية حمراء اصابها

يوم خيبر وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبسها ويفرشها فطرحها تحته فدفنها معه في قبره فقال والله لا يلبسها احد بعدك وبني في قبره اللبن يقال تسع لبنات قيل فلما فرغوا عن وضع اللبنات اخرجوا القطيفة قال ابوبكر وابو عمر و الحاكم قال النووي وقد نص الشافعي وجميع اصحابه وغيرهم من العلماء على كراهة وضع قطيفة او نحو ذلك تحت الميت في القبر و قد شذ البغوي من اصحابنا فقال لا بأس بذلك لهذا الحديث والصواب كراهة ذلك كما قال الجمهور واجابوا عن هذا الحديث بان شقران انفرد بفعل ذلك ولم يوافقه احد من الصحابة وانما فعله شقران لما ذكرنا عنه من كراهية ان يلبسها بعد النبي صلى الله عليه وسلم انتهى وقد صح انها اخرجت يعني القطيفة من القبر لما فرغوا من وضع اللبنات التسع كذا في سيرة مغلطائي ثم هالوا التراب على لحده وجعل قبره مسطوحا وفي المشكوة عن جابر وكان الذي رش الماء على قبره صلى الله عليه وسلم بلال بن رباح بقربة بدأ من قبل رأسه حتى انتهى على رجليه رواه البيهقي في دلائل النبوة وعن سفيان بن تمار انه رآه مسنما وفي صحيح البخاري من حديث ابي بكر بن عياش انه رأى قبر النبي صلى الله عليه وسلم مسنما اي مرتفعا زاد ابو نعيم وهو قول ابي حنيفة ومالك واحمد والمزني وكثير من الشافعية وبعض قدماء الشافعية استحبوا التسطيح ويحتمل ان يكون في الاول مسطوحا وقد روى ابوداود والحاكم انه كشفت عائشة للقاسم بن محمد عن قبره صلى الله عليه وسلم وعن قبر صاحبيه ثلثة قبور لا مشرفة ولا لاطئة مطبوحة ببطحاء العرصة الحمراء وفي رواية حمراء وبيضاء ورفع قبره من الارض قدر شبر وهذا كان في خلافة معاوية فكانها كانت في الاول مسطحة ثم لما بني جدار القبر في امارة عمر بن عبدالعزيز على المدينة من قبل الوليد بن عبد الملك صيّروها مرتفعة ثم الخلاف في ان ايهما افضل والاصل الجواز ويرجح التسطيح بما رواه مسلم من حديث فضالة بن ابي عبيد انه مر بقبر فسوّي ثم قال سمعت رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم يأمر بتسويتها ورسول الله صلى الله عليه وسلم مقدم وابو بكر عند رأسه بين كتفي النبي صلى الله عليه وسلم وعمر عند رجليه هكذا

قبر النبي م	قبر ابي بكر الصديق	قبر عمر الفاروق

كذا نقله السمهودي في خلاصة الوفاء وذكر رزين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مقدم وابو بكر خلف رأسه عند منكبيه صلى الله عليه وسلم وطالت رجلاه اسفل وعمر خلف ابي بكر رض هكذا

قبر النبي م	قبر عمر
قبر ابي بكر	قبر ابي بكر
قبر عمر	قبر النبي م

واما صفة القبور الشريفة بالحجرة المنيفة فقد اختلف فيها على سبع كيفيات ذكرناها في الاصل باولتها والذي عليه الاكثر ان النبي صلى الله عليه وسلم اماما الى القبلة مقدماً اى لجدار قبلة كما سيأتي ثم قبر ابي بكر عند حذاء منكبي رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قبر عمر عند منكبي ابي بكر وهذه صفته نقل من خلاصة الوفاء بعينها۔

وفي حديث عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور انبياءهم مساجد لولا ذلك ابرز قبره غير انه خشي او خشي ان يتخذ مسجدا على شك الراوي على صيغة المجهول او المعلوم فعلى الاول الضمير للشان و مقتضاه انهم فعلوا ذالك باجتهادهم والثاني يقتضي ان النبي صلى الله عليه وسلم هو الذي امرهم بذلك ومعنى ابرز قبره كشف قبره صلى الله عليه وسلم ولم يتخذ الحائل والمراد الدفن خارج بيته وهذا قالته عائشة قبل ان يوضع المسجد ولهذا لما وضع المسجد جعلت حجرتها مثلثة

الشکل محدودة حتی لا یتاتی لاحدان یصلی جهة القبر الکریم مع استقبال القبلة ونقل اهل السیر عن سعید بن المسیب قال بقی فی البیت موضع قبر فی السهوة الشریفة یدفن فیه عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام

ذکر وقت دفنه صلی الله علیه وسلم

اختلف فی وقته روی عن عائشة قالت ما علمنا بدفن رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی سمعنا صوت المساحی لیلة الثلثاء فی السحر و فی الموطا بلغ مالکا انه صلی الله علیه وسلم توفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلثاء والترمذی فی لیلتها فی مکانه الذی توفی فیه - وروی عن محمد ابن اسحٰق انه قال قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین فمکث ذلك الیوم ولیلة الثلثاء ودفن فی اللیل ای لیلة الاربعاء و قیل یوم الثلثاء وحین زاغت الشمس وفی کفایة الشعبی صلوا علیه صلی الله علیه وسلم یوم الاربعاء ثم دفن فان قلت لم اخر دفنه صلی الله علیه وسلم وقد قال لاهل بیت اخروا دفن میتهم وعجلوا دفن میتکم ولا تؤخروه فالجواب لما ذکر من عدم اتفاقهم علی موته اولاختلافهم فی موضع الدفن اولانهم اشتغلوا فی الخلاف الذی وقع بین المهاجرین والانصار حتی استقر امر الخلافة التی هی اهم مهمات الدین فبایعوا ابا بکر ثم بایعوه بعد بیعة اخری فی ملأ منهم ثم رجعوا بعد ذلك الی النبی صلی الله علیه وسلم وفی روایة الترمذی عنه قال لما کان الیوم الذی دخل فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة اضاء منها کل شیء فلما کان الیوم مات فیه اظلم منها کل شیء وما نفضنا ایدینا من التراب وانا لفی دفنه حتی انکرنا قلوبنا ؛

ذکر الندبة علیه ومرثیته صلی الله علیه وسلم

ولما دفن صلی الله علیه وسلم جاءت فاطمة فقالت کیف طابت انفسکم

ان تحثوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم التراب رواه البخاری و فی
روایة اخری لما فرغوا من دفنه صلی الله علیه وسلم خرجت فاطمة قالت
یا ابا الحسن دفنتم رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم قالت کیف
طابت قلوبکم ان تحثوا التراب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم الیس
ذلك نبی الرحمة قال نعم ولکن لا مرد لامر الله تعالی فقعدت تندب
علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقول یا ابتاه وا رسول الله ونبی الرحمة
الآن لا یأتی الوحی الآن ینقطع عنا جبرئیل اللهم الحق روحی بروحه و
اشفعنی بالنظر فی وجهه ولا تحرمنی اجره وشفاعته یوم القیامة وفی
روایة اخذت تربة من تراب رسول الله صلی الله علیه وسلم وشمت
ثم انشدت، شعر:-

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا

وفی الاکتفاء مما ینسب الی علی او فاطمة شعر:-

ماذا علی من شم البیتین

وعن انس قال لما ثقل النبی صلی الله علیه وسلم
جعل یتغشاه الکرب فقالت فاطمة واکرب ابتاه قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لیس علی ابیك کرب بعد الیوم فلما مات قالت یا ابتاه
اجاب ربا دعاه یا ابتاه جنة الفردوس مأواه یا ابتاه الی جبرئیل
انعاه فلما دفن قالت یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول
الله صلی الله علیه وسلم التراب انفرد باخراجه البخاری وزاد الطبرانی
یا ابتاه من ربه ما ادناه وقد عاشت فاطمة بعده صلی الله علیه وسلم
ستة اشهر فما ضحکت تلك المدة ویحق لها مثل ذلك و روی عن
انس قال مررت علی باب عائشة وکانت تندب النبی صلی الله علیه
وسلم یا من لم یشبع من خبز الشعیر یا من اختار الحصیر علی السریر
یا من لم ینم اللیل کله من خوف السعیر وعن عائشة ان ابا بکر دخل

على النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فوضع فاه بين عينيه ووضع يده على صدغيه فقال وانبياه واخليلاه واصفياه وفي رواية قالت لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ابوبكر فدخل عليه ورفع الحجاب وكشف الثوب من وجهه فاسترجع فقال مات والله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تحول من قبل راسه فقال ونبياه ثم حدر فمه وقبل جبهته ثم رفع راسه فقال واخليلاه ثم حدر فمه وقبل جبهته فقال واصفياه ثم حدر ثم قبل جبهته ثم سجاه بالثوب ثم خرج وذكر ابوالعباس القصاب في شرحه لبردة لبوصيري انه لما تحقق عمر ابن الخطاب موته صلى الله عليه وسلم بقول ابي بكر الصديق ورجع الى قوله قال وهو يبكي بابي انت و امي يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد كان لك جذع تخطب الناس عليه فلما كثروا اتخذت منبرا لتسمعهم فحن الجذع بفراقك حتى جعلت يدك عليه فسكن فامتك اولى بالحنين عليك حين فارقتهم بابي انت وامي يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان جعل طاعتك طاعته فقال من يطع الرسول فقد اطاع الله بابي انت وامي يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد بلغ من فضيلتك عنده ان بعثك آخر الانبياء وذكرك في اولهم فقال الله تعالى لقد اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح بابي انت وامي يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد بلغ من فضيلتك عنده ان اهل النار يودون ان يكونو مطيعك وهم بين اطباقها يعذبون يقولون يا ليتنا اطعنا الله واطعنا الرسول وقال ابو الجوزاء كان الرجل من اهل المدينة اذا اصابته مصيبة جاء اخوه يصافحه ويقول يا عبد الله اتق الله فان في رسول الله اسوة حسنة قال قائلهم:- شعر:-

اصبر لكل مصيبة وتجلد !

واعلم بان المرء لم يخلد ... غير مخلد

واصبر كما صبر الكرام فانها ... نوب تنوب اليوم تكشف في غد

وَاذا اتتك مصيبة تُشجى بها — فاصبر مصابك بالنبي محمّد ﷺ

وقال آخر شعر:—

تذكرت لما فرق الدّهر بيننا — فعزيت نفسي بالنبيّ محمّد ﷺ
وقلت لها ان المنايا سبيلنا — فمن لم يمت في يومه مات في غد

وروى ان بلالاً لما كان يؤذن بعد وفاته صلى الله عليه وسلم فاذا قال اشهد ان محمّداً رسول الله صلے الله عليه وسلم ارتج المسجد بالبكاء والنحيب فلمّا دفن ترك بلال الاذان شعر:—

لو ذاق طعم الفراق رضوى — لكان من وجده يميد
قد حملوني عذاب شوق — يعجز عن حمله الحديد

ورثته صلى الله عليه وسلم عمته صفية بمراثي كثيرة فيها قولها شعر:—

الا يا رسول الله كنت رجاءنا — وكنت بنا برّا ولم تك جافيا
وكنت رحيما هاديا ومعلّما — ليبك عليك اليوم من كان باكيا
لعمرك ما ابكي النبي لفقده — ولكن لما اخشى من الهجر آتيا
كان على قلبي لذكر محمّد — وما خفت من بعد النبي المكاويا
افاطم صلى الله رب محمّد — على جدث امسى بيثرب ثاويا
فدى لرسول الله امي وخالتي — وعمي وخالي ثمّ نفسي وماليا
فلو ان ربّ الناس ابقى محمّداً — سعدنا ولكن امره كان ماضيا
عليك من الله السلام تحيّة — وادخلت جنات من العدن راضيا

ورثاه ابو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب ابن عمه صلى الله عليه وسلم شعر:—

ارقت فبتّ همّي لايزول — وليل اخي المصيبة فيه طول
واسعد في البكاء وذاك فيما — اصيب المسلمون به قليل
لقد عظمت مصيبتنا وجلت — عشيته قيل قد قبض الرسول
واصحت ارضنا مما عراها — تكاد بنا جوانبها تميل

نفقدنا الوحي والتنزيل فينا یروح به ويغدو جبرئيل
وذاك احق ما سالت عليه نفوس الناس اوكانت تسيل
نبيّ كان يجلوا لشك عنا بما يوحىٰ اليه وما يقول
ويهدينا فلا نخشى ضلالا علينا والرّسول لنا دليل
افاطم ان جزعت فذاك عذر وان لم تجزعي ذاك السبيل
فقبر ابيك سيّد كل قبر وفيه سيد الناس الرّسول

وَرثا الصّديق يقول شعر:-

لما رأيت نبيّنا مستنجدًا ضاقت عليّ بعرضهنّ الدور
فارتاع قلبي عند ذاك بهلكة والعظم منّي ما حييت كسير
عتيق ويحك ان حبّك قد توى فالصبر عنك لما بقيت يسير
ياليتني من قبل مهلك صاحبي ايضًا غُيّبت في جدث علىّ صخور
فلتحدثن بدائع من بعده يعيى بهن جوانح و صدور

وَرثا صلّى الله عليه وسلم الصّديق رضـ ايضًا بقوله :- شعر:-

ودعنا الوحي اذ وليت عنا فودّعنا من الله الكلام
سوى ما قد تركت لنا رهينا تضمنه القراطيس الكرام

وَقال الحسّان شعر:-

كنت السواد لنا ظرى فعمىٰ عليك الناظرُ
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت اُحاذرُ

ذكر ميراثهٔ وتركتهٔ وحكمهٔ فيها صلّى الله عليهٔ وسلّمْ

مَا ترك صلّى الله عليه وسلّم عند موته درهمًا ولا دينارا ولا عبدًا ولا شيئًا الاّ بغلته البيضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة وَفي خلاصة السير ترك رسول الله صلّى الله عليه وسلم يومًا مات ثوبي حيرة وازارًا يمانيا

وثوبين صحاريين وقميصًا صحاريا وقميصًا سحوليًا وجبّة يمنية و
خميصًا وكساء ابيض وقلانس صغارًا لاطية ثلثًا او اربعًا وازارا طوله
خمسة اشبار وملحفة مورسة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحن
معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة وقال صلى الله عليه وسلم
لا تقسم ورثتي دينارًا ولا درهمًا ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤنة
عيالي فهو صدقة ٥

وعن ابي هريرة رض قال جاءت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه
وسلم الى ابي بكر رض فقالت من يورثك قال ولدي واهلي فقالت ما لي
لا ارث ابي فقال ابو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
كل مال نبي صدقة الا ما اطعمه انا لا نورث ولكني اعول على من كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يعول وانفق على من كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم ينفق عليه وعن عائشة سألت ابا بكر رض بعد وفات رسول الله صلى
الله عليه وسلم ميراثه من تركة رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر
وفدك وصدقة بالمدينة فقال ابا بكر رض ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال لا نورث ما تركناه صدقة فابى ابو بكر رض ان يدفع الى فاطمة
شيئًا فوجدت فاطمة على ابي بكر وصلى عليها علي وكان لعلي من الناس جهة
حيوة فاطمة فلما توفيت استنكر علي رض وجوه الناس فالتمس مصالحة
ابي بكر ومبايعته ولم يكن بايع تلك الاشهر فبايعه بعدها كذا في الصحيحين
وروى البيهقي عن الشعبي ان ابا بكر رض عاد فاطمة في مرضها فقال علي رض
هذا ابو بكر رض يستأذن عليك قالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت
له فدخل عليها فارضاها حتى رضيت كذا في الوفاء وفي رياض النضرة
للمحب الطبري دخل ابو بكر على فاطمة فاعتذر اليها وكلمها فرضيت
عنه وعن الاوزاعي قال بلغني ان فاطمة غضبت على ابي بكر فخرج ابو بكر رض
حتى قام على بابها في يوم حار ثم قال لا ابرح مكاني حتى ترضى عني بنت

عه بخاری میں ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر رض نے نماز پڑھائی۔ از مترجم ۱۳-۱۲-۱۲ء

رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخل عليهما علي رض فاقسم عليهما لترضى فرضيت عنه واخرج ابن السمان في الموافقة وقد اختصم علي والعباس في ميراث النبي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عهد عمر فقال عمر لطلحة والزبير وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد رضي الله عنهم انشدتكم الله اسمعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مال نبي صدقة الا ما اطعمه انا لا نورث قالوا اللهم نعم۔

ذكر زيارة قبره الشريف على ساكنه التحية والسلام

زيارة النبي القرشي الهاشمي المكي المدني ابي القاسم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم خاتم الانبياء والمرسلين صلوات الله وسلامه عليه وعليهم اجمعين مستحبة مندوبة من اوكد المستحبات وافضل القربات قريبة من الواجب في حق من كان له وقدرة لقوله صلى الله عليه وسلم من وجد سعة ولم يغد على فقد جفاني وفي رواية ما من احد من امتي له سعة ولم يزرني ليس له عذر عند الله وعنه صلى الله عليه وسلم من جاء في زائرًا لا يعمه الا زيارتي كان حقا على ان اكون له شفيعًا يوم القيامة رواه الحافظ ابو علي بن السكن وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبري وجبت له شفاعتي صححه ابن عبد الحق رح وعنه صلى الله عليه وسلم من زارني بعد مماتي فكانما زارني في حياتي وفي الباب احاديث كثيرة وفيما نقلنا كفاية فاذا خرج الزائر توجه الى المدينة الطيبة يكثر من الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم في الطريق لانه لا عبادة افضل منها بعد الفرائض لسيما في هذا الطريق فاذا وقع بصره على شجرة المدينة وحرمها فليزد في الصلوٰة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم وليسئل الله تعالى ان ينفعه بزيارته و

يسعده فی الدنیا والآخرة ويقول اللهم ان هذا حرم رسولك فاجعله لی وقاية من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب ويستحب ان يغتسل لدخول المدينة الطهرة ويلبس انظف ثيابه وانظفها ويتطيب ويتصدق بما تيسر ثم يدخلها قائلاً بسم الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطاناً نصيراً فاذا وصل باب المسجد فليقدم رجله اليمنى فی دخوله قائلاً اللهم اغفر ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك وفضلك وليقصد الروضة الشريفة المقدسة وهی ما بين منبره وقبره من المسجد التی هی روضة من رياض الجنة فيصلی تحية المسجد فی مصلی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تيسر والا فی غيره من الروضة او من المسجد ثم يسجد سجدة شكر الله على الوصول الى تلك البقعة الشريفة وفی السجدة خارج الصلوٰة والتلاوة كلام بين العلماء ويسأل اتمام النعمة عليه بقبول زيارته ثم يأتی القبر ويقف عند رأسه مستقبلاً ويكون وقوفه مستدبراً للقبلة ولا يضع يده على جدار الحظيرة ولا يقبلها فان ذلك وامثاله من صنع الجاهلين وليس من سيرة السلف الصالحين بل يدنوا على قدر ثلث اذرع واربعة ثم يصلی على النبی صلى الله عليه وسلم وعلى الصديق والفاروق رضی الله تعالى عنهما ويقول بحضور قلب وغض صوت وسكون جوارح السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين السلام عليك يا قائد الغر المحجلين السلام عليك يا من ارسله الله رحمة للعالمين السلام عليك وعلى اهل بيتك وازواجك واصحابك اجمعين السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك عبده ورسوله وامينه وخيرته من خلقه واشهد انك بلغت الرسالة وأديت الامانة ونصحت الامة وجاهدت فی سبيل الله حق جهاده وعبدت ربك حتى اتاك اليقين فجزاك الله عنا يا رسول الله افضل ما جزى نبياً عن امته اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على سيدنا محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم انك قلت وقولك الحق ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما اللهم قد سمعنا قولك واطعنا امرك وقصدنا نبيك مستشفعين به اليك من ذنوبنا اللهم فتب علينا واسعدنا بزيارته وادخلنا فى شفاعته وقد جئناك يا رسول الله ظالمين انفسنا مستغفرين لذنوبنا وقد سماك الله تعالى بالرؤف الرحيم فاشفع لمن جاءك ظالما لنفسه معترفا بذنبه تائبا الى ربه وقد انشد هذه الابيات بعضهم وذكروها فى رسائل المناسك ؎

يا خير من دفنت فى القاع اعظمه — فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسى الفداء لقبر انت ساكنه — فيه العفاف وفيه الجود والكرم

انت الشفيع الذى ترجى شفاعته
عند الصراط اذا ما زلت القدم

ويدعو لنفسه ولوالديه ولمن احب بما احب فالدعاء فى حضرته مستجاب وقد ذكرنا آداب الخروج الى المدينة وسلوك طريقها وآداب دخولها وزيارته صلى الله عليه وسلم وآداب الاقامة بهذه البلدة الطيبة المطيبة بالتفصيل والتكميل فى تاريخ المدينة المسمى بجذب القلوب الى ديار المحبوب فليطلب ثمة :

ولنختم الرسالة بذكر رؤيته صلى الله عليه وسلم فى المنام

وما فيها من الكلام والله الموفق وبيده ازمة المرام ذكر فى مواهب اللدنية ان من خصائص النبى صلى الله عليه وسلم ان من رآه فى المنام فقد

راه حقاً فان الشیطان لا یتمثل به وفی روایة قتادة عند مسلم من رأنی فی المنام فقد رای الحق وله ایضاً من حدیث جابر من رآنی فی المنام فقد رآنی انه لا ینبغی الشیطان ان یتشبه بی وفی حدیث ابی سعید عند البخاری فان الشیطان لا یتکوننی ای لا یتکون کونی فحذف المضاف واوصل المضاف الیه بالفعل وفی حدیث ابی قتادة عند البخاری لا یترآای بی ومعناه لا یستطیع ان یتمثل بی یعنی ان الله تعالیٰ وان مکنه فی التصور فی ای صورة اراد فانه لا یمکنه من التصور فی صورة النبی صلی الله علیه وسلم فذهب جماعة الیٰ ان فحل ذلک اذا راه الرائی علیٰ صورة الکریمة التی کان علیها حتیٰ انه ضیق الامر بعضهم وقال لا بد ان یراه علیٰ صورة التی قبض علیها حتی یعتبر عدد الشعرات البیض التی لم تبلغ عشرین وعن حماد بن زید انه لما کان محمد یعنی ابن سیرین اذا قص علیه رجل انه رای النبی صلی الله علیه وسلم قال صف لی الذی رأیته فان وصف له صفت لا یعرفها قال قلت لابن عباس رأیت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام قال له تره وسنده صحیح وقد اخرج الحاکم من طریق عاصم بن کلیب حدثنی ابی قال قلت لابن عباس رأیت النبی صلی الله علیه وسلم قال صفه لی قال فذکرت الحسن بن علی رض فشبهته به قال قد رأیته و سنده جیّد لکن یعارضه ما اخرجه ابن عاصم من وجه آخر عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی فانی اریٰ فی کل صورة وفی سنده ابن التومة وهو ضعیف لاختلاطه وهو من روایة من سمع منه بعد الاختلاط والله تعالیٰ اعلم قال القاضی ابوبکر بن العربی رؤیته صلی الله علیه وسلم بصفاته المعلومة ادراک علی الحقیقة ورویته علی غیر صفته ادراک للمثال فان الصواب ان الانبیاء لا تغیرهم الارض فیکون ادراک ذاته الکریمة حقیقة الصواب ادراک الصفات ادراک للمثال وقال القاضی عیاض لا یحتمل ان یکون المراد بقوله فقد رآنی اوفقد رای الحق ان من رآه علیٰ صورته المعروفة فی حیاته کانت رؤیاه حقاً ومن راٰه

على غير صورته كانت رؤياه تاويلا انتهى وتعقبه شيخ الاسلام بن حجر العسقلانى فقال لم يظهر لى من كلام القاضى ماينا فى ذلك بل ظاهر قوله انه يراه حقيقة فى الحالين فى الاول يكون الرؤيا مما لايحتاج الى تعبير والثانى مما يحتاج الى التعبير ويلزم من قول ان لايكون رؤيته الا على صورته المعهودة ان من رآه على غير صفته يكون رؤياه من اضغاث احلام ومن المعلوم انه يرى فى النوم على حالة بخلاف حالة فى الدنيا من الاحوال اللاحقة ولم يكن للشيطان من التمثل بشىء مما كان عليه او ينسب اليه عن ذلك فانه ابلغ فى الحرمة واليق بالعصمة كما عصم من الشيطان فى يقظته فالصحيح فى تاويل هذا الحديث ان مقصوده ان رؤيته فى كل حالة ليست باطلة ولا اضغاثا بل هى احق فى نفسها ولو راى على غير صورته فصورة تلك الصورة ليست من الشيطان فى يقظته فالصحيح فى تاويل هذا الحديث ان مقصوده ان رؤيته فى كل حالة ليست باطلة ولا اضغاثا بل هى احق فى احق فى نفسها ولو راى على غير صورته فصورة تلك الصورة ليست من الشيطان بل هو من قبل الله وهذا قول القاضى ابى بكر بن الطيب وغيره ويؤيده قوله فقد راى الحق اشار اليه القرطبى وقال شيخ مشائخنا فى الحديث الحافظ ابن الحجر الهيتمى والصواب كما قدمناه فى رؤيته عليه السلام التعميم على اى حال رآه الرائى بشرط ان يكون على صورته بحقيقة فى وقت ما سواء كان فى شبابه اورجوليته اوكهوليته اوآخر عمره وقد يكون لما خالفه ذلك تعبير يتعلق بالرائى كما قال بعض علماء التعبير ان من رآه شابا فهو غاية حرب وقال ابو سعيد احمد بن محمود بن نصر من راى نبيا على حاله وهيئته فذلك دليل على صلاح الرائى وكمال جاهه وظفره على من عاداه ومن رآه متغير الحال عابسا مثلا فذلك دليل على سوء حال الرائى وقال العارف ابن ابى حمزة من رآه فى صورة حسنة فذلك حسن فى دين الرائى وان كان فى جارحة من جارحه شىء او نقص

فذلك الخلل فى الرائى من جهة الدين وقال وهذا هو الحق وقد جرب ذلك فوجد على هذا الاسلوب وبه تحصل الفائدة الكبرىٰ فى رؤياه حتى يتبين للرائى هل عنده من خلل اولا انه عليه الصلوٰة والسلام نورا فى مثل المرأة الصيقلة ما كان فى الناظر اليها من حسن اوغيره تصور فيها وفى ذاتها على احسن حال لانقص فيها وكذلك يقال فى كلامه عليه الصلوٰة والسلام فى النوم انه يعرض على السنة فما وافقها فهو حق وما خالفها فالخلل فى الرائى فرؤيا الذات الكريمة حقة والخلل انما هو فى سمع الرائى وبصره قال وهذا اخير ما سمعته فى ذلك انتهى قال العبد الضعيف اصلح الله حاله سمعت سيدى الشيخ العارف بالله عبد الوهاب بن ولى الله المتقى يقول سمعت سيدى الشيخ العارف بالله على بن حسام الدين المتقى يقول جاء من ديار مصر استفتاء صورته ماتقول سادات العلماء والعرفاء فى رجل رأى فى منامه رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ويقول له اشرب الخمر بما ذا يعبر ذلك فكتب كل من بلغ شيئا اوأتى ما اسخ من التاويلات و الاشارات حتى اذا اتى الشيخ العارف بالله المتبع المقتدى محمد بن عراق وكان شيخا قويا متبعا فى كمال الاتباع للسنة كتب فى جوابه ان الرائى قد غلط حسه فانه صلى الله عليه وسلم قال له تشرب الخمر فغلطت حاسته فوقع له انه يقول اشرب الخمر والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم قد ورد فى حديث احمد من رواية مسلم من رانى فى المنام فسيرانى فى اليقظة اوفكانما رانى فى اليقظة لايتمثل الشيطان بى ووقع عند الاسمٰعيلى فقد رانى فى اليقظة بدل قوله سيرانى ومثله عند ابن ماجة وصححه الترمذى من حديث ابن مسعود واختلفوا فى تفسير قوله فسيرانى فى اليقظة فقال ابن بطال يريد بقوله فسيرانى فى اليقظة تصديق تلك الرؤيا فى اليقظة وصحتها وخروجها على الحق وليس المراد انه يراه فى الأخرة لانه سيراه يوم القيامة فى اليقظة جميع امته من رأه فى المنام ومن لم يره وقال المازرى ان كان المحفوظ فكانما رانى فى اليقظة فمعناه ظاهر وان كان المحفوظ

فسیرانی فی الیقظة احتمل ان یکون ارادا هل عصرہ من لم یهاجر الیه فانه اذا راٰه فی المنام جعل ذلک علامة علیٰ ان یراه بعد ذلک فی الیقظة واوحی الله تعالیٰ بذلک الیه صلی الله علیه وسلّم وقیل معناه سیریٰ تاویل الرؤیا فی الیقظة وصحتها واجاب القاضی عیاض باحتمال ان یکون رؤیاه له فی النوم علی الصفة التی عرف بها ووصف المقریب منه والشفاعة بعلو الدرجة ونحو ذلک من المخصوصیات قال ولا یبعد ان یعاقب الله بعد المذنبین فی القیامة بمنع رؤیة نبیه صلی الله علیه وسلّم مدة وحمله ابن ابی جمرة علیٰ محمل اٰخر فذکر عن ابن عباسؓ او غیره انه راٰی النبیّ صلی الله علیه وسلم فی النوم فبقی بعد ان استیقظ متفکراً فی هذا الحدیث فدخل علیٰ بعض امهات المؤمنین لعلها خالته میمونة فاخرجت له المراٰة التی کانت للنبیّ صلی الله علیه وسلم فنظر فیها صورة النبی صلی الله علیه وسلّم ولم یر صورة نفسه فالحاصل من الاجوبة خمسة وجوه احدها انه علیٰ سبیل التشبیه والتمثیل ویدل علیه قوله علیه السلام فکانما راٰنی فی الیقظة وثانیها ان معناه سیرانی فی الیقظة تاویلها بطریق الحقیقة وثالثها انه خاص باهل عصره ممن اٰمن به قبل ان یراه فی المراٰة التی کانت له ان امکنه ذلک قال الشیخ الحافظ ابن حجر وهذا من ابعد المحامل وخامسها انه یراه یوم القیامة بمزید خصوصیة والله اعلم بالصواب والیه المرجع والماٰب ؛

تذییل

فی ذکر نبذة من شهر الربیع الاٰخر ومما یناسب ان یجعل تلواً وتذییلاً لاحوال هذا الشهر المکرم المفضل اعنی شهر الربیع الاوّل ذکر شهر الربیع الاٰخر خصّنا الله فیه بالفیض الباطن والظاهر ومافیه من تهنیة وفات سیدنا ومولانا القطب الفرد الغوث شیخ الاسلام والمسلمین غوث الثقلین الشیخ محی الدّین ابی محمد عبد القادر الحسنی والحسینی الجیلانی الحنبلی رضی الله ارضاه عنا وذکره نبذة من الاختلافات فی یوم وصول الی الجناب الکریم المتعال

والاشارة لما هو الارجح فيه من الاقوال فنقول قد ذكر فى بهجة الاسرار الكتاب المشهور فى بيان احوال هذا الشيخ الكريم المختار برواية الثقاة من المشائخ الكبار وبين مصنف هذا الكتاب وبين الشيخ واسطتان فحسب انه مرض فى رمضان ايامًا عنده من المشائخ الشيخ على بن الهيتى والشيخ ابو احمد النجيب عبد القاهر السهروردى والشيخ ابو الحسن الجوسقى وغيرهم من المشائخ فجاءه شخص مهيب السمت عليه وقار فقال السلام عليك يا ولى الله انا شهر رمضان جئتك اعتذر اليك مما قدر عليك فى وادعك فهذا آخر اجتماعى اليك ثم انصرف فمات الشيخ ليلة السبت تاسع من الربيع الاخر من السنة الثانية ولم يدرك رمضان آخر انتهى ولقد ذكروا فى مناقبه انه كان تاتى اليه الشهور قبل ان تحل فان كان فى قدر الله تعالىٰ ان يكون فيه نقمة وسوء جاء فى صورة منكرة وان كان فى قدر الله تعالىٰ ان يكون نعمة وخير جاءه فى صورة جميلة فقد ذكر فى بهجة الاسرار وفى خلاصة المفاخر فى مناقب الشيخ عبد القادر تاليف الشيخ العالم العارف الامام عبد الله اليافعى تكملة كتابه روض الرياحين انه اخبر المشائخ وفيهم ابنه سيد السادات سيف الدين عبد الوهاب قالوا كنا جلوسًا عند شيخنا الشيخ محى الدين عبد القادر الجيلى آخر نهار الجمعة سلخ جمادى الاخر من ستة ستين وخمس مائة وهو يتكلم فجاء شاب حسن الصورة وجلس الى الشيخ وقال السلام عليك يا ولى الله انا شهر رجب جئتك اهنيك وما قدر ان يكون فى سوء عام على الناس قال فلم ير الناس فى شهر رجب ذلك الا خيرًا فلما كان يوم الاحد سلخه جاء رجل كريه المنظر ونحن ايضًا عنده فقال له السلام عليك يا ولى الله انا شهر شعبان جئتك وقد قدر فى ان يكون فناء ببغداد وغلاء بالحجاز وسيف بخراسان وكان كما قال قلت فبهذه الرواية يكون عرسه تاسع الربيع الاخر وهذا هو الذى ادركنا عليه سيدنا الشيخ العالم العارف الكامل الشيخ عبد الوهاب القادرى المتقى المكى فانه قدس

سنة كان يحافظ يوم عرسه رض هذا التاريخ اما اعتماداً على هذه الرواية
او على ما رأى من شيخه الشيخ الكبير على المتقي او من غيره من المشائخ
رحمهم الله تعالى وقد اشتهر في ديارنا هذا اليوم الحادي عشر وهو المتعارف
عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده لكن اذكر شيخنا وسيدنا السيد
البهي المرضي الوصي ابو المحاسن سيدي الشيخ موسى الحسني الجيلاني
بن الشيخ الكامل العارف المعظم المكرم ابي الفتح الشيخ حامد
الحسني الجيلاني نقلا من الاولاد القادرية تصنيف المخدوم الاعظم
الاكرم الامجد الافخم ولي الله بالاتفاق الذي يقال له المخدوم الثاني
والشيخ عبد القادر الثاني قدس الله روحه مما نقل فيها عن ابائه
الكرام رحمة الله تعالى عليهم اجمعين ثم ذكر الشيخ الامام عبد الله اليافعي رح
في كتابه خلاصة المفاخر وفي تاريخه المشهور المسمى بمرآة الجنان ان
وفاته في شهر الربيع الآخر من سنة ستين او احدى وستين وخمس مائة
ولم يعين اليوم وذلك اما لعدم علمه بذلك او لاختلاف وقع هنالك
وقد يقال ان وفاته في اليوم السابع عشر ولا اصل له والله تعالى اعلم فان
قلت هل لهذا العرف الذي شاع في ديارنا في حفظ اعراس المشائخ في
ايام وفاتهم اصل فان كان عندك علم بذلك فاذكره قلت قد سألت
عن ذلك شيخنا الامام عبد الوهاب المتقي المكي فاجاب بان ذلك
من المشائخ وعاداتهم ولهم في ذلك نيات قلت كيف تعين ذلك
اليوم دون سائر الايام فقال الضيافة مسنونة على الاطلاق فاقطعوا
النظر عن تعيين اليوم وله النظائر كمصافحة بعض المشائخ بعد الصلوات
وكالاكتحال يوم عاشوراء فانه سنة على الاطلاق وبدعة من جهة
الخصوصية ثم قال وقد ذكر بعض المتاخرين من مشائخ المغرب ان
اليوم الذي وصلوا فيه الى جناب العزة وحظائر القدس يرجى فيه من
الخير والكرامة والبركة والنورانية اكثر واوفر من سائر الايام
ثم اطرق مليّاً ثم رفع رأسه فقال لم يكن في زمن السلف شيء من

ذلك وانما هو من مستحسنات المتأخرين والله تعالى اعلم ۞

شهر رجب

في القاموس رجب فلاناً هابه وعظمه رجباً ورجوباً ورجّبه وارجبه ومنه رجب لتعظيمهم اياه والجمع ارجاب ورجوب ورجبات محركة والترجيب ذبح النسائك فيه انتهى وفي النهاية للجزري والترجيب التعظيم من رجب فلان مولاه عظمه ومنه شهر رجب لانه كان يعظم ومنه رجب مضر الذي بين جمادى وشعبان اضافوا الى مضر لانهم عظموه و قوله بين جمادى وشعبان تاكيد لانهم كانوا ينسئون ويؤخرون من شهر الى شهر فيتحول عن موضعه والعتيرة الرجبية ذبيحة يذبحونها في رجب انتهى ويقال له اصم في القاموس الاصم رجب لانه لا ينادى فيه يافلان ويا صاحباه وفي النهاية وشهر الله الاصم رجب اذ لا يسمع فيه صوت السلاح لكونه شهراً حراماً ووصف بوصف الانسان الذي لا يسمع مجازاً قال العبد المؤلف عفا الله عنه واما المشهور بين بعض الناس من انه انما يقال له الاصم لانه يتصمم نفسه يوم القيامة ولا يشهد على الناس ما فعلوا فيه من المعاصي والقبائح ويقول انه اصم لا اسمع شيئاً ولذلك يقال شهر الله لكونه مختلفاً بخلقه سبحانه وهو ستر العيوب على العباد فلا اصل له ولا هو معقول لان الاتصاف بصفة الستارية لا يقتضي الاختصاص بالصمم لان ذلك انما هو في ستر الاقوال فقط والله اعلم ولم نجد في جامع الاصول من واحد من الصحاح الست حديثاً ما في فضل رجب الا انه قد ذكر في الجامع الكبير احاديث في فضله وفضل العمل فيه وهي هذه رجب شهر الله وشعبان شهري ورمضان شهر امتي رواه ابو الفتح بن الفوارس في اماليه عن الحسن مرسلاً ان رجب شهر عظيم تضاعف فيه الحسنات من صام يوماً منه كان كصيام سنة الرافعي عن سعيد ان رجب شهر الله ويدعى الاصم وكان اهل الجاهلية

اذا دخل رجب يحطون اسلحتهم ويضعونها فكان الناس يأمن السبيل ولا يخافون بعضهم بعضاً حتى ينقضى رواه البيهقى فى شعب الايمان عن عائشة رض وقال رفعه منكر رجب شهر عظيم يضاعف الله فيه الحسنات فمن صام يوماً من رجب فكانما صام سنة ومن صام فيه سبعة ايام غلقت عليه سبعة ابواب جهنم ومن صام منه ثمانية ايام فتحت له ثمانية ابواب الجنة ومن صام منه عشرة ايام و يسأل الله شيئاً الا اعطاه ومن صام منه خمسة عشر يوماً نادى مناد من السماء قد غفر لك ما مضى فاستانف العمل ومن زاد زاده وفى رجب حمل الله نوحاً فى السفينة فصام رجب وامر من معه ان يصوموا فجرت بهم السفينة ستة اشهر اخر ذلك يوم عاشوراء اهبط على الجودى فصام نوح ومن معه والوحش شكر الله عز وجل وفى يوم عاشوراء فلق الله البحر لبنى اسرائيل وفى يوم عاشوراء تاب الله على آدم وعلى يونس وفيه ولد ابراهيم رواه الطبرانى عن سعيد بن ابى راشد وفى رجب يوم ليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة كان لمن صام الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهو لثلث بقين من رجب وفيه بعث الله تعالى محمداً صلى الله عليه وسلم رواه البيهقى فى شعب الايمان وقال منكر عن سلمان الفارسى وعن خرشة بن الحر قال رأيت عمر بن الخطاب يضرب أكف الرجال فى صوم رجب حتى يضعوها فى الطعام و يقول رجب وما رجب شهر يعظمه الجاهلية فلما جاء الاسلام ترك رواه ابن ابى شيبة والطبرانى فى الاوسط وعن ابى قلابة قال فى الجنة قصر لصوام رجب رواه ابن عساكر وعن عامر من شبل الحرمى قال سمعت رجلاً يحدث انه سمع انس بن مالك يقول فى الجنة قصر لا يدخله الا صوام رجب رواه ابن شاهين فى الترغيب ان فى الجنة نهراً يقال له رجب اشد بياضاً من اللبن واحلى من العسل من صام يوماً من رجب سقاه الله من ذلك النهر رواه الشيرازى فى الالقاب ورواه البيهقى فى شعب الايمان عن

انس رض صوم اوّل يوم رجب كفارة سنين والثانى كفارة سنتين والثالث
كفارة سنة ثم كل يوم شهرا رواه ابو محمد الخلال فى فضائل رجب
عن ابن عباس وفى رجب ليلة تكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة و
ذلك لثلث بقين من رجب فمن صلے الله عليه وسلم اثنى عشر ركعة
يقرأ فى كل ركعة فاتحة الكتاب وسبحان الله والحمد لله ولا اله الا
الله والله اكبر مائة مرة ويستغفر الله مائة مرة ويصلى على النبى صلے
الله عليه وسلم مائة مرة ويدعوا لنفسه ما شاء من دنياه واخرته
ويصبح صائما فان الله تعالى يستجيب دعاءه كله الا ان يدعوا فى
معصية رواه البيهقى فى شعب الايمان عن ابان عن انس وقال هو
امنعت من الذى قبله وعن انس رض انّ رسول الله صلے الله عليه وسلم
كان اذا دخل رجب قال اللهم بارك لنا فى رجب وشعبان وبلغنا رمضان
رواه ابن عساكر فى تاريخه وابن النجار وزاد ابن عساكر وكان اذا
كانت ليلة الجمعة قال هذه ليلة غراء واذا كان يوم الجمعة قال هذا
يوم ازهر وفى تنزيل الشريعة فى الاحاديث الموضوعة حديث فضل
رجب على سائر الشهور كفضل القران على سائر الكلام رواه الديلمى
عن انس ولم يبيّن علته وفيه من لا يعرف وفى تبيين العجب للحافظ
ابن حجر هذا الحديث بزيادة لفظ فضل رجب على سائر الشهور كفضل
محمّد صلے الله عليه وسلم على سائر الانبياء عليهم السلام وفضل
رمضان على سائر الشهور كفضل الله تعالى على سائر عباده قال الحافظ
ابن حجر رواه السلفى واسانيده ثقات الا هبة الله السقطى فهو الاٰية
والله تعالى اعلم حديث فى يوم وليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة
كان له الاجر كمن صام مائة سنة وهى لثلث بقين ومنه بعث الله محمدا
صلے الله عليه وسلم رواه الديلمى عن سلمان فيه خالد بن هياج متروك
له احاديث مناكير كثيرة والحمل فيه على ابن خالد فهو الافة فى هذه
الحديث وفى فوائد هناد النسفى باسناد منكر عن انس رض مرفوعا بعثت نبيا

فی السابع والعشرين من رجب من صام ذلك اليوم ودعا عند افطاره كانت كفارة عشر سنين وفی جزء ابی معاذ الشاه المروزی فی فضائل رجب لعبد العزيز الكتانی من ضمرة عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن ابی هريرة رض موقوفاً من صام يوم سبع وعشرين من رجب كتب الله له صيام ستين شهرا واليوم الذی هبط فيه جبرئيل علی محمد صلی الله عليه وسلم بالرسالة وهذا مثل ما ورد فی هذا المعنی حديث من صام يوما من رجب وقام ليلة من لياليه بعثه الله تعالی آمنا يوم القيامة ومر علی الصراط وهو يهلل ويكبر الحديث رواه الدارمی عن جابر من طريق اسمعيل بن يحيی التيمی حديث من احياء ليلة من رجب وصام يوما منه اطعمه الله تعالی من ثمار الجنة وكساه الله تعالی من حلل الجنة وسقاه الله تعالی من الرحيق المختوم رواه الدارمی عن الحسين بن علی فيه حصين بن مخارق

حديث رجب من الاشهر الحرم وايامه مكتوبة علی ابواب السماء السادسة فاذا صام الرجل منه يوما وجود صومه بتقوی الله نطق الباب ونطق اليوم فقالا يارب اغفر له واذا لم يتم صومه بتقوی الله لم يستغفر له وقال خدعتك نفسك رواه ابن شاهين والدارمی عن ابی سعيد وفيه اسمعيل التيمی حديث رجب شهر الله الاصم المنشر الذی افرده الله لنفسه فمن صام فيه يوما ايمانا واحتسابا استوجب رضوان الله الاكبر وشهر رمضان شهر امتی ترمض فيه ذنوبهم فاذا صام عبد مسلم ولم يكذب ولم يغتب وفطره طيب خرج من ذنوبه كما تخرج الحية من سلخها رواه الحاكم فی تاريخه عن ابی سعيد فيه ابو هارون العبدی وعصام ابن طليق ليس بشئ قلت لعل الآفة ابو هارون فانهم كذبوه حتی قال بعضهم هو اكذاب من فرعون حديث عن ابی الدرداء وقد سأله رجل عن صيام رجب فقال سألت عن شهر كانت الجاهلية تعظمه وما زاده الاسلام

الا فضلاً و تعظيماً و من صام منه يوماً تطوعاً محتسباً به ثواب الله عنه
يبتغي لوجه الله مخلصاً اطفأ صومه ذلك اليوم غضب الله تعالى
عليه و اغلق عنه باباً من ابواب النار و لو اعطى ملأ الارض ذهباً ما كان
ذلك جزاء له و لا يستكمل اجره بشيء من الدنيا دون يوم الحساب و له
اذا امسى عشر دعوات مستجابات فان دعاه بشيء من عاجل الدنيا
اعطاه له و ادخر له الخير كافضل ما دعا داع من اولياء الله و احبائه
و اصفيائه و من صام يومين كان له مثل ذلك و له مع ذلك اجر عشرة
من الصديقين في عمرهم بالغة ما بلغت و من صام ثلثة ايام كان
له مثل ذلك و قال الله عز و جل عند افطاره لقد وجب حق عبدي هذا
وجبت له محبتي و ولايتي اشهدكم يا ملائكتي اني قد غفرت له ما تقدم من
ذنبه و ما تأخر و من صام اربعة ايام كان له مثل ذلك و يبعث يوم
القيامة و وجهه مثل القمر ليلة البدر و يكتب له عدد رمل عالج
حسنات و يدخل الجنة و يقال تمن على الله ما شئت و من صام ستة
ايام كان له مثل ذلك و يعطى نوراً يستضئ به اهل الجمع يوم القيامة
و يبعث في الآمنين حتى يمر على الصراط بغير حساب و يعافى من عقوق
الوالدين و قطيعة الرحم و يقبل الله عليه بوجهه اذا لقيه و من صام
سبعة ايام كان له مثل ذلك و تغلق له سبعة ابواب جهنم و حرمه الله
على النار و اوجب له الجنة يتبوأ منها حيث يشاء و من صام ثمانية
ايام كان له مثل ذلك و رفع كتابه في اعلى عليين و يبعث يوم القيامة
من الآمنين و يخرج من قبره نوراً و وجهه يتلألأ لا يشرق لاهل الجمع
حتى يقولون هذا نبي مصطفى فان ادنى ما يعطى ان يدخل الجنة بغير
حساب و من صام عشرة ايام فبخ بخ له مثل ذلك و عشرة اضعافه
و هو ممن يبدل الله سيئاته حسنات و يكون في المقربين لله بالقسط
كمن عبد الله الف عام صائماً قائماً صابراً محتسباً و من صام عشرين
يوماً كان له مثل ذلك و عشرون ضعفاً و هو ممن يزاحم ابراهيم عليه

السلام فی قبته ویشفع فی مثل ربیعة ومضر کلهم من اهل الخطایا و
الذنوب ومن صام ثلثین یوما کاملا کان له مثل ذلک وثلاثون ضعفا
ونادا ه مناد من السماء ابشر یا ولی الله بالکرامة العظمی وانظر الی
وجه الله الجلیل فی المرافقة النبیین والصدیقین والشهداء و
الصالحین وحسن اولئک رفیقا طوبی لک طوبی لک ثلث
مرات غدا اذا کشف الغطاء فافضیت الی ختم ثواب ربک الکریم
فاذا نزل به الموت سقاه ربه عند خروج نفسه بشربة من حیاض
الفردوس حتی لا یجد للموت المًا فظل فی قبره ریان حتی یرد حوض
النبی صلی الله علیه وسلم فاذا خرج من قبره اتاه سبعون الف ملک
معهم النجائب من الدر والیاقوت ومعهم طرائف الحلی والحلل،
فیقول یا ولی الله النجا الی ربک الذی اظمأت له نهارک وانحلت
له جسمک فهو اول الناس دخولا جنات عدن یوم القیامة مع
الفائزین الذین رضی الله عنهم ورضوا عنه وذلک هو الفوز العظیم
فان کان لکل یوم یصومه صدقة علی قدر قوته فتصدق نیعـ
فهیهات لو اجتمع جمیع الخلائق علی ان یقدروا قدر ما اعطی ذلک
العبد من الثواب ما بلغوا معشار العشر مما اعطی ذلک العبد من
الثواب رواه ابن شاهین فی الترغیب عن مکحول وفی اسناده ظلمات
بعضها فوق بعض وفیه داؤد بن المحبر وهو المتهم به وسلیمان بن
الحکم ضعفوه والعلاء بن الکثیر مجمع علی ضعفه قال الحافظ
ابن حجر فی تبیین العجب هذا حدیث موضوع ظاهرا الوضع
قبح الله من وضعه فوالله لقد وقف شعری من قراءته فی حال کتابته
والمتهم به عندی داؤد بن المحبر والعلاء ابن خالد فکلاهما قد
کذب ومکحول لم یدرک ابا الدرداء ولا یحمد الله ما حدث به
مکحول قط حدیث عن انس قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه
وسلم قبل رجب بجمعة فقال یا ایها الناس انه قد اظلکم شهر عظیم

رجب شهر الله الاصم تضاعف فيه الحسنات وتستجاب فيه الدعوات
وتفرج فيه الكربات لايرد للمؤمن فيه دعوة فمن اكتسب فيه خيرا فضوعف
له فيه اضعافا مضاعفة والله يضاعف لمن يشاء فعليكم بقيام ليله و
صيام نهاره فمن صلى في يوم فيه خمسين ركعة بما تيسر من القرآن
اعطاه الله من الحسنات بعدد الشفع والوتر وبعدد الشعر والوبر و
من صام فيه يوما كتب الله له به صيام سنة ومن خزن فيه لسانه
لقنه الله حجة عند مسألة منكر ونكير ومن تصدق فيه بصدقة كان بها
فكاكه من نقمة النار ومن وصل فيه رحمة وصله الله في الدنيا و
الآخرة ونصره على اعدائه ايام حياته ومن عاد فيه مريضا امر الله
كرام ملائكته بزيارته والتسليم عليه ومن صلى فيه على جنازة فكانما
احيى مؤودة ومن اطعم فيه مؤمنا طعاما اجلسه الله يوم القيامة
على مائدة عليها ابراهيم عليه السلام ومحمد صلى الله عليه وسلم ومن
سقى فيه شربة من ماء سقاه الله تعالى من الرحيق المختوم ومن كسا
فيه مؤمنا كساه الله الف حلة من حلل الجنة ومن اكرم يتيما وامر
يده على راسه غفر الله له بعدد كل شعرة مستها يده ومن استغفر الله
عز وجل فيه مرة واحدة غفر الله ذنبه ومن سبح الله فيه تسبيحة
او هلله تهليلة كتب عند الله من الذاكرين الله كثيرا والذاكرات
ومن ختم فيه القرآن مرة البس هو ووالداه كل واحد منهم تاجا مكللا
باللؤلؤ والمرجان وامن من فزع يوم القيامة رواه ابن عساكر و
قال منكر بمرة وفي تبيين العجب هو موضوع انتهى فهذه احاديث
ذكرت فيما حضر عندنا من الكتب ولم يصح منها على ما قالوا شيء و
غايتها الضعيف وجلها موضوع والله تعالى اعلم ومما اشتهر فيما
بين الناس في هذا الشهر ليلة الرغائب وهي اول ليلة جمعة منه و
للمشايخ فيها صلوة مشهورة فيما بينهم والمحدثون انكروها
اشد الانكار حتى قال الامام محي الدين النووي وهذه عبارته واما

صلوٰۃ الرغائب وصلوٰۃ لیلۃ النصف من الشعبان فلیستا بسنتین بل
هما بدعتان قبیحتان مذمومتان ولا تغترّ بذکر ابی طالب المکی لهما
فی قوت القلوب ولا بذکر حجۃ الاسلام الغزالی لهما فی احیاء علوم
الدین ولا بالحدیث المذکور فیهما فان ذلك باطل وقد صنف عبد
العزیز بن عبد السلام کتاباً نفیساً فی ابطالها فاحسن فیه واجاد
واطال الامام المذکور فی فتاواه ایضا ذمهما تقبیحهما وانکارهما -
فقال وینبغی ترکهما والاعراض عنهما والانکار علی فاعیلهما وعلی ولیّ
الامر وفقه الله سبحانه منع الناس فی فعلهما فانه راع وکل راعٍ
مسئول عن رعیته وصنفت بعض العلماء کتبا فی انکارهما وذمهما و
تسفیة فاعلیهما وقال الشیخ شهاب الدّین احمد بن حجر المکی الهیتمی
هذا من هیناد مذهب المالکیۃ واٰخرین من الائمۃ ومذهب اکثر
علماء الحجاز ومذهب فقهاء المدینۃ وقد صنف الشیخ المذکور
کتابا فی هذا الشان وفیه حدیث من صلے لیلۃ سبع وعشرین من رجب
ثنتی عشرۃ رکعۃ وذکر کیفیتها ثم اصبح صائماً ثم ذکر انها اللیلۃ
التی بعث فیها محمّد صلی الله علیه وسلم حدیث موضوع وله طرق اخری
فیه زیادۃ وفی سندها متهمان بالکذب وفیه حدیث رجب شهر الله و
شعبان شهری ورمضان شهر امتی وان رجب شهر مخصوص بالمغفرۃ
وحقن الدماء وان من صامه استوجب مغفرۃ جمیع ما سلف الی غیر
ذلك من الفضائل حدیث کذبٌ موضوعٌ مختلقٌ وقد جمع الشیخ
فیه کثیراً من الصّلوات الّتی لیست من السنۃ فی شیء بل هی بدعٌ
منکرۃ وزعم العوام انها سنته والاصل المعوّل علیه فی هذا الباب
ما صح عنه صلے الله علیه وسلم لا تخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین
اللّیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بقیام من بین الایام الا ان یصوم
احدکم یوم ذی امثاله مما یدل علی انها بدع منکرۃ مخالفۃ لما تقرر
علیه السنۃ والله تعالیٰ اعلم قال العبد الضعیف اصلح الله حاله و

جعل الی کل خیر ماله هذا ما ذکره المحدثون علی طریقهم فی تحقیق الاسانید ونقل الاحادیث وعجبًا منهم ان یبالغوا فی هذا الباب هذه المبالغة ویکفیهم ان یقولوا لم یصح ذلک عندنا واعجب عن الشیخ محی الدین النووی مع سلوکه طریق الانصاف فی الابواب لفقهیة وعدم تعصبه مع الحنفیة کما هو داب الشافعیة فما نحن فیه اولی بذلک لنسبته الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس الله اسرارهم هذا وقد ذکر صاحب جامع الاصول فی کتابه حدیثًا من کتاب رزین مع ان موضوع ذلک الکتاب لجمع احادیث الکتب الستة المسماة بالصحاح الستة واذا لم یجد فی هذه الکتب حدیثا فی ذلک اورده من کتاب اخر استیفاء وتکمیلا وقال عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر صلوٰة الرغائب وهی اوّل لیلة جمعة من رجب فصلی فیها بین المغرب والعشاء ثنتی عشرة رکعة بست تسلیمات کل رکعة بفاتحة الکتاب والقدر ثلثا وقل هو الله احد ثنتی عشرة مرة فاذا فرغ من صلوٰة قال اللهم صل علی محمد ن النبی الامی وعلی اله بعدما سلم سبعین مرة ثم سجد سجدة وقال فی سجوده سبوح قدوس رب الملائکة والروح سبعین مرة ثم رفع رأسه وقال رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم وفی روایة اخری الاعز الاکرم سبعین مرة ثم سجد وقال مثل ما قال فی السجدة الاولی ثم سأل الله وهو ساجد حاجته فان الله لا یرد سائله قال صاحب جامع الاصول وهذا مما وجدته فی کتاب رزین ولم اجده فی واحد من الکتاب الستة والحدیث مطعون فیه وقد وقع فی کتاب بهجة الاسرار ذکر لیلة الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب ربانی والغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبد القادر الحسنی الجیلانی قدس سره قال اجتمع المشائخ وکانت لیلة الرغائب الی اخر ما ذکر من الحکایة ذکروا ایضًا انه نقل عن الشیخین المقدسین

الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق انهما قالا بكر الشيخ بقا بن بسطو صبيحة يوم الجمعة الخامس من رجب سنة ثلث واربعين وخمس مائة الى مدرسة والدنا الشيخ محى الدين عبد القادر وقال لنا الا سالتمونى عن سبب بكورى اليوم انى رأيت البارحة نورا اضاءت به الآفاق وعم اقطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمنها ما يتصل به ومنها ما يمنعه مانع من الاتصال وما اتصل به سر الا تضاعف نوره فتطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ عبد القادر فاردت الكشف عن حقيقته فاذا هو نور شهود قابل نور قلبه وتقارح هذان النوران وانعكس ضياءهما على مرآة حاله واتصلت اشعة المتقادمات من محط جمعه الى وصف تفرقته فاشرق بها الكون ولم يبق ملك نزل تلك الليلة الا اتاه وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود قال فاتيناه ره وقلنا له اصليت الليلة صلوٰة الرغائب فانشد - شعر :-

اذا نظرت عينى وجوه حبائب ! فتلك صلواتى فى ليالى الرغائب
وجوه اذا ما استبصرت عن جمالها اضاءت له الاكوان من كل جانب
ومن لم يوف الحب ما يستحقه فذلك الذى لم يأت قط بواجب

وذكر فى تنزيه الشريعة فى الاحاديث والموضوعة حديث انس بن مالك مرفوعا رجب شهر الله وشعبان شهرى ورمضان شهر امتى قيل يارسول الله ما معنى قولك رجب شهر الله قال لانه مخصوص بالمغفرة الحديث وفيه لا تغفلوا عن اول ليلة جمعة من رجب فانها ليلة تسمية الملائكة الرغائب وفيه ما من احد يصوم يوم الخميس من رجب ثم يصلى فيما بين العشاء والعتمة يعنى ليلة الجمعة ثنتى عشرة ركعة وساق الحديث فى صفة الصلوٰة ثم قال وفيه على ابن عبد الله قال ابن الجوزى اتهموه به ونسبوه الى الكذب وسمعت شيخنا يقول رجالا مجهولون نفتشت عنهم جميع الكتب فما دونهم

وزاد بل لعلهم لم يخلقوا قال الحافظ العراقی فی اماليه قد تساهل الحافظ
ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی فی ايراده هذا الحديث فی المجلس
الرابع عشر من امالی ابن حصين وقوله انه حسن غريب حديث انس
مرفوعًا من صلے المغرب اول ليلة من رجب ثم صلے بعدها عشرين
ركعة الحديث واخره وجاز على الصراط كالبرق بغير حساب ولا عذاب
رواه الجوزقانی وفيه مجاهيل حديث من صام يومًا من رجب وصلے
فيه ركعتين يقرأ فی اول ركعة مائة مرة اية الكرسی و فی الركعة
الثانية مائة مرة قل هو الله احد لم يمت حتی يرى مقعده من
الجنة قال ابن الجوزی فيه مجاهيل ومتروك وحديث من صلے
ليلة سبع وعشرين من رجب ثنتی عشرة ركعة يقرأ فی كل ركعة
منها بفاتحة الكتاب وسورة فاذا فرغ من صلوة قرأ فاتحة الكتاب
سبع مرات وهو جالس ثم قال سبحان الله والحمد لله ولا اله الا
الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم اربع مرات
ثم اصبح صائمًا حط الله عنه ذنوب ستين سنة وهی الليلة التی
بعث فيها محمد صلے الله عليه وسلم هذا الحديث عزاه ابن حجر الى
موضوعات ابن الجوزی ولا يوجد فيها فلعله فی بعض النسخ دون بعض
وقال الحافظ ابن حجر روينا من حديث انس مرفوعًا فی رجب ليلة
يكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة وذلك لثلث بقين من رجب
فمن صلے فيها اثنتی عشرة ركعة يقرأ فی كل ركعة فاتحة الكتاب
وسورة من القران يتشهد فی كل ركعتين ويسلم فی اخرهن ثم
يقول فی اخرهن سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر
مائة مرة ويستغفر مائة مرة ويصلے على النبی صلے الله عليه وسلم
مائة مرة ويدعوا بما شاء من امر دنياه ويصبح صائمًا فان
الله يستجيب دعاه كله الا ان يدعوه فی معصيته رواه البيهقی و
منهما ان اعلم انه قد اشتهر فيما بين الناس بديار العرب ان معراجه

صلى الله عليه وسلم كان لسبع وعشرين من رجب وموسم الرجبية فيه متعارف بينهم قريبًا من موسم الحج يأتون لزيارة النبي صلى الله عليه وسلم من البلاد النائية ومن كل واد بعيد وفج عميق ويقال ان هذا القول غير صحيح انه كان لسبع عشرة من رمضان او من الربيع الاول بمكة في السنة الثانية عشر من البعثة ثم اعلم انا لم نجد في كتاب الاحاديث الا اثباتًا اولا نفيا ما اشتهر بينهم من تخصيص الخامس عشر من رجب بالتعظيم والصوم والصلوٰة و تسميته بيوم الاستفتاح وتسميته بمريم روزه والله تعالىٰ اعلم۔ قصا كان ابتداء الاسلام ثم نسخ على قول الجمهور والعتيرة بفتح العين المهملة وكسر المثناة الفوقانية على وزن الكريمة والعتيرة شاة تذبح في شهر رجب وكان في صدر الاسلام ثم نسخ ونقل الطيبي ان ابن سيرين كان يذبح العتيرة في شهر رجب وهذا يشعر بان المنسوخ وجوبها والله اعلم اخرج البخاري ومسلم عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا فرع ولا عتيرة قال الراوي الفرع اول نتائج قال ينتج لهم كانوا يذبحونه لطواغيتهم والعتيرة في رجب وفي حديث الترمذي وابي داؤد والنسائي وابن ماجة اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فسمعته يقول يا ايها الناس ان على كل اهل بيت في كل عام اضحية وعتيرة هل تدرون ما العتيرة هي التي تسمونها الرجبية قال الترمذي هذا حديث غريب ضعيف الاسناد وقال ابو داؤد والعتيرة منسوخة وقد جاءت العتيرة بمعنى الذبيحة التي تذبح للاصنام والمراد هنا المعنى الاول ؛

شهر شعبان

في القاموس شعبان شهرًا معروف الجمع شعبانات وشعابين من تشعب تفرق كانشعب وفي الحديث انما سمي شعبان لانه تشعب فيه

خیر کثیر للصائم فیه حتیٰ یدخل الجنۃ رواہ الرافعی فی تاریخہ عن انس رض
والکلام فی ھٰذہ الرسالۃ علیٰ ثلٰث مقالات :

المقالۃ الاولیٰ :- فیما ورد فی فضل شھر شعبان والصیام فیہ مطلقاً من غیر تخصیص بلیلۃ النصف منہ

احادیث الکتب السنۃ شعبان بین رجب وشھر رمضان یغفل الناس عنہ یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لایرفع عملی الا وانا صائم رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن اسامۃ شعبان شھری ورمضان شھر اللہ رواہ الدیلمی فی فردوس الاخبار عن عائشۃ رض وعن انس رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رجب قال اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان رواہ ابن عساکر وابن النجار وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رجب یصوم حتیٰ نقول لایفطر حتیٰ نقول لایصوم ومارأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شھر قط الا رمضان وما رأیتہ فی شھر اکثر منہ صیاماً فی شعبان وفی روایۃ عن ابی سلمۃ قال سئلت عائشۃ عن صیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصوم یوماً الشعبان الا قلیلا اخرج الاولیٰ البخاری ومسلم والموطا وابوداؤد واخرج الثانیۃ مسلم والنسائی وفی روایۃ الترمذی قال مارأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر اکثر صیاماً منہ فی شعبان کان یصومہ الا قلیلاً بل کان یصومہ کلہ وفی روایۃ اخری لابی داؤد قالت کان احب الشھور الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصومہ شعبان ثم یصلہ برمضان واخرج النسائی ایضاً روایۃ الترمذی وابوداؤد وللنسائی ایضاً قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شعبان وفی روایۃ اخری لہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتیٰ نقول لایفطر ویفطر حتیٰ نقول لایصوم وکان یصوم شعبان اوعامۃ شعبان اوعامۃ شعبان وفی روایۃ اُخری لہ کان رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم يصوم شعبان الا قليلاً وفي رواية اخرى كان يصوم شعبان كله وفي رواية البخاري ومسلم قالت لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرا اكثر من شعبان فانه كان يصوم كله وكان يقول خذوا من العمل ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا الحديث وعن ابي هريرة نحوه وقال ابوداؤد دون ابوهريرة كان يصومه الا قليلاً بل كان يصومه كله وعن ام سلمة رض قالت ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان اخرجه الترمذي وعند ابي داؤد لم يكن يصوم من السنة شهرا تامة الا شعبان كان يصل برمضان واخرج النسائي الروايتين وله في اخرى ما رأيته يصوم شهرين متتابعين الا انه كان يصل شعبان برمضان وعن اسامة قال كنت يا رسول الله لم ارك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب و رمضان وهو شهر يرفع فيه الاعمال الى رب العالمين فاحب ان يرفع عملي وانا صائم اخرجه النسائي احاديث من غيرها من الكتب و فيه احاديث الجامع الكبير واحاديث ذكرها الشيخ الامام العارف بالله ابوالحسن البكري رح شعبان بين رجب ورمضان يغفل الناس عنه يرفع اعمال العباد فاحب ان لا يرفع عملي الا وانا صائم رواه البيهقي في شعب الايمان وعن عطاء ابن يسار قال لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر اكثر صياما منه وفي شعبان وذلك انه تنسخ فيه اجال من يموت في السنة وعن اسامة شعبان شهري ورمضان شهر الله رواه الديلمي في مسند الفردوس وعن عائشة ان امرأة ذكرت لها انها تصوم رجب فقال ان كنت صائمة شهرا لا محالة فعليك بشعبان فان فيه الفضل رواه ابن زنجوية وعنها قالت لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر اكثر صياما منه في شعبان لانه تنسخ ارواح الاحياء في الاموات حتى ان الرجل يتزوج وقد وقع اسمه فيمن

يموت وان الرجل ليحج وقد وقع فيمن يموت وعنها ان النبي صلى الله
عليه وسلم كان يصوم شعبان كله فسألته قال ان الله يكتب في شعبان
كل نفس ميتة تلك السنة فاحب ان يأتي اجلي وانا صائم والمعنى
يأتي كتابة اجلي وفيه ان كتابة اجله اذا كانت في زمن عبادة تلبس
بها المكتوب اجله يرجي الموت على خير وان اولى تلك العبادات الصوم
كذا قاله الشيخ الامام ابو الحسن البكري يدل عليه ما روى عنها
انها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان كله حتى
يصله برمضان ولم يكن يصوم شهرا تاما الا شعبان فقلت يا رسول
الله ان الشعبان لمن احب الشهور اليك قال يا عائشة انه ليس
نفس تموت في سنة الا كتب اجلها في شعبان فاحب ان يكتب اجلي و
انا في عبادة ربي وعمل صالح وعنها ايضا قال النبي صلى الله عليه
وسلم انه يكتب فيه يعني شعبان لملك الموت من يقبض فاحب ان لا
ينسخ اسمي الا وانا صائم وقد روى عن عائشة ان النسخ يكون في
ليلة النصف وليس الليل محل الصوم فالمعنى ان الله يعيد بركة
على بركة الصوم على وقت الكتابة من الليل ويحتمل ان يكون الكتابة
نهارا وتسلم الصحيفة للملك ليلا كما جاء في حديث اخرى واه
ابن ابي الدنيا وعن عطاء بن يسار قال اذا كان ليلة النصف من
شعبان دفع الى ملك الموت صحيفة فيقال اقبض من في هذه الصحيفة
فان العبد ليغرس الغراس وينكح الازواج ويبني البنيان وان
اسمه قد نسخ في الموتى اوروى الديلمي عن ابي هريرة رض تقطع الاجال
من شعبان الى شعبان حتى ان الرجل لينكح ويولد له وقد خرج
اسمه في الموتى وروى عن عثمان بن المغيرة بن الاخنس مثله ؛

المقالة الثانية ؛- فيما ورد في فضل ليلة النصف من شعبان بخصوصها

عن عكرمة في قول الله سبحانه
فيها يفرق كل امر حكيم قال في ليلة النصف في شعبان يبرم امر السنة

وينسخ الاحياء ويكتب الحاج فلا يزاد فيهم احد ولا ينقص منهم احد رواه ابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم ذهب اكثر اهل العلم الى ان ذلك يكون فی ليلة القدر والابتداء فيه يكون من الليلة النصف من شعبان وعن القاسم بن محمد ابي بكر الصديق رض عن ابيه وعن عمه عن جده ابي بكر الصديق رض عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ينزل الله تعالیٰ الى السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان فيغفر لكل شئ الا لرجل مشرك او فی قلبه شحناء رواه البيهقی وعن علی رض. عن النبی صلی الله عليه وسلم اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الا من مستغفر فاغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلی فاعافيه الا كذا الا كذا حتیٰ يطلع الفجر رواه ابن ماجة والبيهقی قال العبد الضعيف نزول الله تعالیٰ الى السماء الدنيا يكون فی كل ليلة ولكن يختص ذلك بالثلث الاخير وفی ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس الى الفجر ولا ينحصر ذلك فی الثلث الاخير وهذا من فضل هذه الليلة وفی الحديث ان الله اعد لعباده فی هذه الليلة عطاء عظيما لم نعلم ما به لقوله صلی الله عليه وسلم الا كذا الا كذا حتی يطلع الفجر كذا قالوا وعن نوفل البكالی ان عليا خرج ليلة النصف من شعبان فاكثر الخروج فيها ينظر الى السماء الدنيا فقال ان داؤد عليه السلام خرج ليلة فی مثل هذه الساعة فنظر الى السماء فقال ان هذه الساعة ما دعا الله فيها احد الا اجابه ولا استغفره احد فی هذه الساعة الا غفر له ما لم يكن عشارا او ساحرا او كاهنا او عريفا او شريطيا او جابيا او صاحب كوبة او عرطبة قال نوفل الكوبة والعرطبة التنبور اللهم رب داؤد اغفر لمن دعاك فی هذه الليلة او استغفرك فيها وفيه ان ليلة النصف من شعبان معروفة بالفضل فی غير هذه الليلة ايضا ان الله تعالیٰ ليطلع فی ليلة

النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرك او مشاحن او قاطع
رحم رواه ابن ماجة عن ابي موسى ما من ليلة بعد ليلة القدر ليلة القدر
افضل من ليلة النصف من شعبان ينزل الله فيها الى السماء الدنيا
فيغفر لعباده كلهم الا لمشرك او مشاحن او قاطع رحم رواه سعيد
بن منصور عن عطاء بن يسار يطلع الله ليلة النصف من شعبان فيغفر
لجميع خلقه الا لمشرك او مشاحن رواه البيهقي عن معاذ بن
جبل في ليلة النصف من شعبان يوحي الله تعالى الى ملك الموت يقبض
كل نفس يريد قبضها في تلك السنة رواه الدينوري في المجالسة عن
راشد بن سعد مرسلا يفتح الله الخير في اربع ليال ليلة الاضحى و
الفطر وليلة النصف من شعبان تفتتح فيها الآجال والارزاق و
يكتب فيها الحاج وفي ليلة عرفة الى الاذان اتاني جبرئيل فقال
هذه ليلة النصف من شعبان ولله فيها عتقاء من النار بعدد
شعر غنم كلب رواه البيهقي عن عائشة قالت فقدت النبي
صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فخرجت اطلبه فاذا هو بالبقيع رافعاً
رأسه الى السماء فقال يا عائشة اكنت تخافين ان يحيف الله عليك
ورسوله قلت وما لي من ذلك ولكني ظننت انك اتيت بعض نسائك
فقال ان الله عزوجل ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا
فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب رواه ابن ابي شيبة والترمذي و
ابن ماجة والبيهقي قال في جامع الاصول وزاد رزين ممن استحق
النار وليس فيه حديث في الباب الا هذا وجاء نحوه بطرق متعددة
اذا كان ليلة النصف من شعبان اطلع الله تعالى الى خلقه فيغفر
للمؤمنين والمؤمنات ويملي للكافرين ويدع اهل الحقد بحقدهم
حتى يدعوه رواه البيهقي وابن قانع عن ابي ثعلبة الخشني لا ينظر الله
فيها يعني في ليلة النصف من شعبان الى مشرك ولا الى مشاحن
ولا الى قاطع رحم ولا الى مسبل ولا الى عاق لوالديه ولا الى مدمن

خمر رواہ البیہقی فی شعب الایمان رضعفہ عن عائشۃ اذا کان لیلۃ النصف من شعبان نادی مناد ھل من مستغفر فاغفرلہ ھل من سائل فاعطیہ فلا یسئل احد شیئاً الا واُعطی الا لزانیۃ بفرجھا او مشرک رواہ البیہقی عن عثمان بن العاص وروی عن کعب ان اللہ تعالیٰ یبعث جبرئیل الی الجنۃ لیلۃ النصف من شعبان لیأمرھا ان تزین ویقول ان اللہ قد اعتق فی لیلتک ھٰذہ عدد نجوم السماء وعدد ایام الدنیا ولیالیھا وعدد ورق الشجر وعدد الجبال وعدد الرمال وعن عطاء ابن یسار اذا کان اول لیلۃ من شعبان ینسخ لملک الموت کل من یقبض روحہ فی تلک السنۃ الی مثلھا من العام المقبلۃ وان الرجل لینکح الازواج ویقتنی ویغرس ویظلم ویفجر ومالہ اسم فی الاحیاء رواہ ابن زنجویۃ ❊

شرح الفاظ

فی القاموس الشحناء والشحنۃ بالکسر العداوۃ شاحنہ باغضہ والشاحن المذکور فی الحدیث صاحب البدعۃ التارک للجماعۃ انتھی وفی النہایۃ یغفر اللہ لکل عبد ما خلا مشرکا او مشاحنا ای معادیا والشحنا العداوۃ قال الاوزاعی اراد بالمشاحن ھنا صاحب بدعۃ مفارق جماعۃ وقال الطیبی الشحناء العداوۃ والتذلل والحقد ولعل المراد ما یقع بین المسلمین من النفس الامارۃ لا للدین کانہ یشحن قلبہ بغضالہ وفی ناظرعین الغریبین شحنت السفینۃ ملأتھا وفی القاموس عشر اخذ واحدا من عشرۃ وعشرھم اخذ ثلث اموالھم والعشار قابضہ وقال فی النہایۃ عشرۃ مالہ وعشرتہ فانہ عاشر ومعشر عشار اذا اخذت عشرۃ ومنہ فی الحدیث ان لقیتم عاشرا فاقتلوہ ای ان وجدتم من یأخذ العشر علی عادۃ الجاھلیۃ مقیما علی دینہ فاقتلوہ لکفرہ او لاستحلالہ لہ ان کان مسلما واخذہ مستحلا لہ تارکا لفرض اللہ ربع العشر لامن یأخذہ علی فرض اللہ کیف وقد عشر

جماعة للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و للخلفاء بعدہ و سمی عاشرا لاضافتہ ما یاخذہ الی العشر کربع العشر او نصفہ کیف وھو یاخذ العشر جمیعہ فیما سقتہ السماء و عشر اموال اھل الذمۃ فی التجارات انتہی وقال الطیبی الا ساحرا او عشارا استثناء تشدیداً علیھما و انھما کالآ نسین من رحمتہ والعریف نحو العراف والمراد ھنا المنجم اما الذی یدعی علم الغیب فی الحدیث من اتی عرافا او کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد کذا فی النھایۃ قال الطیبی ھو قسم من الکھان یستدل علی معرفۃ المسروق والضالۃ بکلام او فعل او حالۃ والکاھن یخبر عن کائن فی المستقبل الشرطیۃ بالضم واحد الشرط کصرد وھم طائفۃ من اعوان الولاۃ وھو شرطی کترکی وجھنی سموا بذلک لانھم اعلموا انفسھم بعلامات یعرفون بھا کذلک فی القاموس وفی النھایۃ نخبۃ اصحابہ الذی یقدمھم علی غیرھم من جندہ وقیل ھم الشرط والنسبۃ شرطی کذا فی النھایۃ وقال الکرمانی صاحب الشرط بضم شین وفتح الراء جمع الشرط وھو اول الجیش ممن یتقدم بین یدی الامیر التنقید او امرہ انتہی والمراد بالشرطی ھنا نائب الظلمۃ ومن ھو من اعوانھم والجابی من الجبایۃ بالکسر وھو استخراج المال من مطانھا کذا وقال النووی وفی القاموس جبی الخراج کرمی سعی جبایۃ وجباوۃ انتہی فالمراد بالجابی الساعی عند السلطان والآتی بالاموال المحرمۃ والکوبۃ بالضم ھی النرد او الطبل او البربط اقوال ذکرھا الجزری فی النھایۃ وفی الحدیث ان اللہ حرم الخمر والکوبۃ یعنی امرنا بکسر الکوبۃ وفی شرح جامع الاصول ھو طبل صغیر مختصر ذو الراسین والعرطبۃ العود والطنبور او الطبل او طبل جیشۃ کذا فی القاموس وقال فی النھایۃ حدیث یغفر لکل مذنب الا لصاحب عرطبۃ وکوبۃ ھی بالفتح والضم العود وقیل الطنبور والسبل وھو

من يطوّل ثوبه ويرسل الى الارض اذا مشى كبرًا وقال القاضى عياض فى مشارق الانوار حديث ثلثة لايكلمهم الله فذكر المسبل ازاره وهو الّذى يجره خيلاء يقال اسبل ثوبه وشعره اى ارخاه انتهٰى وفى صحيح مسلم وعن ابى ذر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ثلثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر اليهم ولايزكيهم ولهم عذاب اليم قال فقرأها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم يا رسول الله قال المسبل والمنان بما اعطى والمنفق سلعته بالحلف الكاذب وقال الامام النووى فى شرح مسلم المسبل ازاره معناه المرخى له الجاز خيلاء طرفه جاء مسفرا فى الحديث الاخر لاينظر الله الى من جر ثوبه خيلاء والخيلاء الكبر وهذا التقييد بالجر خيلاء مخصص عموم المسبل ويدل على ان المراد بالوعيد من جرّه خيلاء وقد رخص النبى صلى الله عليه وسلم لابى بكر الصدّيق رض فى ذلك وقال لست منهم اذا كان جره خيلاء وقال الامام ابو جعفر محمد بن جرير الطبرى وغيره وذكر اسبال الازار وحده لانه كان عامة لباسهم وحكم غيره من القميص وغيره وحكمه قلت وقد وجد ذلك مبينًا منصوصًا عليه من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم من رواية سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الاسبال فى الازار والقميص والعمامة من جر شيئًا خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة رواه ابوداؤد والنسائى وابن ماجة باسناد حسن انتهٰى كلام النووى قلت وقد ورد فى اكثر طرق الحديث الّذى نحن فيه المسبل مطلقًا وفى بعضها المسبل ازاره ولعله قيّده بعض الرواة على حسب فهمه من جهة شيوع استعمال الازار وشهرته فى الازار والله تعالى اعلم؛

المقالة الثالثة

فى قيام ليلة النصف من شعبان وصيام يومها وما ثبت فيها من الادعية والاذكار

عن على بن ابى طالب رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان ليلة

النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها الحديث عن عائشة
قالت كانت ليلة النصف من شعبان ليلتي وكان رسول الله صلى الله عليه
وسلم عندي فلما كان في جوف الليل فقدته فاخذني ما يأخذ النساء من الغيرة
فتلفعت بمرطي[1] فطلبته في حجر نسائه فلم اجده فانصرفت الى حجرتي
فاذا انا به كالثوب الساقط وهو يقول في سجوده سجد لك خيالي وسوادي
وآمن بك فؤادي فهذه يدي ما جنيت بها على نفسي يا عظيم يُرجى لكل
عظيم اغفر الذنب العظيم سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه و
بصره ثم رفع رأسه ثم عاد ساجدا فقال اعوذ برضاك من سخطك و
اعوذ بعفوك من عقابك منك لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على
نفسك اقول كما قال اخي داؤد اعفر[2] وجهي في التراب لسيدي وحق له ان
يسجد ثم رفع رأسه فقال اللهم ارزقني قلبا تقيا من الشرك نقيا لا
فاجرا ولا شقيا ثم انصرف ودخل معي في الخميلة ولي نفس عال فقال
ما هذه النفس يا حميراء فاخبرته فطفق يمسح بيديه على ركبتي ويقول و
يس[3] هاتان الركبتان ما لقيتا في هذه الليلة النصف من شعبان ينزل
الله فيها الى السماء الدنيا فيغفر لعباده الا لمشرك او لمشاحن رواه البيهقي
قال الشيخ الامام العارف بالله ابو الحسن البكري ومن اولى ما يدعى
به في هذه الليلة اللهم انك كريم تحب العفو فاعف عني اللهم اني
اسألك العفو والعافية والمعافاة الدائمة في الدنيا والآخرة لورود
ذلك في ليلة القدر وهذه افضل الليالي بعدها كما مر ومن اولى ما
يدعى به ما رواه جمع بسند لا بأس به عن ابي بردة قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لما اهبط آدم الى الارض طاف اسبوعا بالبيت وصلى
خلف المقام ركعتين ثم قال اللهم انك تعلم سري وعلانيتي فاقبل
معذرتي وتعلم حاجتي فاعطني سؤلي وتعلم ما في نفسي فاغفر لي ذنوبي

[1] اوڑھی کمبل [2] غبار آلودہ کرنا [3] مہربانی کرنے اور اپنے بچوں کو بہلانے کے لئے یہ کلمہ "ویس" بولتے ہیں۔ از مترجم ۱۲-۱۲-۱۲

اسألك ايمانًا يباشر قلبي ويقينًا صادقًا حتى اعلم انه لا يصيبني الا ما
كتبت لي ورضني بما قسمت لي فاوحى الله اليه يا آدم انك دعوتني بدعاء
فاستجبت لك ولن يدعوني به احد من ذريتك من بعدك الا استجبت
له وغفرت له ذنبه وفرجت همه وغمه واتجرت له من وراء تجارة
كل تاجر واتته الدنيا وهي راغمة وان لا يريدها وا اختلف الآثار في
احياء هذه الليلة وقال به من التابعين خالد بن معدان ومكحول
ولقمان بن عامر وخالف في ذلك عطاء ابن ابي مليكة وغيرهما وعليه
اصحاب مالك والشافعي وكان خالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهما
اسحاق بن راهويه يحيي هذه الليلة بجماعة في المسجد وكان خالد و
لقمان يلبسان فيها احسن الثياب ويكتحلان ويقومان في المسجد تلك
الليلة فاذا احياء الرجل لنفسه فالظاهر ندبه للاحاديث السابقة
ومثلها يعمل به في الفضائل وقال به الاوزاعي وروى عن عمر بن عبد العزيز
انه كتب لعامله بالبصرة عليك باربع ليال من السنة فان الله يفرغ فيه
الخير افراغًا اول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة
الفطر وليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الفطر وليلة
الاضحى الكن النظر في صحته عنه وقال الشافعي ان الدعاء يستجاب
في خمس ليال ليلة الجمعة والعيدين واول ليلة من رجب ونصف شعبان
ولا نص للامام احمد في احياءها عنه روايتان من احيى ليلة العيدين
انتهى ومما يثبت من فعله صلى الله عليه وسلم انه اتى المقبرة ليلة
النصف من شعبان يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء عن
عائشة قال دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع عنه ثوبيه
ثم لم يستتم ان قام فلبسهما فاخذتني غيرة شديدة ظننت انه
يأتي بعض صواحباتي فخرجت اتبعه فادركته بالبقيع بقيع الغرقد
يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء فقلت بابي انت وامي في حاجة
ربك وانا في حاجة الدنيا فانصرفت فدخلت في حجرتي ولي نفس عال

و لحقني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا النفس يا عائشة
فقلت بابي انت وامّي اتيتني فوضعت ثوبيك ثم لم تستتم ان قمت
فلبستهما فاخذتني غيرة شديدة وظننت انك تأتي بعض صواحباتي حتّى
رأيتك بالبقيع تصنع ما تصنع قال يا عائشة اكنت تخافين ان يحيف
الله عليك ورسوله بل اتاني جبرئيل عليه السلام فقال هذه الليلة
ليلة النصف من شعبان ولله فيها عتقاء من النار بعدد شعر غنم
كلب ولا ينظر الله فيها الى مشرك ولا الى مشاحن ولا الى قاطع رحم
ولا الى قاطع رحم ولا الى مسبل ولا الى عاق والديه ولا الى مدمن
خمر قالت فوضع ثوبيه فقال يا عائشة تأذنين قيام هذه الليلة
فقلت نعم بابي انت وامي فقام فسجد طويلا حتّى ظننت انه قبض فقمت
التمسه ووضعت يدى على بطن قدميه فتحرك ففرحت وسمعته يقول
في سجوده اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك و
اعوذبك منك جل وجهك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على
نفسك فلما اصبح ذكرتهن ليلة فقال يا عائشة تعلميهن وعلّميهن
فان جبرئيل عليه السلام علّمنيهن وامرني ان اردّدهنّ في السجود
رواه البيهقيّ وعنها قام رسول الله صلى الله عليه وسلّم من الليل يصلي
فاطال السجود حتّى ظننت انه قد قبض فلمّا رأيت ذلك قمت حتّى
حركت ابهامه فتحرك فرجعت فلما رفع رأسه من السجود وفرغ من
صلوٰته قال يا عائشة اويا حميراء اظننت ان النبي قد خاس بك
فقلت لا والله يارسول الله ولكني ظننت انك قبضت لطول سجودك
فقال أتدرين اىّ ليلة هي قلت الله ورسوله اعلم قال هذه ليلة
النصف من شعبان ان الله يطلع على عباده في ليلة النصف من
شعبان فيغفر للمستغفرين ويرحم للمسترحمين ويؤخر اهل الحقد
كما هم رواه البيهقيّ وممّا يروى من الصلوٰة في هذه الليلة
عن علي مرتضى قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة النصف

من شعبان قام فصلّى اربع عشر ركعة ثم جلس بعد الفراغ فقرا ء بام الكتاب اربع عشر مرة وقل هو الله احد اربع عشر مرّة وقل اعوذ برب الفلق اربع عشر مرة وقل اعوذ برب الناس اربع عشر مرة وآية الكرسي مرةً ولقد جاءكم رسول من انفسكم الآية فلما فرغ من صلوٰة سألت عمّا رأيت من صنعه قال من صنع مثل الذی رأيت كان كعشرين حجة مبرورة وصيام عشرين سنة مقبولة فان اصبح فی ذلك اليوم صائماً كان له كصيام سنتين سنة ماضية وسنة مستقبلة رواه البيهقی فی شعب الايمان وقال يشبه ان يكون هذا الحديث موضوعًا وفی رواية مجهولون وهو منكر واخرجه الجوزقانی فی الاباطيل وابن الجوزی فی الموضوعات وقال موضوع واسناده مظلم وفی تنزيه الشريعة فی الاحاديث للموضوعة حديث علی ان النبیّ صلّے الله عليه وسلم قال يا علی من صلّے مائة ركعة فی ليلة النصف من شعبان يقرأ فی كل ركعة بفاتحة الكتاب وقل هو الله احد عشر مرات الحديث اخره ويأمر الكاتبين ان لا نكتبوا علیٰ عبدی سيئة واكتبوا له الحسنات الی ان يحول عليه الحول ومن صلّے هذه الصلوٰة فالرب يجعل له نصيبًا من عنده تلك الليلة قال ابن الجوزی فيه مجاهيل وضعفاء حديث من قرأ ليلة النصف من شعبان الف مرّة قل هو الله احد فی مائة ركعة لم يخرج من الدنيا حتیٰ يبعث الله عليه فی منامه مائة ملك ثلثون يبشرونه بالجنة وثلثون يؤمنونه من النار وثلثون يعصمونه من ان يخطی وعشرة يكذبون من عاداه قال ابن الجوزی فيه مجاهيل ومتّهمون حديث علی رضی الله تعالیٰ عنه رأيت رسول الله صلے الله عليه وسلم ليلة النصف من شعبان فصلّے اربع عشر ركعة الحديث واسناده مظلم وقال البيهقیّ يشبه ان يكون موضوعًا ومن البدع الشنيعة ما تعارف الناس فی اكثر بلاد الهند من ايقاد السُّرج ووضعها علی البيوت والجدران وتفاخرهم بذلك

عه والايقاس عليه ما يفعل المؤمنون فی ابتهاج الولادة الشريفة ١٢-١٢٠-١٢ ؛

واجتماعهم اللهو واللعب بالنّاس وإحراق الكبريت فانّه ممّا لا اصل له في الكتب الصّحيحة المعتبرة ولم يرووا فيها حديث لا ضعيف ولا موضوع ولا يعتاد ذلك في غير بلاد الهند من الديار العربية من الحرمين الشريفين زادهما الله تعالىٰ تعظيماً وتشريفاً ولا في غيرهما ولا في البلاد العجميّة ما عدا بلاد الهند بل عسى ان يكون ذلك وهو الظن الغالب اتخاذاً من رسوم الهنود في ايقاد السّرج لله والي فان عامة الرسم البدعية الشنيعة بقيت من ايام الكفر في الهند وشاعت في المسلمين بسبب المجاورة والاختلاط واتخاذهم السراري والزوجات من النساء الكافرات قال بعض المتاخرين من العلماء ان استحداث السّرج الكثيرة في الليالي المخصوصة مامن البدعية الشنيعة فان كثرة الوقيد زيادة على الحاجة لم يرد ما ستحبابه اثر في الشرع في موضع قال قال على ابن ابراهيم واوّل حدوث الوقيد من البرامكة وكانوا عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا في الاسلام ما يموّهون انه من سنن الهدى ومقصودهم عبادة النيران حيث سجدوا مع المسلمين الى تلك السّرج وقد جعلها جهلة ائمة المساجد نحو صلوٰة الرغائب شبكةً لجمع العوام وطلب الرياسة والتقدم وملأ بذكرها القصاص مجالسهم ثم انه تعالىٰ اقام ائمة الهدى في سعي ابطال امثال هٰذه المنكرات فتلاشي امرها وتكامل ابطالها في البلاد المصرية والشامية في اوائل المائة الثانية وقد انكر الطرطوسي الاجتماع ليلة الختم ونصب المنابر واختلاط الرّجال والنّساء والتلاعب بينهم حتى يكون ما يكون كذا في التذكرة ؞

شهر رمضان

وامّا شهر رمضان ففيه صيام وقيام والمراد بالقيام التراويح ونذكر

عه اما في ختم التراويح وفي يوم الميلاد اتخاذ السّرج وايقادها مستحسن عند المتاخرين من الفقهاء الحنفية وغيرهم ١٢-١٢-١٢ ؞

نفهنا احكامها والمسائل المتعلقة بها اعلم انه قد اختلف العلماء فى التراويح
هل تسمى سنة فقال بعضهم لا هى من النوافل وتسمى مستحبة وقال بعضهم
تسمى مستحبة وقال بعضهم تسمى سنة وهو الاصح وهى سنة مؤكدة
للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف وانقطع الخلاف لرواية الحسن
عن ابى حنيفة رحمهم الله تعالى انها سنة لاينبغى تركها وهذا لان النبى صلى
الله عليه وسلم قد اقامها بعض الليالى ثم تركها وبين العذر فى ترك
المواظبة وهو خشية ان يكتب علينا ثم واظب عليها الخلفاء الراشدون
خصوصا امير المؤمنين عمر رضى الله عنهم اجمعين كما جاء فى الاحاديث
وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين
من بعدى وذكر بعض كتب الفقهيه لو ترك اهل البدعة التراويح قاتلهم
الامام على ذلك ويروى انه كانت عائشة رضى الله عنها تقوم خلف ذكوان
مولى لها وكذلك ام سلمة كانت تقوم بجماعة النساء امتها مولاتها
ام الحسن البصرى ويذكر الكلام فيها فى عدة فصول۔

الفصل الاول فى عدد ركعاتها

فعندنا عشرون ركعة لما روى البيهقى باسناد صحيح انهم
كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله تعالى عنه بعشرين ركعة وفى عهد عثمان
وعلى رضى الله عنهما مثله وروى عن ابن عباس انه رسول الله صلى الله
عليه وسلم عشرين ركعة فى رمضان ثم اوتر بعدها بثلث لكن المحدثين
قالوا ان هذا الحديث ضعيف والصحيح ما روته عائشة انه صلى
احدى عشرة ركعة كما هو عادته فى قيام الليل وروى انه كان بعض
السلف فى الامر فى عهد عمر بن عبد العزيز يصلون باحدى عشرة ركعة قصد
التشبيه برسول الله صلى الله عليه وسلم والذى استقر الامر واشتهر من
الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روى انها ثلث و
عشرون فلحساب الوتر معها وقال مالك ويروى عن الشافعى ايضا انها ست
وثلثون او تسع وثلثون مع الوتر فهو عمل اهل المدينة خاصة وقالوا

سبب ذلك ان اهل مكة يطوفون بالبيت اسبوعا ويصلون ركعتى الطواف بين كل ترويحتين واهل المدينة لما بعدوا من ادراك هذه الفضيلة صلوا بين ذلك اربع ركعات ويسمونها الست عشرية واستوعادتهم على ذلك الى الان وقد يروى ذلك عن عمر وعلى رضى الله تعالى عنهما لكنه غير مشهور عنهما فان صلى غيرهم ايضاً لاباس ويستوى فيه الامام وغيره وينبغى ان يصلوا فرادى لان التنفل بالجماعة فى غير التراويح مكروه عندنا لكن اهل المدينة يصلونها بالجماعة والتنفل بالجماعة لايكره عندهم قال الشيخ قال الحنفى من متأخرى علماء مصر التنفل بالجماعة مكروه لانه لو كان مستحبا لكانت افضل كالمكتوبات ولو كانت افضل لكان المتهجدون القائمون بالليل يجتمعون فيصلون جماعة طلبا للفضيلة فلما لم يرو ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه رضوان الله عليهم اجمعين علم انه لا فضل فى ذلك :-

الفصل الثانى :-

المستحب ان يجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة وكذا بين الخامسة والوتر وهو المروى عن ابى حنيفة رح ولان التراويح مأخوذ من الراحة فيه تحقيق اسمها وهو المروى عن السلف واهل الحرمين كانوا مجتمعين على ذلك اما اهل مكة فانهم يطوفون اسبوعاً اهل المدينة يصلون اربعاً وكذا اهل كل بلد من بلاد المسلمين ثم هو بالخيار ان شاء سبح او هلل او صلى او قرأ القرآن او سكت ولو ترك الاستراحة بين كل ترويحتين فقيل لاباس به وقيل لا يستحب لانه يخالف عمل اهل الحرمين الشريفين زادهما الله تشريفاً وتعظيماً قال العبد الضعيف اصلح الله حاله واحسن مبدأه ومآله ان الانتظار بين الترويحتين على ما تعارف بين الحفاظ فى هذه الزمان من تطويل القعدة فى التراويح صعب على المصلين بل يمكن ان يقضى الليل وبهذا يظهر ان تطويل القراءة غير مستحسن لاستلزامه قرات هذا العمل الغير مستحب

للتوارث من السّلف ينبغي رعاية الاعتدال في القراءة كما يتيسّر التروحات وسيأتي حكم القراءة في التراويح ولو استراح مقدار اربع ركعات بقراءة معتدلة دون قدر ما صلّى الترويحة لكفى ان شاء الله ونرجوا من الله القبول:-

الفصل الثّاني في نيّة التّراويح:-

فان نوى التراويح او سنة الوقت او قيام الليل في رمضان جاز وان نوى صلوٰة مطلقة او نوى تطوعًا فحسب اختلف المشائخ فيه حسب اختلافهم في اداء السنن الرواتب ذكر بعض المتقدمين ان الاصح ان لا يجوز لانها سنة والسنة لا تتأدّى بنية مطلق الصّلوٰة كما روى الحسن ابي حنيفة في ركعتي الفجر وهٰذا لانها صلوٰة مخصوصة كالمكتوبات فيجب مراعات الصّفة فلا تتأدّى بمطلق النيّة لانها نوافل والنوافل تتأدّى بمطلق النيّة والاحتياط ان ينوي الصّلوٰة متابعة لرسول الله صلى الله عليه وسلّم ليكون ابعد عن الاختلاف ثم قيل هل يحتاج لكل شفع من التراويح على حدة ان ينويها اولا يحتاج اذا لكلّ بمنزلة صلوٰة واحدة:

الفصل الرّابع في قدر القراءة في التّراويح

اختلفوا فيه فقيل يقراء مقدار ما يقرا في المغرب لانها اخفّ من اخفّ المكتوبات وهٰذا غير سديد لانه لا يقع بهٰذا القدر الختم في رمضان وقال بعضهم يقراء كما يقرأ في العشاء لانها تبع للعشاء في وقتها وروى الحسن عن ابي حنيفة انه يقرأ في كلّ ركعة عشر ايات ونحوها لانه يقع به الختم مرّة لان عدد ركعات التراويح ست مائة وايات القران ستة الاف فيكون في كلّ ركعة عشر ايات تقريبًا وبعضهم يقرأ في كلّ ركعة عشرين الى ثلثين لما روى عن عمر بن الخطاب انه دعا ثلثة من الائمة فامر احدهم ان يقرأ في كل ركعة عشرين الى ثلثين اية وامر الثاني

ان يقرأ خمساً وعشرين آية والثالث ان يقرأ عشرين آية فى كل ركعة
فما قاله عمر فضيلة وما قاله ابو حنيفة سنة وهذا لانهم اتفقوا على
ان السنة الختم مرة والفضيلة مرّة والفضيلة الختم مرتين والا
فضلية الختم ثلث مرات والختم يقع مرّة بما قاله ابو حنيفة ومرّتين
او ثلث مرات بما امر عمر رض كذا قالوا ومنهم من استحسن الختم فى الليلة
السابعة والعشرين رجاء ان ينالوا فضيلة ليلة القدر اذ الاخبار
تظاهرت وكثرت على انها هى ليلة القدر ولذا جعل المشائخ ببخارا
القرآن خمس مائة واربعين ركوعا واعلموا المصاحف بها ليقع الختم
فى الليلة السابعة والعشرين ومن المتقدمين من مشائخنا من قال
الافضل ان يقرأ فى كل ركعة ثلثين آية ويختم فى كل عشر ختمة لان
كل عشر من الشهر متميز مخصوص وقد جاء فى الحديث انه شهر اوله رحمة
واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار وروى عن ابى حنيفة انه كان
يختم فى شهر رمضان احدى وستين ختمة ثلثين فى الليالى وثلثين فى
الايام وواحدة فى التراويح وقد روى فى مواهب اللدنية مثل ذلك و
عن الشافعى ثم قالوا الافضل تعديل القرآن بين التسليمات كما روى
الحسن رح عن ابى حنيفة وجاء عن عمر وان خالف فلا بأس به واما
التسليمة الواحدة فانه لا يستحب تطويل القراءة فى الثانية بلا خوف
كما فى سائر الصلوات وان طول القراءة فى الاولى على الثانية فلا بأس به
فاما المختار فانه يجب ان يكون على الاختلاف عند ابى حنيفة وابى
يوسف فان عندهما يكون المختار التسوية بين الركعتين ويكون
المختار عند محمد تطويل الركعة الاولى على الثانى كما فى الصلوات
المفروضة **مسئله** اذا غلط فى التراويح فترك سورة او آية
وقرأ ما بعدها فالمستحب ان يقرأ المتروكة ثم المقروءة ليكون على
الترتيب **مسئله** واذا فسد شفع من التراويح وقد قرأ فيه هل
يعيد لان المقصود هو القراءة وقيل يعيد فيكون الختم فى الصلوة الصحيحة

وحكما لفتح على ما عرف فى الأخرى من الاختلاف فيه والفتوى على عدم
الفساد وقيل لا اختلاف فى التراويح لمكان الضرورة وقالوا لا اختلاف فى
التراويح لمكان الضرورة وقالوا لا ينبغى للقوم ان يقدموا فى التراويح
الخوشخوان ولكن يقدموا الدرستخوان فان الامام اذا كان يقرأ بصوت
حسن يشغل عن الخشوع والتدبر والتفكر وكذا اذا كان لحاناً لا بأس
بان يترك مسجده كذا فى سنن المهدى ولو كان الفقيه قارياً فالافضل
له ان يصلى بقرأة نفسه ولا يقتدى بغيره ولا ينقص تسبيحات الركوع
والسجود عن الثلثة ولا يترك ثناء الاستفتاح والصلوات على النبى
صلى الله عليه وسلم ايضاً لانها سنن وقد يذكر فى بعض كتب الفقه خلافه
والصحيح هو الاول واما باقى الدعوات فان علم من حال القوم ان
لا يثقل عليهم يأتى بها والا فلا واذا قرأ فى الشفع الاخير فى الركعة
الاولى المعوذتين قيل قرأ فى الثانية فاتحة الكتاب وشيئاً من البقرة
فيكون حالاً مرتحلاً وقيل يعيد قل اعوذ برب الناس ولا يقرأ شيئاً من
البقرة مراعاة للنظم والترتيب والمسنون المعمول عليه فى الحرمين
وسائر ديار العرب التكبير عند الختم من والضحى الى آخر القرآن
والمختار فيه لا اله الا الله والله اكبر ولو اكتفى بالله اكبر صح ولو لم
يكن الامام حافظ القرآن فقيل الافضل ان يقرأ سورة الاخلاص فى
كل ركعة وقيل الافضل ان يقرأ فى كل ركعة سورة من القصار وهذا
حسن لئلا يشتبه عليه عدد ركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها ينفرغ
للتدبر والتفكر والمتعارف فى هذا الزمان فى الحرمين وديار العرب

له فالتماس اختيار الاخف على القوم كما يفعله الائمة فى زماننا من ابتدائهم -
بقراءة سورة التكاثر فى الركعة الاولى وبقراءة سورة الاخلاص فى الركعة الثانية
الى ان يكون قرأتهم فى الركعة التاسعة عشر سورة تبت وفى العشرين سورة الاخلاص
وليس فيه كراهته فى الشفع الاول من الترويحة الاخيرة بسبب الفصل بين الركعتين
بسورة واحدة لانه خاص بالفرائض كما هو ظاهر من مذهب الحنفية كثرهم الله سوادهم

ان يقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ من الشفع الثانی سورۃ لایلاف وفی الثانیہ قل هو الله احد وهٰکذا حتیٰ يقرأ فی الشفع الثامن قل هو الله احد[1] فی الرکعتين وفی التاسع قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وفی العاشر قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق ؎

الفصل الخامس فی اداء التراویح بجماعۃ!

من ترک التراويح بجماعۃ وصلاها فی البيت ففيه اختلاف المشائخ منهم من قال يکون تارکا للسنۃ وهو مسئٌ لما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قرر من صلی التراويح بالجماعۃ وهکذا نقل عن اصحابه رضی الله عنهم وعليه اتفاق فقهاء الامصار ومنهم من قال يکون تارکًا للفضيلۃ ولا بأس به لما روی عن بعض السلف ذلک ولان النبی صلی الله عليه وسلم بعد ما ترک القيام بالقوم ترکهم يصلون فی بيوتهم کيف شاؤا وکان الامر علی عهد ابی بکر وصدر من خلافۃ عمر رض هٰکذا ثم استقر الامر علی الجماعۃ وهو افضل قال الشيخ قاسم الحنفی والصحيح ان اقامتها بالجماعۃ سنۃ علی الکفايۃ حتیٰ لو ترک اهل المسجد کلهم علی الجماعۃ فقد ترکوا السنۃ و اساؤا فی ذلک وان اقيمت التراويح بالجماعۃ فی المسجد فمن تخلف عنها من افراد الناس وصلی فی بيته فقد ترک الفضيلۃ ولم يکن مسئيا وان صلوها بالجماعۃ فی البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعۃ فضيلۃ وللجماعۃ فی المسجد فضيلۃ اُخریٰ فهٰذا قد حاز احدی فضيلتين وترک الاخریٰ وهٰکذا فی المکتوبات انتهیٰ وقيل هی کسائر السنن تصلی فرادی اذ هو اقرب الی الاخلاص و ابعد من الرياء وقد ورد فی الصحيح افضل صلوٰۃ المرأۃ فی بيته ما عدا المکتوبۃ اقول وهٰذا القول غير مختار لانه انما يکون فی غير ما ورد فيه

---

[1] حاز یعنی جمع کرلیا - پالیا ۱۲-۱۲-۱۲ ؎

الجماعة والتراويح قد ورد فيها الجماعة كما ذكرنا وعن ابي يوسف انه ان امكنه اداءها في بيته مع مراعات سنة القراءة واشباهها فيصليها في بيته الا ان يكون فيها كبيرا يقتدى به ويكثر الجمع بحضرته فلا ينبغي له ترك الجماعة **مسئلة** يكره ان يستاجروا رجلا يؤمهم اذا استيجار الامام فاسد **مسئلة** لو اقاموا التراويح باما مين فصلى كل امام بتسليمة فالصحيح انه لا يستحب وانما يستحب ان يصلى كل امام ترويحة وعلى هذا يجوز ان يصلى الفريضة احدهما والاخرة التراويح **مسئلة** لو صلى امام واحد التراويح في مسجدين في كل مسجد على الكمال اختلف فيه فقيل يجوز لاهل المسجدين كما لو اذن المؤذن واقام وصلے ثم صلى في المسجد الآخر وصلى معهم فانه لا يكره:-

الفصل السادس

اذا صلے التراويح قاعدا من غير عذر فالكلام فيه في موضعين في الجواز والاستحباب اما الكلام في الجواز فقد اختلف المشائخ فيه منهم من قال لا يجوز ومنهم من قال يجوز وهذا هو الصحيح واجمعوا على ان ركعتي الفجر قاعدا من غير عذر لا يجوز[1] قال هذه سنة تشابهت ركعتي الفجر ومن قال هذه نافلة لم تختص بزيادة توكيد مثل سنة الفجر فصارت كسائر السنن والنوافل والله[2] لیل رواية ابي سليمان عن ابي حنيفة وابي يوسف ومحمد ولم يفصلوا بين العذر وغير العذر واما الكلام في الاستحباب فالصحيح انه لا يستحب لانه يخالف المتواتر من عمل السلف واذا صلے الامام قاعدا التراويح بعذر او بغير عذر والقوم قيام فالكلام في هذا الفصل ايضا في الموضعين في الجواز والاستحباب اما الكلام في الجواز فاختلف المشائخ فيه منهم من قال جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف ولم يجز عند محمد اعتبارا بالفرض وقال

---

[1] التاويح ١٢ [2] بغیر عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے کے جواز کی دلیل یہ ہے ١٢-١٢

بعضهم یجوز عندهم جمیعًا وهو الصحیح لانهم لو قعد واجاز فاذا قاموا کان بالجواز اولی وّ اما الکلام فی الاستحباب فعند ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ لستحب ان یقوما القوم الا لعذر لانه جاز لهم القعود والقیام فالقیام افضل لامحالة وعند محمّد لستحب ان یقوم لان هذا الاختلاف معتبر عنده حتیٰ منع المفرض من الجواز فکذا یمنع المنفل من الاستحباب **مسئلة** یکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیه اظهار التکاسل فی الصلوٰة والتشبه بالمنافقین قال الله تعالیٰ واذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالیٰ وکذا اذا غلبه النوم یکره ان یصلی مع النوم بل ینصرف حتی یستیقظ لان فی الصلوٰة مع النوم تهاونا وغفلة وترکا للتدبر و کذا لو صلی علی السطح لاجل الحر کذا فی الخلاصة وقد قال الله تعالیٰ قل نار جهنم اشد حرًّا لو کانوا یفقهون؛-

اَلْفَصْلُ السَّابِعُ -:

الافضل[1] ان یوتر بجماعة فی رمضان فقط وعلیه اجماع المسلمین واختلفوا فی الافضل فقال بعضهم الافضل الجماعة وقال الاٰخرون الافضل ان یوتر فی منزلة منفرد او هو المختار لان الصحابة لم یجمعوا علی الوتر بجماعة کاجماعهم علی التراویح کذا فی التبیین و شرح الهدایة لابن الهمام وّ العنایة وّ فی روایة یوتر بعدها بجماعة الاان یکون له التهجد فیجعل الوتر بعدہٗ و یجهر الامام فی الوتر فی رمضان فی الثلث والمنفرد بالخیار واختلفوا فی ارسال الیدین حال القنوت والاعتماد واختلفوا فی المقتدی فی الوتر فقیل یقنت الی قوله بالکفار ملحق وحینئذٍ یسکت وقیل یؤمن وقیل هو بالخیار ان شاء امّن وان شاء قنت وّ فی التبیین وّ یتبع المؤتم فانت الوتر

[1] گھر میں تنہا وتر ادا کرنے کی بہ نسبت ماہ رمضان میں جماعت سے وتر پڑھنا افضل ہے۔ وّ الصحیح یجوز کما فی الغرائب ۱۲-۱۲-۱۲؛

فی قنوته ویخفی لانه دعاء وقیل یجهر وقیل عند محمد یقنت الامام دون المؤتم کما لا یقرأ والصحیح الاول **مسئلة** اذا فاتته ترویحة او ترویحتان وقام الامام فی الوتر اختلف فیه فقیل یوتر مع الامام ثم یقضی مافاته وقیل بقدم القضاء **مسئلة** لو رکع الامام فی الوتر قبل ان یفرغ المقتدی من القنوت فانه یتابعه لان القنوت لیس بموقت ولا مقدر *

مسئلة المسبوق فی الوتر اذا قنت مع الامام لایقنت فی قضاء مافاته **مسئلة** اذا شکوا انهم صلوا تسع تسلیمات او عشرا اختلف المشائخ فیه قال بعضهم اعادوا تسلیمة واحدة بالجماعة احتیاطا وقال بعضهم لایزیدون لان الزیادة علی التراویح بالشک لایجوز والصحیح انهم یصلون تسلیمة اخری فرادی حتی یقع الاحتیاط فی فعل السنة باتمامها ویقع الاحتراز عن اداء النافلة بجماعة غیر التراویح **مسئلة** اذا صلی الترویحة الواحدة اما مان کل واحد بتسلیمة اختلفوا فیه قیل لا باس به والصحیح انه لایستحب ذلک ولکن کل ترویحة یؤدیها امام واحد وعلیه عمل اهل الحرمین وغیرهم ویکون تبدیل الامام بمنزلة الانتظار :-

الفصل الثامن فی وقت التراویح

اختلف المشائخ فیه قالت جماعة من اصحابنا الحنفیة ومنهم الشیخ اسمعیل الزاهد اللیلة کلها الی طلوع الفجر وقت لها

مسئلة ولو تذکروا تسلیمة بعد ان صلوا الوتر قال محمد بن الفضل لایصلونها بجماعة وقال الصدر الشهید یجوز ان یصلوها بجماعة کذا فی السراج الوهاج وفاته ترویحة او ترویحة فلو اشتغل به یفوته الوتر بالجماعة یشتغل بالوتر ثم یصلی ما فات منه التراویح کان لو یفتی الشیخ الامام ظهیر الدین وکذا فی الخلاصة ولو صلی الوتر مقتدیا بمن یصلی مکتوبة وترا او نافلة الایصح الاقتداء به لانه مکروه مخالف له کذا فی الفتاوی عالمگیریه والحق ان صلی الفرض بجماعة یصلی الوتر بجماعة کما هو الحق والعلم عند الملک العزیز

قبل العشاء او بعدها وقبل الوتر او بعده لانها قيام الليل وكان شرطها الليل فحسب وقال عامة مشائخ بخارا وقتها ما بين العشاء والوتر فلو صلها قبل العشاء او بعد الوتر لم يؤدها في وقتها لان الآثار قد وردت هكذا او انما يتبع التراويح الآثار والتصحيح ان وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر حتى لو صلها بعد الوتر جاز ولو صلها قبل العشاء لا تجوز لانها نوافل سنت بعد العشاء فاشبه من التطوع المسنون بعد العشاء في غير رمضان وتجوز الصلوٰة بعد الوتر غايته ان الافضل ان يكون الوتر آخر صلوٰة الليل كما حقق في موضعه والمستحب تاخيرها الى ثلث الليل او نصفه وقيل يكره اداءها بعد النصف تشبيهها بتاخير العشاء والصحيح انه لا يكره لانها صلوٰة الليل وبعضهم والافضل فيها آخره وفي فتاوىٰ قاضي خان ويستحب تاخير التراويح الى ما بعد نصف الليل وبعضهم قالوا به وهو الصحيح وفي الخلاصة الافضل في التراويح استيعاب اكثر الليل بالصلوٰة والانتظار والاستراحة ولو اخروها الى آخر الليل الصحيح انه يجوز من غير كراهة ؛ **مسئلة** اذا فاتت التراويح هل تقضى بعد وقتها بالجماعة او بغير الجماعة فالجواب لا تقضى بجماعة واما القضاء بغير جماعة فاختلف المشائخ فيه قال بعضهم تقضى ما لم يمض شهر رمضان وقال بعضهم لا تقضى اصلا وهو الصحيح لانها ليست باكد من السنة بعد المغرب والعشاء وتلك لا تقضى وحدها عند اصحابنا فكذلك هذه والدليل عليه انها لا تقضى بجماعة بالاجماع ولو كانت تقضى لقضيت كما فاتت فان قضاها منفرداً كان مستحباً كسنة المغرب اذا قضاها كذا قال الشيخ قاسم الحنفي ونقل في السنن المهدى عن الواجبة لو قضاها منفرداً لكان نفلاً حسناً تم مسائل التراويح :-

شَهْرُ شوال

شهر شريف من اوائل شهر الحج ويسمى شهر الفطر وفيه يوم العيد

يوم مغفرة الذنوب وقد ورد في الحديث[1] عن انس انه اذا كان يوم العيد باهى الله تعالىٰ بعباده الصالحين ملائكته فقال يا ملائكتي ما جزاء اجير او في عمله قالوا ربنا جزاءه ان يوفى اجره يا ملئكتي عبيدي وامائي قضوا فريضتي عليهم ثم خرجوا يعجّون[2] الى الدعاء وعزتي وجلالي وكرمي وعلوي وارتفاع مكاني لاجيبنهم فيقول ارجعوا قد غفرت لكم وبدلت سيأتكم حسنات قال فيرجعون مغفوراً لهم رواه البيهقي في شعب الايمان و من السنة في يوم عيد الفطر ان يفطر قبل ان يخرج الى المصلّى وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل تمرات وتراً هكذا جاء في رواية البخاري عن انس وروى الحاكم عن عتبة بن حميد كان يأكل ثلثاً او خمساً او سبعاً او اقل او اكثر قالوا الحكمة في استحباب اكل التمر حلاوته والحلاوة تقوى البصر يضعفه الصوم وايضاً الحلو يرق القلب و يوافق مزاج الايمان ولذا ورد المؤمن حلوي ًراى احد في منامه انه كان يأكل حلوا كان تعبيره ان يكون له نصيب من لذة الايمان و لهذا كان الافطار بالحلوا فضل كالعسل والتمر مع ما في التمر من خواص خصوصاً في تمر المدينة على ما ذكر في موضعه ثلثا او خمسا او سبعاً ثم يخرج الى المصلّى ومما صح في هذا الشهر صيام ستة ايام فقد روى مسلم في صحيحه اتبعه ستة من شوال كان كصيام الدهر وهذا اذا صام مدة عمره واما اذا صام في شهر كان كصيام سنة وقد ورد في هذا المعنى ايضاً حديث ثوبان رواه ابن ماجة وفي رواية فاتبعه بالفاء وليس المراد التعقيب الحقيقي لاستلزامه صوم يوم العيد فيصح من

---

[1] اول الحديث عن انس رض اذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل في كبكبة يصلون على كل عبد قائم او قاعد يذكر الله تعالىٰ فاذا كان يوم عيدهم باهى الله بهم ملائكة فقال يا ملائكتي الحديث ۱۲۔ مشکوٰۃ شریف ۱۲ ؛

[2] یعجون یعنی بہ آواز بلند لبیک کہتے ہیں۔ اور تلبیہ پڑھتے ہیں۔۱۲۰۔۱۲۰۔۱۲۰ ؛

اوّل الشهر وبعد والمختار عند الشافعی من اول الشهر متتابعة وعندنا
اعم وكذا عند احمد بل كانوا يقومون ماعندنا ابعد من الكراهة والتشبه
بالنصاری وقد حكم الفقهاء بسنة الغسل يوم العيدين وطريق اثباتها
قياسه على الجمعة بعلة الاجتماع وقد يروی فی ذلك حديث عن فاكهة
ابن سعد وكان له صحبة ولم يعرف له سوی هذا الحديث انه قال كان
رسول الله صلی الله عليه وسلم يغتسل يوم الفطر ويوم النحر ويوم عرفة رواه
ابن ماجة فی سننه والطبرانی فی معجمه والبزار فی مسنده كذا قال الشمنی
وقال الشيخ ابن الهمام هذا الحديث ضعيف كذا ذكر النووی وغيره
وفی شرح كتاب الخرقی روی هذا الحديث وقال كان فاكهة بن سعد يامر
اهله بالغسل فی هذه الايام وقال رواه عبد الله بن احمد فی المسند وابن
ماجة واورده السيوطی فی جمع الجوامع عن الشعبی عن زياد بن عياض
الاشعری قال لقوم رأيت منكم كل فعل رأيته من رسول الله صلی الله عليه
وسلم الا انكم لا تغتسلون فی العيدين رواه ابن منده وابن عساكر وقال
صحيح عن عياض وقوله زياد غير محفوظ وقد حكم بعض المحدثين بضعف
هذا الحديث ايضاً ولم يوجد فی الكتب الستة حديث فی هذا الباب
سوی اثر عن ابن عمر رضی الله تعالى عنه انه كان يغتسل يوم الفطر
قبل ان يخرج الی الصلوة قالوا وشدة مبالغته فی متابعة السنة تقتضی
ان يصح الحديث فيه والجهر بالتكبير فی طريق المصلی سنة عند الائمة
الثلثة وعند ابی يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى واما عند ابی حنيفة رح
فهو سنة فی عيد الاضحی دون الفطر والخلاف فی الجهر واما ان الخلاف فی
اصل التكبير وقد يروی عن ابی حنيفة رح الجهر ايضا كذا فی شرح ابن
الهمام وتمسك الائمة بحديث رواه الدارقطنی عن ابن عمر قال كان
رسول الله صلی الله عليه وسلم يكبر يوم الفطر اذا خرج الی المصلی وقال
الشمنی فی رفع هذا الحديث كلام والصحيح انه موقوف علی ابن عمر وقال
الشيخ ابن الهمام هذا الحديث ضعيف من جهة موسی بن محمد بن عطاء

احد رواته وايضا هو لا يدل على الجهر وقول الصحابي لا يعارض عموم الآية و
دون الجهر من القول وروى عن ابن عباس انه سمع الناس يكبرون فسأل
من كان يقود جملة هل كبر الامام قال لا قال ادر مثل هذا اليوم مع
رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يكن احد منا يكبر قبل الامام وقال
ابو جعفر لا يمنع العامة من ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات انتهى و
من السنة ان يخالف في الطريق يوم العيد بان يخرج من طريق ويرجع
من اخرى فقد روى البخاري عن جابر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم
اذا كان يوم عيد خالف الطريق وروى الترمذي والدارمي عن ابي هريرة رض
قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج يوم العيد من طريق رجع
من غيره وقد ذكروا في هذا الفعل نكات واسرار ذكرناها في شرح
سفر السعادة وقد اختلف في انه للامام خاصة او لجميع الناس و
مما ينبغي ان ينبه عليه بيان حكم الصلوٰة قبل صلوٰة العيد و
بعده روى البخاري ومسلم وابو داود والترمذي والنسائي عن ابن عباس رض
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج يوم العيد فصلى ركعتين ولم يصل قبله
ولا بعده الحديث وقال الترمذي عن عبد الله ابن عمر رض وابي سعيد رض والعمل
على هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ومن بعدهم
وجوز طائفة من اهل العلم الصلوٰة قبل صلوٰة العيد وبعدها والاول
اصح انتهى وقال في شرح كتاب الخرقي في مذهب الامام احمد بن حنبل
استخلف علي رض ابا مسعود الانصاري على الناس فخرج يوم العيد وقال
ايها الناس ليس من السنة ان يصلى قبل الامام رواه النسائي وروى ابن
مسعود رض وحذيفة قاما ونهيا الناس ان يصلوا يوم العيد قبل خروج
الامام الى المصلى رواه سعيد وقال الزهري ما سمعت من علمائنا ان احدًا
من اسلاف هذه الامة صلى قبل صلوٰة العيد او بعدها والخلاف في ان
هذا مخصوص بالمصلى او شامل للمصلى والبيت فقال بعضهم ان صلى في
غير المصلى فلا بأس به وروى عن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم كان لا يصلي قبل صلوٰة العيد فاذا رجع الى بيته صلّى ركعتين رواه
ابن ماجة واحمد وقال في الهداية ولا يتنفل في المصلّى قبل صلوٰة العيد
فالكراهة في المصلى خاصة وفي الشرح هذا النفي باطلاقه يتناول الامام
والقوم جميعًا وقال الشافعي رح كره للامام دون القوم وقيل المراد من هذا
النفي انها غير مسنونة لانها مكروهة وقال في فتح الباري المنع عن الصلوٰة
العيد وبعدها يحتمل ان يكون المراد به منع التنفل او منع الراتبة وعلى
المنع عن التنفل اما ان يكون الكراهة في الوقت او اعم منها وعلى كل تقدير
مخصوصة بالمصلّى او شاملة للمصلى والبيت واختلف السلف في الجميع
فالكوفيون يقولون يصلي بعده لا قبله وهو مذهب الاوزاعي والثوري والحنفية
وقال البصريون يصلي قبله لا بعده وهو مذهب الحسن البصري وجماعة
اخرى وقال اهل المدينة لا يصلي قبله ولا بعده وهو مذهب الزهري
وابن الجريج واحمد ونقل بعض المالكية الاجماع على عدم التنفل
للامام في المصلي ومن جوز قال انه وقت مطلق الصلوٰة لا كراهة فيه
ومن منع قال لم يصل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ومن اقتدى نقل
اهتدى والحاصل انه لم يثبت لصلوٰة العيد سنة لا قبله ولا بعده الا
عند البعض قياسًا على الجماعة واما مطلق التنفل فلم يثبت المنع عنها
بدليل خاص الا في وقت الكراهة انتهى ثم اعلم انهم اختلفوا في صلوٰة
العيد بعد ما فات وظاهر المذهب عند الحنفية انه لا قضاء لصلوٰة العيد
لان هذه الصلوٰة لم تثبت الا بهذه الخصوصية وفي بعض شروح
الهداية ان شاء صلى ركعتين او اربع ركعات مثل الضحى كما يصلّي في
سائر الايام ونقل عن المحيط وفتاوى قاضي خان ان من جاء المصلّى
ولم يدرك الصلوٰة مع الامام ان شاء يرجع الى بيته وان شاء صلى
ثم انصرف والافضل ان يصلي اربع ركعات ليكون له صلوٰة الضحى كما
نقل عن ابن مسعود باسناد صحيح انه قال من فاتت عنه صلوٰة العيد صلى
اربع ركعات كذا في فتح الباري وقدم فيها في الركعة الاولى سبح اسم

ربك الاعلىٰ وفى الثانية والشمس وضحٰها وروى ابن مسعود رضؓ فى هٰذا من رسول الله صلے الله عليه وسلم وعدًا جميلاً واجرًا جزيلاً وجاء مثل هٰذا فى مذهب احمد وذكروا هٰذا الاثر عن ابن مسعود رضؓ وقال احمد وّ يقوى هٰذا ما جاء عن على انه امر رجلا ان يصلى بضعفاء القوم اربع ركعات بلا تكبير وخطبة وذكر البخارى فى ترجمة باب ان انس رضؓ جمع اهله وولده فى زاوية موضع على فرسخين من البصرة وصلے صلوٰة العيد مع الامام قال مالك وّ الشافعى رحمهما الله تعالىٰ يصلے ركعتين وّقال احمد اربع ركعات وّعند ابى حنيفة ان شاء صلےّ وان شاء لم يصلّ وعلىٰ تقدير ان يصلّى خيّر بين الركعتين واربع ركعات والله تعالىٰ اعلم ؛

شهر ذى الحجّة

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلّم ما من ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله من هٰذه الايام العشر قالوا يا رسول الله ولا الجهاد فى سبيل الله قال ولا الجهاد فى سبيل الله قالوا ولا الجهاد فى سبيل الله الا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من عشر ذى الحجة قال العلماء لو نذر احمد صيام افضل ايام السنة انصرف الىٰ هٰذه الايام تنذر الصوم يوما افضل من سائر الايام فالى يوم عرفة وان نذر يوم من الاسبوع فالىٰ يوم الجمعة والمختار ان ايام هٰذه العشرة افضل وقد جاء فى صيام عشر ذى الحجة وفضيلته واستحبابه ايضًا احاديث اى فى تسعة ايام منه فقد روى ابو داؤد والنسائى عن بعض ازواج النبى صلے الله عليه وسلّم انه يصوم تسعة فى ايام ذى الحجة وّيوم عاشوراء وثلثة ايام من كل شهر وّمن اول الاثنين فيه ومن اول خميس فيه وّفى رواية اخرى كان يصوم يوم العشر وثلثة ايام من كل شهر وّما روى مسلم والترمذى وابو داؤد عن عائشة رضؓ قالت ما رأيت رسول الله صلے الله عليه وسلم صائما فى العشر قط فلا ينافيه

لانها انما اخبرت عن عدم رؤيتها فلعلها لم تطلع على صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم اوكان له مانع منه من مرض اوسفر اوغيرهما هذا ويلزم مما ورد فى فضل مطلق عمل الصالح فى هذه العشرة فضل الصوم ايضاً ومن السنن التى تركها الناس ان من اراد ان يضحى فرضاً كان او نفلا فلا ينبغى ان يأخذ من شعره وظفره حتى يضحى فقد روى مسلم عن ام سلمة انها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضكم ان يضحى فلا يمس من شعره و بشره شيئاً وفى رواية فلا يأخذن شعراً ولا يقلمن ظفراً وفى رواية من راى هلال ذى الحجة واراد ان يضحى فلا يأخذ من شعره ولا من اظفاره وفى جامع الاصول من حديث مسلم عن عمرو بن مسلم بن عمار الليثى قال كنا فى الحمام قريباً من يوم الاضحى فاطلى بعض يعنى تنور جماعة فقال بعض اهل الحمام قد ينهون من هذا ثم لقيت سعيد بن المسيب فذاكرت له قول الحمامى فقال يا ابن اخى هذا حديث نسيه الناس وتركوه حدثتنى ام سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم من راى هلال ذى الحجة الحديث واما يوم عرفة فقد اختلف فى انه افضل او يوم الجمعة فقيل عرفة افضل ايام السنة والجمعة افضل ايام الاسبوع والدلائل باسرها مذكورة فى كتاب سفر السعادة فى باب الجمعة وصوم يوم عرفة والجمهور على انه سنة وقيل سنة لغير الواقفين بعرفة وعن ام الفضل بنت الحارث ان ناساً تماروا عندها يوم عرفة فى صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بعضهم وهو واقف على بعيره فشربه متفق عليه وقد روى نحو هذا الحديث عن ميمونة وقال الترمذى وفى الباب عن ابى هريرة وابن عمر رضى الله تعالى عنهم وقد روى عن ابن عمر رض قال حججت مع النبى صلى الله عليه وسلم فلم يصمه يعنى يوم عرفة ومع ابى بكر فلم يصمه ومع عمر فلم يصمه وانا لا اصومه ولا آمر به ولا انهى عنه والعمل على هذا عند اكثر اهل العلم انهم

يستحبون الافطار بعرفة ليتقوى به الرجل على الدعاء وقد صام بعض اهل العلم يوم عرفة بعرفة انتهى وقد ورد فى فضل يوم عرفة انه يكفر السنة التى بعده والتى قبله فالمختار ان صوم عرفة مستحب الا للحاج اذ لم يقوموا على الدعاء والاجتهاد فيه والله تعالى اعلم و

مما ينبغى ان ينبه عليه بيان حكم التعريف الذى يفعله بعض الناس فى البلاد فاعلم انه قد ذكر بعض علمائنا الحنفية التعريف وهو ان يجتمع الناس يوم عرفة فى بعض المواضع تشبها بالواقفين بعرفة ليس بشيء وعن ابى يوسف ومحمد فى غير رواية الاصول انه لا يكره لما روى عن ابن عباس انه فعل ذلك بالبصرة كذا فى التبيين ومن الجامع الصغير البرهانى ان قولهم التعريف الذى يصنعه الناس ليس بشيء لم يرد به نفى الشرعية لانه دعاء وتسبيح وتضرع الى الله تعالى وانما اراد به نفى وجوبه ونفى كونه سنة كذا فى فتاوى نجم الدين البلخى وفى الجامع الصغير والتعريف الذى يصنع الناس ليس بشيء وذلك ان جمع الصلحاء والعارفين يجتمعون فى يوم عرفة فى كل بلدة ويهللون ويكبرون شبه الحاج فى عرفات فذلك ليس بشيء يعنى ليس بشيء من السنة ولكن هو فى نفسه من جملة الديانات والخيرات واستباق الخيرات وذكر فى الكافى وقيل يستحب لانه تشبه باهل الطاعة فيكون لهم ثوابهم هكذا نقل فى سنن المهدى ولا يخفى ان الذكر والتسبيح والتهليل والدعاء لا بأس به لانها مشروعة فى كل الامكنة والازمان ولكن الكلام فى لباس الاحرام والتلبية وسائر آداب الحج التى يفعل — الواقفون فى ذلك المقام فان الظاهر اختصاصها بهم والله تعالى اعلم بحقيقة المرام هذا واما سائر العبادات والادعية والاحكام فمذكورة فى كتب الفقه ورسائل المناسك فليطلب ثم ولكن هذا آخر ما قصدنا ايراده فى هذه الرسالة وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين محمد وآله

واصحابہ واتباعہ ھداۃ طریق الحق ومحی علوم الدین الی یوم الدین۔ آمین۔ آمین ثم آمین ۵

تمت بالخیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مکمل اور مستند و مقبولِ عام سوانح حیات

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ○ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ مکمل مستند و مقبولِ عام سوانح عمری جو سیرتِ طیبہ کی انسائیکلو پیڈیا تصوّر کی گئی ہے اور جو مسلسل خراجِ تحسین حاصل کررہی ہے، لیکن افسوس ہے کہ ایسی عظیم الشان کتاب شایانِ شان طریقے پر شائع نہ ہوسکی تھی۔

اب خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اسے اس کے اصل اور معیاری علمی سائز ۲۰×۲۶/۸ پر جدید اور بہترین کتابت اور عکسی طباعت کرائی ہے اور تصحیح کا خاص اہتمام کیا ہے۔

اب تک اس کی صرف چھ جلدیں ہی طبع ہوتی رہی ہیں ہم نے اسکی ساتویں جلد بھی شائع کی ہے اور ساتوں حصے نہایت عمدہ سفید جاپانی کاغذ پر طبع ہوئے ہیں اور جلدیں نہایت مضبوط اور حسین بنوائی گئی ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کل صفحات ۲۳۵۲

سات حصے در چار جلد، کامل سیٹ۔ قیمت ——— کامل سیٹ

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی ۱